مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی کتاب "ختم نبوت کامل" پر تبصرہ

# الحق المبین

فی

# تفسیر خاتم النبیین

قاضی محمد نذیر لائلپوری

# فہرست مضامین

| عنوان | صفحہ |
| --- | --- |
|  |  |
|  |  |
|  |  |
|  |  |
|  |  |

# عرضِ حال

یہ کتاب دراصل مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی کتاب "ختم نبوت کامل" کے سہ حصّہ پر ایک مختصر ناقدانہ تبصرہ ہے۔ اس تنقیدی مضمون میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر سیاق آیت لغت عربی۔ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں پیش کی گئی ہے اور مفتی محمد شفیع صاحب کے بیان کردہ معنی کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصف نبوت میں متصف ہونے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے ذریعہ بڑی متانت سے تردید کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جو منصب مفتی صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسٰے علیہ السلام کے لئے تسلیم کیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی ہوں گے۔ جماعت احمدیہ حضرت عیسٰے علیہ السّلام کو وفات یافتہ ماننے کی وجہ سے حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ مرزا غلام احمد علیہ السلام کو اسی منصب پر مامور من اللہ اور مجدد اسلام تسلیم کرتی ہے اور آپ کو امتی نبی ہی مانتی ہے نہ کوئی شریعت لانے والا یا مستقل نبی۔ تشریعی اور مستقل انبیاء میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب آخری فرد ہیں۔

اس مضمون میں بعض باتیں مکرر سہ کرر بیان ہوئی ہیں مگر یہ تکرار میرے نزدیک برابر میں ضروری تھا تا حقیقت اور صداقت ذہنوں میں اس تکرار سے راسخ ہو سکے تاہم قارئین کرام اگر غور سے میری کتاب پڑھیں گے تو ہر تکرار میں کسی نئے نکتہ کا اضافہ بھی پائیں گے۔ الّا ماشاء اللہ

میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کتاب کے پڑھنے والوں پر اپنا بے حد فضل نازل کرے انہیں جماعت احمدیہ کے مسلک کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی راہ پر چلائے۔ اللّٰھم آمین۔

قاضی محمد نذیر لائلپوری

ناظر اشاعت لٹریچر و تصنیف۔ ربوہ

۶ ۱۱/اھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولوی مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب ختم نبوت کامل ہر سہ حصّہ میں ختم نبوت کے موضوع پر قرآن و حدیث اور آثار کے لحاظ سے بحث کی ہے۔ اس مختصر مضمون میں ان کی اس بحث پر ایک اجمالی ناقدانہ نظر ڈالنا مقصود ہے۔

مفتی صاحب نے ابتداء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خلاف تمہید میں جو کچھ لکھا ہے اس پر تبصرہ کتاب کے آخر میں کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ مفتی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کا خود مطالعہ نہیں کیا۔ ادر ادھر ادھر کی کتابوں سے حوالہ جات اخذ کرکے ان کے سیاق کو نظر انداز کرتے ہوئے نکتہ چینی کر دی ہے۔

مفتی صاحب نے اپنی بحث کے آغاز میں یہ بتایا ہے کہ آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورۃ احزاب: ۴۱) میں سیاق آیت کے لحاظ سے خاتم النّبیّین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ ابوت تا قیامت چلنے والا ہے اور کوئی نبی آپ کے بعد پیدا ہونے والا نہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں:-

"ابوّت دو قسم پر ہے۔ ایک ابوّت جسمانیہ (نسبیہ و رضاعیہ) جس پر احکام حرمت و حلّت کے دائر ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بیٹے کی بی بی حرام ہو جاتی ہے وغیرہ ذٰلک اور دوسری ابوّت روحانیہ جس پر احکام حرمت و حلّت دائر نہیں ہوتے البتہ اولاد کی جانب سے تعظیم اور باپ کی جانب سے شفقت مثل صلبی اور نسبی باپ کے بلکہ اس سے بھی کہیں زائد ہوا کرتی ہے جیسے استاد کی ابوّت شاگرد کے لئے یا پیر کی مرید کے لئے یا رسول کی اپنی ساری امت کے لئے۔ پس آیۂ کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ میں پہلے معنوں سے ابوّت کی نفی کی گئی ہے اور وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ میں دوسرے معنے سے ابوّت کا اثبات کیا گیا ہے۔" (ص۶)

اس سے پہلے یہ لکھتے ہیں:-

"پہلے جملہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں اس پر سرسری نظر میں چند شبہات پیدا ہو سکتے ہیں ان کے ازالہ کے لئے یہ دوسرا جملہ لفظ لٰكِنْ کے ساتھ فرمایا ہے کیونکہ یہ لفظ لغت عرب میں اسی لئے وضع کیا گیا ہے کہ پہلے کلام میں جو شبہ ہوتا ہے اس کو دفع کرے"

(ص۴)

آگے تین شبہات لکھے ہیں:-

"اوّل جب آپ کے لئے ابوّت ثابت نہیں تو شفقت پدری جو لازمہ ابوّت ہے وہ بھی آپ میں موجود نہ ہوگی۔

۲۔ جب ابوّت نہیں جو کہ لازم نبوت ہے تو شائد نبوت بھی نہ ہوگی۔

۳۔ جب آپ کی بنوّت کی نفی کی گئی تو اس میں بظاہر آپ کی ایک قسم کی تنقیص لازم آتی ہے کہ آپ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں نیز ان کفار کو ہنسنے کا موقعہ ملتا ہے جو آپ پر ابتر (لا ولد) ہونے کا الزام لگاتے تھے۔" (صفحہ ۵-۴)

آگے لکھتے ہیں :-

"لفظ لٰکِن سے ان اوہام مذکورہ کا دفعیہ اس طرح کیا گیا کہ اگرچہ آپؐ کے کوئی صلبی فرزند نہیں اور آپؐ اس اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن آپ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں۔ اور رسُول اپنی امّت کا باپ ہوتا ہے" (صفحہ ۵)

اور آخر میں یہ لکھا ہے :-

"اس اعتبار سے آپ کے کروڑوں فرزند ہیں آپ کروڑوں مردوں کے باپ ہیں۔ اس ایک جملہ (وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہ ناقل) میں تینوں شبہات کو اٹھا دیا۔" (صفحہ ۶)

۱۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امّت کے روحانی باپ ہیں اور روحانی باپ یعنی رسول کی شفقت اور عنایت اپنی اولاد پر بہ نسبت نسبی باپ کے بہت زائد ہوتی

ہے اس لئے آپ کے نسبی باپ نہ ہونے سے آپ کی شفقت اور برکت میں کمی آنا لازم نہیں آتا۔

۲۔ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ نبی کے لئے جس قسم کا باپ ہونا لازم ہے اس کی نفی آیت میں نہیں کی گئی بلکہ صرف نسبی اور رضاعی باپ کی نفی کی گئی ہے اس لئے دوسرا شبہ بھی زائل ہوگیا۔

۳۔ یہ بھی بخوبی معلوم ہوگیا کہ آپ لاولد مقطوع النسل (ابتر) نہیں جیسا کہ کفار کہتے ہیں بلکہ آپ کے اتنی اولاد ہے کہ دنیا میں نہ آج تک کسی کے لئے ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی کیونکہ آپ امت کے غیر محصور افراد کے باپ ہیں اس سے تیسرا شبہ بھی اُٹھ گیا وللہ الحمد۔

یہ تینوں شبہات جملہ مذکورہ سے اُٹھ چکے ہیں لیکن خدائے عزوجل چاہتا ہے کہ اپنے پیارے رسول کی برادت خوب آشکار فرماکران کے فضائل وکمالات اور اعلیٰ درجہ کے شفیق و مہربان ہونے پر قوموں کو مطلع فرمائے تاکہ غافل لوگ ہوش میں آجائیں اور خدا کے آخری رسول کے قدم لیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اور آپ تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ (صفحہ ۲۲)

صفحہ ۲۹ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"خلاصہ یہ کہ آیت میں لفظ رسول اللہ سے تو صرف یہی معلوم ہوا تھا کہ آپ مقطوع النسل نہیں بلکہ آپ رسول ہونے کی وجہ سے کثیر التعداد اولاد رکھتے ہیں۔ پھر لفظ خاتم النبیین بڑھا کر کفار

کو اچھی طرح ذلیل کرنے اور آپ کے کامل ہونے کو خوب روشن کرنے
کے لئے گویا یہ دعوٰی کیا گیا کہ یہی نہیں کہ آپ کثیر الاولاد ہیں بلکہ
اس نیلے سائبان اور خاکی فرش کے درمیان پیدا ہونے والی تمام
ہستیاں اس کثرت میں آپ کے ہم پلّہ نہیں ہو سکتیں کیونکہ آپ کا
سلسلہ ابوّت تا قیامت چلنے والا ہے کوئی نبی آپ کے بعد پیدا
ہونے والا نہیں۔ اور ادھر یہ بھی وعدہ ہے کہ دین متین محرّف
نہ ہوگا۔"

پھر آخر میں ص۸ پر آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ تحریر کرکے لکھتے ہیں:۔

"اس سے ظاہر ہے کہ شرائع سابقہ کی تکمیل ابدی اور علی الاطلاق
تکمیل نہ تھی اگرچہ اپنے اوقات کے لحاظ سے وہ سب کامل و مکمل
تھیں جیسا کہ امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں اس کی تصریح فرماتے
ہیں۔"

**ہماری تنقید**

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ کے جزو میں رسول اللہ کا مرکب
اضافی جو مثبت معنے رکھتا ہے لا کر بے شک اللہ تعالیٰ
نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو امت کا باپ قرار دیا ہے اور مقطوع
النسل ہونے کے شبہ کو ردّ فرمایا ہے مگر آگے اسی رسول اللہ کے
مرکب اضافی پر خاتم النبیین کے مرکب اضافی کا عطف کیا گیا ہے۔
جو مثبت مفہوم رکھتا ہے اور جس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم صرف عام اُمّت کے ہی باپ نہیں بلکہ انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ ہاں ان معنی کو یہ منفی مفہوم بھی لازم ہے کہ کوئی ایسا نبی آپ کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فیض پانے اور آپ کو روحانی باپ جاننے کا معترف نہ ہو خاتم النبیین کے یہی مثبت معنے سیاق کلام کے لحاظ سے آیت میں موزوں ہیں محض آخری نبی کے معنی ایک منفی مفہوم ہے۔ مگر آیت مثبت مفہوم کو چاہتی ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر وَلٰکِنْ سے پہلے جملہ منفی ہو جیسا کہ آیت زیر بحث میں مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ کا جملہ ہے تو وَلٰكِنْ کے بعد آنے والے جملہ کا مفہوم مثبت ہونا چاہیئے یہ بات مفتی صاحب کو بھی مسلّم ہے چنانچہ انہوں نے لکھا ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ میں دوسرے معنی سے ابوّت کا اثبات کیا گیا ہے۔ مگر آخری نبی کے معنی منفی مفہوم پر مشتمل ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور یہ معنی خود مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو بھی مسلّم نہیں کیونکہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی علی الاطلاق نہیں مانتے بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نبی اللہ کی آمد کے قائل ہیں۔ مفتی صاحب موصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی آخر میں وصفِ نبوت کے پانے کے لحاظ سے قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حسب حدیث نبوی كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ (میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھا) بتاتی ہے وصف نبوت آپ کو تمام انبیاء سے پہلے ملا ہے۔ جب مفتی صاحب موصوف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ نبی اللہ

کی آمد کے قائل ہیں تو پھر وہ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق آخری نبی ہیں اور کوئی نبی آپ کے بعد بحیثیت روحانی باپ کے نہیں ہو سکتا حالانکہ خاتم النبیین سے بلحاظ سیاق آیت مقصود ان کا یہ ثابت کرنا تھا کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے لئے کوئی اور روحانی باپ یعنی نبی نہیں ہوگا۔

## جماعت احمدیہ اور علمائے اہلسنّت مسیح موعود کے امتی نبی ہونے پر متفق ہیں

سو اس محل پر اگر مفتی صاحب خاتم النبیین کا مفہوم آخری نبی علی الاطلاق لیتے تو وہ کبھی یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتے تھے کہ حضرت علیہ السلام نبی اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریف لا کر اہل عالم کی تربیت کریں گے۔ پھر یہ عقیدہ صرف مفتی صاحب کا ہی نہیں بلکہ اکثر علماء اہلسنت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسےٰ نبی اللہ کی اصالتاً بعثت ثانیہ کے قائل ہیں اور اس طرح خاتم النبیین کے بعد ایک نبی کا آنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ مگر اس شرط کے ساتھ وہ نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ علماء اہل سنت کے نزدیک حضرت عیسےٰ علیہ السلام دوبارہ مبعوث ہو کر نبی اور رسول تو ہوں گے مگر ساتھ ہی حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی ہوں گے۔ پس ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کا منصب جو بقول ان علماء کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح موعود ہو کر ملے گا۔ یہ منصب آیت

خاتم النبیین کے منافی نہیں۔

واضح رہے۔ جماعت احمدیہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد آخری زمانہ میں اسی حیثیت کو مسیح موعود کے لئے پانا ضروری سمجھتی ہے کہ وہ امتی نبی ہے۔ اور حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کو امتی نبی کی حیثیت میں ہی مسیح موعود یقین کرتی ہے اور آپ کی نبوت کو علماء اہلسنت کی طرح آیت کریمہ خاتم النبیین کے منافی نہیں جانتی۔ کیونکہ علماء اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شریعت لانے والے نبی ہیں۔ نہ یہ کہ ان کے بعد مجرد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی "دافع الوسواس فی اثر ابن عباس" میں لکھتے ہیں:۔

"بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یا زمانے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ نئی شریعت لانے والا البتہ ممتنع ہے۔"

(دافع الوسواس نیا ایڈیشن صفحہ ۱۶)

نیز تحریر فرماتے ہیں:۔

"علمائے اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا۔ اور نبوت آپ کی تمام مکلفین کو شامل ہے جو نبی آپ کے ہمعصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ ہوگا۔" (دافع الوسواس صفحہ ۴ نیا ایڈیشن)

علامہ حکیم صوفی محمد حسن صاحب مصنف "غایۃ البرہان" لکھتے ہیں:-

"الغرض اصطلاح میں نبوت بخصوصیت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے وہ دو قسم پر ہے - ایک نبوت تشریعی جو ختم ہو گئی - دوسری نبوت بمعنی خبر دادن - وہ غیر منقطع ہے پس اس کو مبشرات کہتے ہیں اپنے اقسام کے ساتھ اس میں رؤیا بھی ہیں۔"

(الکواکب الدریہ صفحہ ۱۳۶-۱۳۷)

پس آیت خاتم النبیین کا منفی مفہوم یہ ہوا کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام تشریعی اور مستقل انبیاء میں سے علی الاطلاق آخری فرد ہیں اور کوئی مستقل اور تشریعی نبی آپ کے بعد نہیں آسکتا - جو بھی آئے اس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی ہونا ضروری ہے - لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے لئے آخری سند ہوں گے - اس طرح امتی نبی کی نبوت منافی خاتم النبیین نہ ہوئی - لہٰذا جو حیثیت علماء اہلسنت نبوت میں اپنے مزعوم مسیح موعود کی مانتے ہیں وہی حیثیت جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی انہیں مسیح موعود مانتے ہوئے تسلیم کرتی ہے پس جماعت احمدیہ اور علماء اہل سنت میں مسیح موعود کی نبوت کی قسم میں کوئی اصولی اختلاف نہیں - اختلاف صرف مسیح موعود کی شخصیت میں ہے کہ وہ کون ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً مسیح موعود ہیں یا ان کا کوئی مثیل مسیح موعود ہے -

**وفاتِ مسیح کا ثبوت:-** چونکہ جماعت احمدیہ علی وجہ البصیرت آیاتِ قرآنیہ

از احادیث نبویہ کی بناء پر یقین رکھتی ہے کہ جس عیسٰےؑ بن مریم کی آمد ثانی کا مفتی محمد شفیع صاحب کا عقیدہ ہے وہ وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے مولوی محمد شفیع صاحب کو ختم نبوت پر بحث کرنے کی بجائے احمدیوں کو حیات مسیح کا مسئلہ سمجھانا چاہیئے تھا کیونکہ وہ حیاتِ مسیح مان کر ہی آپ کے پورے ہم عقیدہ ہو سکتے ہیں۔ جب قرآن مجید کی آیت كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ نے صاف فیصلہ دے دیا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السّلام وفات پا چکے ہیں۔ اور وہ اصالتًا دوبارہ نہیں آئیں گے تو نزولِ مسیح کی احادیث کی تطبیق اس آیت سے اسی طرح ہو سکتی ہے کہ پیشگوئیوں میں مثیلِ مسیح کا نزول مراد ہے اور عیسٰے یا ابن مریم کا لفظ ان پیشگوئیوں میں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے حدیث نبوی مندرجہ صحیح بخاری كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔ (باب نزول عیسٰی) کے الفاظ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ بھی اس بات کے لئے قرینہ ہیں کہ عیسٰے بن مریم کا اصالتًا نزول مراد نہیں بلکہ تمثیلی صورت میں نزول مراد ہے کیونکہ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ کا جملہ اس بات پر شاہد ناطق ہے کہ جس شخص کا نزول حدیث میں بیان ہو رہا ہے وہ امت محمدیہ میں سے امّت کا امام ہونے والا ہے امّت سے باہر کا کوئی آدمی یا اسرائیلی مسیح مراد نہیں۔ اس امر کی تائید صحیح مسلم کی حدیث كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ فَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ سے بھی بخوبی ہو رہی ہے۔ جس میں صاف لفظوں میں

وَ اَمَّکُمْ کا مرجع ابن مریم ہے۔ اس ابن مریم کو امت میں سے اُمّت کا ہونے
والا امام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ایک سو بیس سال عمر
پانا حدیث نبوی اِنَّ عِیْسٰی بنَ مَرْیَمَ عَاشَ مِائَةً وَّ عِشْرِیْنَ
سَنَةً ؕ اور حدیث نبویؐ عمّر مِائَةً وَ عِشْرِیْن سے منصوص ہے۔
اور کوئی ایسی حدیث نبوی موجود نہیں کہ جس میں یہ بتلایا گیا ہو کہ وہ دو
ہزار سال یا اس سے زیادہ عمر پائیں گے۔ آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ
اس بات پر نص صریح ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔
اور وہ قیامت تک دوبارہ اپنی قوم میں نہیں آئیں گے۔ مضمون اس
اس آیت کا یوں ہے کہ:۔

اللہ تعالےٰ قیامت کے دن حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کہے گا۔

ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

کہ کیا تُو نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو معبود
مانو تو حضرت عیسٰے علیہ السلام قیامت کے دن جواب میں کہیں گے۔ اے
اللہ تو پاک ہے یہ میری شان نہ تھی کہ میں وہ بات جس کا مجھے حق نہ تھا،
کہتا۔ اگر میں نے ان کو ایسا کہا ہے تو تو جانتا ہے تو میرے نفس کی بات
جانتا ہے اور میں تیرے نفس کی بات نہیں جانتا تو غیبوں کا خوب جاننے
والا ہے میں نے ان کو وہی کچھ کہا تھا جس کا تُو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ
تعالےٰ کی عبادت کرو۔ جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں قوم

کے ان لوگوں کا شاہد رہا جب تک میں ان میں موجود رہا۔ پس جب تو نے مجھ
کو وفات دے دی تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔ یعنی وفات سے پہلے
میں اپنی قوم میں موجود رہا۔ اور میں نے انہیں ایسا حکم نہیں دیا کہ مجھے
اور میری ماں کو معبود جانو سو جب تو نے مجھ کو وفات دے دی۔ تو میری
ذمہ داری اور نگرانی ختم ہو گئی اور پھر اس وقت سے اے خدا میری
قوم تیری نگرانی میں چلی آ رہی ہے۔ یعنی مجھے تو قوم میں دوبارہ جانے
کا موقعہ ہی نہیں ملا کہ جا کر ان کی اصلاح کرتا۔

اب اگر کوئی شخص "تَوَفَّيْتَنِي" کے معروف معانی کو چھوڑ کر اس جگہ یہ
معنی کرے کہ جب تو نے مجھ کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ تو پھر تو ہی نگران تھا تو
یہ معنی بھی حضرت عیسٰے علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا فائدہ نہیں دیتے۔
کیونکہ اس صورت میں آیت کا مفاد یہ بن جاتا ہے کہ آسمان پر اٹھائے
جانے کے بعد قیامت کے دن تک ان کی قوم خدا کی نگرانی میں رہی
ہے نہ ان کی اپنی نگرانی میں۔ پس یہ آیت مسیح کی دوبارہ آمد میں روک
ہے۔ خواہ ان کو وفات یافتہ قرار دیا جائے یا زندہ سمجھا جائے۔ لیکن
زندہ سمجھنے میں یہ قباحت ہے کہ پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ قیامت تک
انہیں موت والی توفّی نہیں ہو گی اور وہ قیامت کے دن مرنے کے
بعد زندہ ہونے کے بغیر ہی خدا کے حضور پیش ہو جائیں گے حالانکہ خدا
فرماتا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران: ۱۸۵)
کہ ہر نفس کے لئے موت کا ذائقہ ضروری ہے۔

پھر توفی کا لفظ زندہ اٹھانے کے معنے میں کبھی عربی زبان میں استعمال نہیں ہوا تو مسیح کے لئے کیوں نئی لغت بنائی جائے اور جس لفظ کے معنے محاورہ عرب میں وفات دینا ہیں اس کے معنے کیوں زندہ خاکی جسم کے ساتھ اٹھائے کے کئے جائیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے لئے رفع الی اللہ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں تو یہ رفع کا لفظ توفی کے بعد باعزت وفات کے ذریعہ بلند درجات عطا کرنے کے لئے آیا ہے اور یہی خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا۔ جیسا کہ آل عمران کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ ۔ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں۔ پس مسیح کا جو رفع "بل رفعه الله" میں مذکور ہے وہ وفات کے بعد ہوا ہے۔ جیسا کہ تمام انبیاء کا رفع وفات کے بعد ہوا ہے اور وہ سب کے سب بعد از وفات اپنے درجہ میں مرفوع ہیں۔ اور سب سے بلند مقام رفع کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا ہے۔ حضرت انسؓ کی حدیث میں رفعه الله کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انہیں معنوں میں استعمال ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باعزت وفات دیکر آپ کے درجات کو بلند کیا۔

## علمائے محققین کا مذہب

علمائے محققین میں سے حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ اِنَّهٗ مَاتَ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے۔ (جلالین میں حاشیہ آیت فلما توفیتنی)

امام ابن حزم کے متعلق لکھا ہے۔

تَمَسَّكَ ابْنُ حَزْمٍ بِظَاهِرِ الْآيَةِ وَقَالَ بِمَوْتِهِ کہ امام ابن حزم نے آیت کے ظاہری معنی لئے ہیں یعنی ان کی تاویل نہیں کی اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل ہوئے۔

زمانہ حال کے علماء مصر کے مفتی علامہ رشید رضا لکھتے ہیں:-

فَفِرَارُهُ إِلَى الْهِنْدِ وَمَوْتُهُ فِي ذَالِكَ الْبَلَدِ لَيْسَ بِبَعِيدٍ عَقْلًا وَنَقْلًا۔ (المنار جلد ۱۵ صفحہ ۹)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہندوستان کی طرف ہجرت کر جانا اور وہاں کشمیر کے شہر میں وفات پا جانا عقل و نقل کے خلاف نہیں۔

مفتی مصر علامہ محمود شلتوت لکھتے ہیں:-

إِنَّهُ لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ وَلَا فِي السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ مُسْتَنَدٌ يَصْلَحُ لِتَكْوِينِ عَقِيدَةٍ يَطْمَئِنُّ إِلَيْهَا الْقَلْبُ بِأَنَّ عِيسَىٰ رُفِعَ بِجِسْمِهِ إِلَى السَّمَاءِ وَأَنَّهُ الْآنَ فِيهَا وَأَنَّهُ سَيَنْزِلُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ إِلَى الْأَرْضِ۔ (الفتاوی مطبوعہ قاہرہ مصر)

یعنی قرآن مجید اور سنت مطہرہ نبویہ میں کوئی سند موجود نہیں جس سے اس عقیدہ پر دل مطمئن ہو سکے کہ حضرت عیسیٰ اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور اب تک وہ آسمان پر زندہ ہیں اور یہ کہ وہی آخری زمانہ میں آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوں گے۔

پس جب مسیح کا زندہ آسمان پر جانا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں

## مفتی صاحب خاتم النبیّین کے معنے مطلق آخری نبی قرار نہیں دے سکتے

تو مسیح کا نزول جو حدیثوں میں مذکور ہے اس سے یہی مراد ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کوئی مثیل حسب حدیث امامکم منکم امت محمدیہ میں سے پیدا ہو اور امتی نبوت کا مقام حاصل کرے۔ مگر مفتی صاحب چونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اصالتاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کے قائل ہیں۔ لہذا وہ خاتم النبیّین کے معنے آیت زیر بحث میں مطلق آخری نبی مراد نہیں لے سکتے۔ کیونکہ یہ معنی مسیح موعود کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ظہور میں مانع ہیں۔ خواہ وہ مسیح موعود اُمت سے پیدا ہونے والا ہو یا بقول مفتی صاحب خود حضرت عیسٰی علیہ السلام اصالتاً مراد ہوں۔

خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مسیح موعود کو احادیث نبویہ میں نبی اللہ کا نام دیا ہے۔ میں قبل ازیں بیان کر چکا ہوں کہ سیاق آیت میں مطلق آخری نبی کا مفہوم کوئی جوڑ اور علاقہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ مطلق آخری نبی کے معنی منفی مفہوم پر مشتمل ہیں۔ اور آیت کا تقاضا بلحاظ سیاق کلام ایک مثبت مفہوم کا ہے سو جیسے رسول اللہ کے الفاظ ایک مثبت مفہوم رکھتے ہیں ایسے ہی خاتم النبیّین کے الفاظ ایک مثبت مفہوم پر مشتمل ہیں۔ ہاں جب کوئی چیز ثابت اور متحقق ہو تو وہ چونکہ اپنے سارے لوازم کے ساتھ ہوتی ہے۔ لہذا خاتم النبیّین کے مثبت معنی کو جو آگے تفصیل سے بیان کئے جائیں گے۔ افضل النبیّین ہونا بھی لازم ہے۔ بعد از ظہور آخری شارع

نبی ہونے کا مفہوم بھی لازم ہے۔ آخری شارع نبی ہونے کا مفہوم لازم ہونے پر حسب بیان مفتی محمد شفیع صاحب آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ شاہد ہے۔ اس میں اسلام کا انتہائی کامل ہونا ثابت ہے۔

چنانچہ مفتی صاحب نے امام رازی کی تفسیر کی رو سے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

"اس سے ظاہر ہے کہ شرائع سابقہ کی تکمیل ابدی اور علی الاطلاق تکمیل نہ تھی۔ اگرچہ اپنے اوقات کے لحاظ سے وہ سب کامل و مکمل تھیں یہی آیت کی مراد ہے جیسا کہ امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں اس کی تصریح فرماتے ہیں۔" (ختم نبوت کامل صفحہ ۸۲-۸۳)

گویا اس آیت سے یہ ظاہر ہوا کہ شریعت محمدیہ کے ذریعہ شریعت کی تکمیل بھی ہوئی اور وہ تکمیل بھی علی الاطلاق ہوئی اور یہ مفہوم تکمیل شریعت کا منصب خاتم النبیین کو لازم ہے۔ اس لئے اس آیت کی روشنی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق مکمل ابدی شریعت لانے کے لحاظ سے تمام انبیاء میں سے آخری تشریعی نبی قرار پائے۔ خواہ وہ انبیاء سابقین ہوں یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی شریعت کے ماتحت آنے والے ہوں۔ جو نبی بھی آپ کے ماتحت آئے گا۔ وہ آپ کا فرزند روحانی ہی ہوگا۔ پس خاتم النبیین کے حقیقی مثبت معنی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا علی الاطلاق اور آخری تشریعی نبی ہونا لازم ہوا۔ پس یہ معنی بھی آیت خاتم النبیین کے حقیقی معنی کے لوازم میں سے ہیں۔

واضح رہے کہ خاتم النبیین کے معنے کا منفی پہلو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے مثبت معنی کو نظرانداز کرکے اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ جب آنحضرت کامل اور ابدی شریعت لانے والے نبی ہیں تو اسی حیثیت سے آپ آخری نبی ہوئے۔ نہ کہ اس حیثیت کو الگ کرکے آخری نبی۔

## خاتم النبیین کے مثبت اور حقیقی معنی

آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ میں خاتم النبیین کے مثبت معنے سیاق آیت کے رو سے مفتی محمد شفیع صاحب کے مسلّم بزرگ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند یہ بیان فرماتے ہیں۔

"جیسے خاتم بفتح التاء کا اثر مختوم علیہ میں ہوتا ہے۔ ایسے موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوگا۔ حاصل مطلب آیت کریمہ (وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ ناقل) اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ (جسمانی۔ ناقل) تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوت معنوی (روحانی باپ ہونا۔ ناقل) امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط آیت خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصاف معروض اور موصوف بالعرض موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں۔ اور موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کا اصل ہوتا ہے۔ اور وہ اس کی نسل

. . . . . . . . . . . . . . . . .

. . . . . . . . . . . . . . . . .

اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں غور کیجئے ۔"

(تحذیر الناس صفحہ ۱)

حضرت مولانا کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ لفظ رسول اللہ کے ذریعہ آنحضرت کو امت محمدیہ کا باپ قرار دیا گیا ہے اور لفظ خاتم النبیّین کے ذریعہ آنحضرت کو تمام انبیاء کا باپ قرار دیا گیا ہے اور اس طرح آنحضرتؐ کی نبوّت بوجہ خاتم النبیّین ہونے کے بالذات ہے۔

سوا آپ ادر سب نبیوں کی نبوت آپ کی نبوت کا اثر اور فیض ہے جس طرح خاتم النبیّین (یعنی مُہر ۔ ناقل) کا اثر مختوم علیہ پر ہوتا ہے چنانچہ وہ تحذیر الناس میں ہی خاتم النبیّین کے معانی میں یہ لکھتے ہیں کہ:-

"آنحضرت موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ۔ اوروں کی نبوّت آپ کا فیض ہے مگر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں اس طرح آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے ۔ غرض جیسے آپ نبی اللہ ہیں ۔ ویسے ہی نبی الانبیاء ہیں۔" (صفحہ ۴)

اس سے پہلے مولانا موصوف یہ تحریر فرماتے ہیں:-

"عوام کے خیال میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنے ہے کہ آپؐ سب میں آخری نبی ہیں ۔ مگر اہل فہم پر روشن

ہوگا۔ کہ تقدم اور تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں
پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ
فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ؟ (صٓ۳)

مولانا موصوف کے اس بیان سے یہ ہے کہ خاتم النبیّین کے الفاظ قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے محل مدح میں وارد ہیں۔ اس لئے اس کے معنے محض آخری نبی درست نہیں۔ کیونکہ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نہ کوئی مدح ہوتی ہے۔ اور نہ کوئی ذاتی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ تقدم اور تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ چنانچہ آپ مناظرہ عجیبہ کے صٓ۶۹ پر بھی لکھتے ہیں :

"تاخر زمانی افضلیت کے لئے موضوع نہیں۔ افضلیت کو مستلزم نہیں۔ افضلیت سے بالذات اس کو کچھ علاقہ نہیں"

(مناظرہ عجیبہ صٓ۶۹)

پس مولانا محمد قاسم علیہ الرحمۃ کے نزدیک خاتم النبیّین کے اصل اور مقدم معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالذات ہے۔

ان معنی کو وہ خاتمیت مرتبی قرار دیتے ہیں اور ان معنی کے رو سے تمام انبیاء کی نبوّت کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے ہیں یا بالفرض بعد آئیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالذات کا فیض اور فرع قرار دیتے ہیں۔ اور سیاق آیت خاتم النبیّین کے مطابق ان انبیاء کو آپ کی نسل اور آپ کو ابو الانبیاء یعنی نبی الانبیاء جانتے ہیں۔ پھر انہی معنی کو آپ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افضل النبیین ہونے کا مستلزم بتاتے ہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے۔ جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے۔ تو پھر سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو افراد مقصود بالخلق میں مماثل نبوی نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس صورت میں انبیاء کے افراد خارجی (انبیاء سابقین۔ ناقل) ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ (جن انبیاء کا آئندہ بھیجا جانا مقدر ہے۔ ناقل) پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔"

(تحذیر الناس صفحہ ۲۵، ۲۸ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

مولانا محمد قاسم صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت قرار دینے کے ساتھ ہی یہ بھی مانتے ہیں کہ یہ معنی خاتمیت زمانی کو بھی مستلزم ہیں۔ مگر خاتمیت زمانی کا مفہوم آپ کے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شریعت کا لانے والے نبی ہیں جو تا قیامت قائم رہے گی۔ اور آپ سے بعد آنے والے نبیوں کے لئے آپ آخری سند ہیں۔ وہ آپ کی شریعت کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کر سکتے۔ اس طرح بالفرض جو نبی آپ کے بعد پیدا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خاتم بالذات کے فیض سے ہی نبوت کا مقام پائے گا۔ اور چونکہ وہ آنحضرتؐ
صلے اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہوگا۔ اور کوئی نئی شریعت نہیں لائے گا
اور نہ آپ کی شریعت کے کسی حکم کو منسوخ کرے گا۔ اس لئے اس کی نبوت
سے خاتمیت محمدی میں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت بالذاتؐ
اور خاتمیت زمانی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ خاتمیت بالذات مرتبی
کے معنوں کے ساتھ خاتمیت زمانی کے اثبات میں مولانا موصوف تحریر
فرماتے ہیں:۔

"سب سے اوپر عہدہ گورنری یا وزارت ہے۔ اور سوائے
اس کے سب عہدے اس کے ماتحت ہوتے ہیں اوروں کے
احکام کو وہ توڑ سکتا ہے اس کے احکام کو اور کوئی توڑ نہیں
سکتا۔ وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اس پر مراتب عہدہ جات
ختم ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی خاتم مراتب کے اوپر اور کوئی عہدہ ہوتا
ہی نہیں۔ جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے اس لئے اس کے
احکام اوروں کے لئے ناسخ ہوں گے۔ اوروں کے احکام اس
کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ وہ
خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکام
ماتحت کے بعد آتی ہے۔ اس لئے اس کا حکم آخری حکم ہوتا ہے
چنانچہ ظاہر ہے۔ پارلیمنٹ تک مرافعہ کی نوبت سب کے
بعد ہی آتی ہے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کسی اور نبی نے

دعویٰ خاتمیت نہ کیا۔ کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کیا۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں مضمون بتصریح موجود ہے۔"
(مباحثہ شاہجہانپور ص ۲۴-۲۵)

گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے انبیاء
اگر بالفرض ہوں تو مولانا موصوف کے نزدیک ان کے لئے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا یہ مفہوم ہوگا۔ کہ وہ ناسخ شریعت
محمدیہ نہیں ہوں گے۔ بلکہ تابع شریعت محمدیہ ہوں گے۔ اور ان کے
لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود آخری سند ہوگا۔ اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا فیصلہ ان کے لئے آخری فیصلہ ہوگا۔
جیسے پارلیمنٹوں کا فیصلہ ماتحت حکام کے لئے آخری سند اور آخری فیصلہ
ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ان کی بعثت شریعت محمدیہ کے احکام کی اشاعت
کے لئے ہوگی۔ خاتمیت زمانی کو انہی معنوں میں تسلیم کرنے کی صورت میں
مولانا موصوف کا یہ بیان خاتمیت بالذات کے ساتھ درست قرار پاسکتا ہے کہ

"بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی
پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔"
(تحذیر الناس ص ۲۸)

مولانا موصوف خاتمیت زمانی کی غرض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
"غرض خاتمیت زمانی سے یہ ہے کہ دین محمدی بعد ظہور منسوخ
نہ ہو۔" (مناظرہ عجیبہ ص ۴۱)

یہ غرض رکھنے والی خاتمیت زمانی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے نبی کے آنے میں مانع نہیں ہو سکتی جو آپ کا امتی بھی ہو اور اس طرح آپ کی شریعت کا تابع ہو اور کسی نئی شریعت لانے کا مدعی نہ ہو بلکہ اس کی بعثت کی غرض اشاعت دین محمدی ہو۔

غرض مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی امتی نبی کا پیدا ہونا خاتمیت بالذات مرتبی کا ہی فیض ہوگا۔ اور خاتمیت زمانی کے بھی خلاف نہ ہوگا۔

**مفتی محمد شفیع کے معنی کی خرابی**

مگر اس کے برخلاف مفتی محمد شفیع صاحب خاتم النبیین کے معنے خاتمیت بالذات مرتبی کو نظر انداز کرکے صرف خاتمیت زمانی قرار دیتے ہیں اور یہ معنی بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصف نبوت پانے میں تمام نبیوں سے آخری نبی ہیں ان معنی کو درست قرار دینے کی صورت میں اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی امتی نبی بھی پیدا ہو۔ تو خاتمیت زمانی میں فرق آجاتا ہے۔ حالانکہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ خاتم النبیین کے معنے کے لحاظ سے فرماتے ہیں۔

"اس سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"

پس مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے نزدیک مفتی محمد شفیع صاحب کے خاتمیت زمانی کے معنی درست قرار نہیں پاتے۔ کیونکہ ان معنی سے مولانا محمد قاسم صاحب کا یہ بیان کہ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا سراسر غلط اور جھوٹ قرار پاتا ہے۔ صرف خاتمیت زمانی کو تسلیم کرنے اور خاتمیت

بالذات کو نہ ماننے سے مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بالذات افضلیت تمام نبیوں پر ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ آخر کا لفظ بقول مولانا محمد قاسمؒ افضلیت کے لئے موضوع نہیں اور نہ افضلیت کو مستلزم ہے اور نہ افضلیت سے اس کا کچھ علاقہ ہے۔" (مناظرہ عجیبہ ص۴۹) اور خاتمیت زمانی کے معنی "آخری نبی" سے افضلیت کو مستنباط کرنا مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شرف کا باعث نہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

" سو خاتمیت زمانی یا اولیت زمانی میں کچھ کمال نہیں ورنہ زمانہ سے افضلیت کا استفاضہ ماننا پڑے گا۔۔۔۔۔۔۔

اور ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ زمین و زمان اور کون و مکان آپ سے مشرف ہے آپ کو ان سے شرف نہیں۔" (مناظرہ عجیبہ ص۹۵)

پس جب آخری نبی کے معنی سے مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء پر بالذات افضلیت ثابت نہیں ہوتی تو خاتم النبیین کے معنی خاتمیت زمانی لے کر ان کے ساتھ خاتمیت بالذات مرتبی کے معنی تسلیم کرنا بھی ضروری ہوں گے۔ تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بالذات افضل النبیین قرار پائیں۔

### خاتم النبیین کے دونوں معنوں میں علاقہ کی نوعیت

واضح رہے خاتم النبیین کے یہ دونوں معنی جب قبول کئے جائیں تو ان میں کوئی جوڑ اور علاقہ ہونا چاہیئے۔ اور

وہ علاقہ یا اشتراک معنوی کا ہو سکتا ہے یا لازم وملزوم کا۔ اگر حسنا تم کو
علی الاطلاق لے کر اس میں ان دونوں معنوں کا اشتراک تسلیم کیا جائے
تو یہ دونوں معنے بیک وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تب ملنے
جا سکتے ہیں جبکہ ان میں تناقض نہ پایا جائے۔ کیونکہ وہ معنے جو ایک دوسرے
کے نقیض ہوں وہ بیک وقت ایک ذات میں صادق نہیں آسکتے۔ اسی
طرح اگر ایک معنی ملزوم قرار دیئے جائیں اور دوسرے معنوں کو ان ملزوم
معنے کا لازم قرار دیا جائے تو اس صورت میں بھی وہ دونوں معنی آپس
میں ایک دوسرے کی نقیض نہ ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ایک ذات میں دو
متناقض معنوں کا پایا جانا محال ہے۔ پس خاتم النبیین کے یہ دونوں معنے
ایک دوسرے تباین کلی یا تناقض نہیں رکھ سکتے۔

سو ظاہر ہے کہ خاتم کا اگر خاتمیت بالذات مرتبی اور خاتمیت زمانی
کے معنوں میں اشتراک قرار دیا جائے یا انہیں باہم ملزوم و لازم قرار دیا
جائے۔ ان دونوں صورتوں میں ان دونوں معنوں کو ایک دوسرے کا نقیض
قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ ایک ذات میں اجتماع النقیضین محال ہے۔

مولانا محمد قاسم صاحب خاتم بالذات کے معنوں کو ضرور جانتے ہیں
اور انہی معنوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالذات افضل النبیین
ہونے کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ وہ اوپر کی دو صورتوں میں سے کسی نہ کسی
صورت میں خاتمیت زمانی کا خاتم بالذات سے علاقہ ضروری قرار دیتے ہیں
یا بصورت اطلاق وعموم معنی خاتم یا بصورت ملزوم و لازم۔ چنانچہ

وہ تحریر فرماتے ہیں :-

" سو اگر اطلاق و عموم ہے تو تب تو خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ
تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ظاہر ہے "

(تحذیر الناس ص۹)

افسوس کی بات ہے کہ مولوی محمد شفیع خاتمیت زمانی کے یہ معنی لیتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ ایک پہلو سے امتی بھی ہو۔ یہ معنی خاتمیت بالذات مرتبی کے صریح منافی اور متناقض ہیں۔ کیونکہ خاتمیت بالذات یہ قرار دیتی ہے۔ کہ

" اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو اس سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا "

(تحذیر الناس ص۲۵ و ۲۸ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

اور مولوی محمد شفیع خاتمیت محمدی کے یہ معنے لیتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ آپ کا امتی ہی ہو۔ اب ظاہر ہے ان معنی میں خاتمیت زمانی خاتمیت بالذات کی نقیض ہوئی۔ اور لفظ خاتم کا ان دونوں معنوں میں نہ ایسا اشتراک ثابت ہوتا ہے کہ دونوں معنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں صادق ہوں اور نہ ملزوم و لازم کا علاقہ پایا جاتا ہے کہ یہ دونوں معنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں صادق ہوں پس مفتی صاحب کا خاتمیت زمانی کا مفہوم غلط ہوا کیونکہ اس سے اجتماع نقیضین لازم آرہا ہے جو محال ہے۔ لہذا جو عقیدہ مستلزم محال

ہو وہ محال ہے۔ لہذا مفتی صاحب کا خاتمیت زمانی کا مزعوم مفہوم محال ثابت ہوا۔

علاوہ ازیں مولانا محمد قاسم صاحب ان دونوں معنوں میں علت و معلول کا علاقہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ مناظرہ عجیبہ میں مولوی عبدالعزیز صاحب کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:۔

"مولانا خاتمیت زمانی کی تو میں نے توجیہ اور تائید کی ہے تغلیط نہیں کی۔ مگر آپ گوشہ عنایت و توجہ دیتے ہی نہیں تو میں کیا کروں۔ اخبار بالعلت مکذب اخبار بالمعلول نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا مصدق اور مؤید ہوتا ہے۔ اوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیت مرتبی کا بہ نسبت خاتمیت زمانی ذکر کیا۔ (مناظرہ عجیبہ صـ۳۲)

پس مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک خاتم النبیین کی خاتمیت بالذات مرتبی خاتمیت زمانی کی علت اور ملزوم ہے اور خاتمیت زمانی ان معنی کا معلول اور لازم المعنی ہے۔ اور معلول کا علت سے اور لازم کا ملزوم سے بے تعلق ہونا محال ہے۔ لہذا خاتم النبیین کے ہر دو معنی خاتم بالذات اور خاتم زمانی تسلیم کرنے پر دونوں میں علت و معلول اور ملزوم و لازم کے علاقہ ہونے کی وجہ سے انہیں ایک دوسرے کی نقیض نہیں ہونا چاہیئے۔ تبھی تو مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ بیان درست قرار پاسکتا ہے کہ:۔

"بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔"

(تحذیر الناس ص۲۵ و ص۲۵ طبعا لا ایڈیشن مختلفہ)

## خاتم بالذات کا مفہوم کیسے استنباط کیا

واضح ہو خاتم بالذات مرتبی کا مفہوم مولانا محمد قاسم صاحب نے آیت خاتم النبیین کے سیاق سے اس طرح استنباط کیا ہے کہ اس جگہ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ابوّت جسمانی کی مردوں کی نسبت نفی کے بعد وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں آپ کی ابوّت معنوی بیان کی گئی ہے یعنی رسول اللہ کے الفاظ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امّت کا روحانی باپ قرار دیا گیا ہے۔ اور خاتم النبیین کے الفاظ میں آپ کو تمام انبیاء کا باپ بیان کیا گیا ہے۔ لہذا آپ کی نبوّت بالذات ہے اور تمام نبیوں کے لئے علت ہے۔ لہذا سوا آپ کے اور نبیوں کی نبوّت تو آپ کا فیض ہے مگر آپ کی نبوّت کسی اور نبی کا فیض نہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب کو اپنے ان مختار معنی کی تائید لغت سے بھی حاصل ہے۔ چنانچہ آپ نے از روئے لغت تحریر فرمایا۔

"جیسے خاتم بفتح تاء کا اثر مختوم علیہ پر ہوتا ہے۔ ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوگا۔"

(تحذیر الناس ص۱۰)

### مفتی محمد شفیع صاحب کے معنے

مفتی محمد شفیع صاحب ان معنی کو اپنی کتاب میں بالکل نظر انداز کر کے اور ان کا ذکر تک نہ کر کے آیت خاتم النبیّین کے صرف آخر النبیین معنی قرار دیتے ہیں۔ اور ان معنوں کے سوا خاتم النبیّین کے کوئی اور معنی ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے خاتم النبیّین کی دو قرأتوں خاتم بکسر تاء و خاتم بفتح تاء کا ذکر کرنے کے بعد از روئے لغات عربی خاتم کے سات معنی لکھے ہیں۔ جو یہ ہیں:-

اوّل۔ نگینہ۔ مہر جس پر نام وغیرہ کندہ کئے جاتے ہیں۔
دوم۔ انگشتری یا انگوٹھی۔ مثلاً خاتم ذہب یعنی سونے کی انگوٹھی۔
سوم۔ آخرِ قوم
چہارم۔ گھوڑے کے پاؤں میں جو تھوڑی سی سفیدی ہو۔
پنجم۔ گدّی کے نیچے جو گڑھا ہے۔
ششم۔ خاتم بالکسر بمعنی اسم فاعل ختم کرنے والا۔
ہفتم۔ خاتم بالفتح۔ مہر کا جو نقش کاغذ وغیرہ پر اُتر آتا ہے۔
(ختم نبوت کامل صفحہ)

یہ معنے درج کر کے لکھتے ہیں:-

"پہلے اور دوسرے معنی یعنی نگینہ اور مُہر اور انگشتری آیت میں کسی طرح حقیقت کے اعتبار سے مراد نہیں ہو سکتی۔ اور

باجماع علمائے لغت و باتفاق عقلائے دنیا جب تک حقیقی معنی درست ہوسکیں۔ اس وقت تک مجازی معنی کا اعتبار کرنا باطل ہے۔ لہذا پہلے اور دوسرے معنی ہرگز مراد نہیں ہوسکتے۔ چوتھے پانچویں معانی کا تو آیت میں کسی انسان کو وہم بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اس آیت میں نہ حقیقۃً درست ہیں نہ مجازاً۔ اس طرح ساتویں معنی یعنی مہر کا نقش یہ بھی حقیقی معنی کے لحاظ سے آیت میں مراد نہیں ہوسکتے اور تیسرے معنی یعنی آخر قوم اور چھٹے معنی یعنی ختم کرنے والا۔ یہ دونوں معنی آیت میں حقیقت کے اعتبار سے درست ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ ان میں پہلے دونوں قرأتوں یعنی خاتم بالکسر اور خاتم بالفتح پر درست ہیں۔ اور دوسرے معنی صرف خاتم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہیں "۔

آگے لکھتے ہیں:۔

"حاصل معنی پر غور کیا جائے تو دونوں کا خلاصہ صرف ایک ہی نکلتا ہے اور بلحاظ مراد کہا جاسکتا ہے کہ دونوں قرأتوں پر آیت کے معنی لغتاً یہی ہیں کہ آپ سب انبیاء علیہم السلام کے آخر ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا"۔ (ختم نبوت کامل ص)

**ہماری تنقید** مفتی محمد شفیع صاحب نے خاتم النبیین بکسر تاء کے لئے چھٹے معنے نبیوں کو ختم کرنے والا حقیقی معنے

قرار دیتے ہیں۔ اگر خاتم النبیین کے معنی نبیوں کو ختم کرنے والا لئے
جائیں تو ان معنوں میں خاتم کا اسناد حقیقی خدا تعالیٰ کی طرف ہوگا کیونکہ
جو ہستی نبیوں کو بھیجتی رہی ہے وہی انہیں ختم کرنے والی ہو سکتی ہے لہٰذا
ان معنوں میں خاتم کا اسناد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مجازی
ہی ہو سکتا ہے نہ کہ حقیقی۔ ماسوا اس کے خود خاتم کے لفظ کے معنی ختم
کرنے والا مجازی معنیٰ ہیں نہ کہ حقیقی جیسے آگے معلوم ہوگا۔

خاتم بفتح "تاء" کی قرأت خاتم النبیین کے معنی علی الاطلاق
آخر النبیین کئے جائیں تو یہ بھی مجازی معنے ہیں نہ کہ حقیقی معنی۔ تفصیل
اس اجمال کی یہ ہے کہ مفردات القرآن للامام الراغب میں جس کی تعریف میں
مفتی صاحب نے لکھا ہے :۔

"شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اتقان میں فرمایا ہے لغت قرآن
میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی"
(ختم نبوت کامل صفحہ …)

لغتِ عربی میں ختم کے حقیقی معنی
تاثیر شئی ختم کرنا اور آخر کو پہنچنا
مجازی معنے ہیں۔

اس بے نظیر لغت قرآن میں امام
راغب لکھتے ہیں :۔
اَلْخَتْمُ وَالطَّبْعُ یُقَالُ
عَلٰی وَجْهَیْنِ مَصْدَرُ

خَتَمْتُ وَطَبَعْتُ وَهُوَ تَأْثِيرُ الشَّيْءِ كَنَقْشِ
الْخَاتَمِ وَالطَّابَعِ۔ وَالثَّانِي الْأَثَرُ الْحَاصِلُ

عَنِ النَّقْشِ ۔

ترجمہ :۔ کہ خَتم اور طَبع کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ خَتَمْتُ اور طَبَعْتُ کا مصدر ہیں اور ان کے معنیٰ خاتم (مُہر) کے نقش پیدا کرنے کی طرح کسی شے کا دوسری میں اثر پیدا کرنا ہیں اور دوسری صورت حقیقی معنوں کی نقش کی طرح کی تاثیر کا اثر حاصل ہیں۔

خَتم اور طَبع کے یہ دو حقیقی معنیٰ بیان کرنے کے بعد امام راغبؒ آگے خَتم کے مجازی معنیٰ یوں بیان کرتے ہیں۔

• وَيُتَجَوَّزُ بِذَالِكَ تَارَةً فِي الْاِسْتِيْثَاقِ مِنَ الشَّيْءِ وَالْمَنْعِ مِنْهُ اِعْتِبَارًا بِمَا يَحْصُلُ مِنَ الْمَنْعِ بِالْخَتْمِ عَلَى الْكُتُبِ وَالْاَبْوَابِ نَحْوُ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَتَارَةً فِي تَحْصِيْلِ اَثَرٍ عَنْ شَيْءٍ اِعْتِبَارًا بِالنَّقْشِ الْحَاصِلِ وَتَارَةً يُعْتَبَرُ مِنْهُ بُلُوْغُ الْاٰخِرِ وَمِنْهُ قِيْلَ خَتَمْتُ الْقُرْاٰنَ اَيْ اِنْتَهَيْتُ اِلٰى اٰخِرِهٖ ؎

(المفردات فی غریب القرآن زیر لفظ "خَتم")

ترجمہ :۔ اور حقیقی معنوں سے تجوز اختیار کرکے یعنی مجاز کے طور پر کبھی ختم کے معنی کتابوں اور دروازوں پر مُہر لگانے کے لحاظ سے خوب

بند کر دینے اور روکنے کے ہوتے ہیں۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ میں یہی مجازی معنی مراد ہیں۔ اور کبھی اس کے مجازی معنی نقش حاصل کے لحاظ سے کسی شے سے اثر پیدا کرانا ہوتے ہیں اور کبھی اس کے مجازی معنی آخر کو پہنچنا ہوتے ہیں اور انہیں معنوں میں خَتَمْتُ الْقُرْاٰنَ کہا گیا ہے۔ کہ میں تلاوت میں قرآن کے آخر تک پہنچ گیا۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ ختم اور طبع کے حقیقی معنی دو ہیں یعنی تاثیر الشئ اور اثر حاصل۔ تاثیر الشئ اس کے مصدری معنی ہیں اور اثر حاصل حاصل مصدر کے معنی ہیں۔ مفردات القرآن میں یہ دونوں معنی حقیقی قرار دیئے گئے ہیں ان معنوں کے علاوہ بندش۔ روک اور تحصیل اثر من شئ اور آخر کو پہنچنا مجازی معنی قرار دیئے گئے ہیں۔ آیت خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ کی تفسیر میں تفسیر بیضاوی کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے۔

فَاِطْلَاقُ الْخَتْمِ عَلَی الْبُلُوْغِ وَالْاِسْتِیْثَاقِ مَعْنًی مَجَازِیٌّ۔

یعنی ختم کا آخر کو پہنچنے اور بند کرنے کے معنوں میں استعمال مجازی معنی میں ہے۔

اس لحاظ سے خَاتَم النَّبِیّٖن بفتح تاء کی قرأت کے لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی حقیقی مصدری معنوں کے لحاظ سے نبیوں کے لئے ذریعہ تاثیر ہوئے

کیونکہ خاتَم بفتح تاء آلۂ تاثیر ہے۔ اور خاتِم النّبیّین بکسر تاء کے
لحاظ سے خاتِم النّبیّین کے معنے نبیوں کے لئے مؤثر نبی کے ہوئے۔
پس تمام انبیاء کے مقابلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان نبیوں
کے لئے ذریعہ تاثیر یا ان نبیوں کے لئے مؤثر نبی کے ہوئے اور یہی معنی
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین بالذات ثابت کرتے ہیں
جس سے یہ مراد ہے کہ سب انبیاء آپؐ کی خاتَم (مُہر) کے فیض سے
نبوت پاتے ہیں۔ اور آپ کا خاتم النبیّین ہونا تمام انبیاء کے لئے علّت
ہے اور سب انبیاء آپ کی خاتم بالذات کا معلول ہیں۔ انہی حقیقی
معنوں کو مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ نے اختیار کیا ہے
اور انہی معنی کو خاتمیّتِ زمانی کا ملزوم اور خاتمیّت زمانی کی علّت قرار
دیا ہے۔ پس مفتی محمد شفیع صاحب کا خاتِم بکسر تاء اور خاتَم بفتح تاء کا
خاتم النبیّین کی آیت میں نبیوں کو ختم کرنے والا یا آخر النبیّین معنی کرنا
مجازی معنیٰ ہوئے نہ حقیقی معنیٰ۔

لیکن عجیب بات ہے کہ مفتی صاحب ختم کرنے والا یا آخر النبیّین
کے معنی کو جو مجازی معنی ہیں حقیقی معنیٰ قرار دے رہے ہیں۔ اور دونوں
کا مفاد یہی قرار دے رہے ہیں کہ آپ سب انبیاء میں سے آخری نبی
ہیں۔ اس کے سوا مفتی صاحب کے نزدیک خاتم النبیّین کے کوئی اور معنی
ہی نہیں ہیں۔ مگر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مفتی صاحب کے ان
حصریہ معنوں کو عوام کے معنے قرار دیتے ہیں نہ کہ اہلِ فہم کے معنی چنانچہ وہ

تحریر فرماتے ہیں :۔

"عوام کے خیال میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّٖن فرمانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے" (تحذیر الناس ص۳)

اس سے ظاہر ہے کہ مفتی صاحب کا خاتم النبیّٖن کے معنی آخری نبی کے سوا کوئی اور معنی جو مدح پر دلالت کرتے ہوں نہ تسلیم کرنا اور صرف آخری نبی کے معنوں پر حصر کرنا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک انہیں عوام میں داخل کرتا ہے نہ کہ اہلِ فہم میں۔ اہل فہم کے معنے ان کے نزدیک یہ ہیں :۔

"کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں۔ اوروں کی نبوّت تو آپ کا فیض ہے مگر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔" (تحذیر الناس ص۴)

مفتی صاحب نے اہل فہم کے معنی کو اپنی کتاب ختم نبوّت میں کہیں ذکر نہیں کیا اور صرف عوام کے معنوں پر ہی زور دیا ہے۔ حالانکہ مقدم اور حقیقی معنی خاتم النبیّٖن کے خاتم بالذات نبی ہیں۔ نہ کہ آخری نبی۔ آخری نبی کے

معنیٰ تو آخری تشریعی نبی بشریعۃ تامہ کاملہ مستقلہ الی یوم القیٰمۃ کے معنوں میں ان معنی کو لازم ہیں نہ یہ کہ خاتم النبیین کے صرف یہی ایک معنی ہیں ان کے سوا کوئی اور معنی نہیں۔

**مفتی صاحب کی علمی غلطی**

پس جناب مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے اس بیان میں سخت علمی غلطی کا ارتکاب کیا ہے کہ خاتم النبیین کی دونوں قراءتوں میں تمام نبیوں کو ختم کرنے والا نبی یا آخر النبیین حقیقی معنی ہیں۔ حالانکہ مفردات القرآن کے بیان اور حاشیہ بیضاوی سے یہ ظاہر ہے کہ ختم کرنا اور آخر کو پہنچنا ختم مصدر کے مجازی معنی ہیں حقیقی معنی اس کے تاثیر الشیٔ اور اثر حاصل ہیں۔ انہی حقیقی معنوں کو مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اختیار کیا ہے اور انہی معنیٰ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالذات اور دوسرے انبیاء کی نبوتیں آپؐ کی خاتم روحانی کا فیض اور تاثیر کا اثر حاصل قرار پاتی ہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب نے آگے چل کر لکھا ہے:۔

"خاتم بالفتح اور بالکسر کے حقیقی معنے صرف دو ہو سکتے ہیں اور اگر بالفرض مجازی معنے بھی لئے جائیں تو اگرچہ اس جگہ حقیقی معنی کے درست ہوتے ہوئے اس کی ضرورت نہیں لیکن بالفرض اگر ہوں تب بھی خاتم کے معنے مُہر ہوں گے۔ جیسا کہ خود مرزا صاحب قادیانی حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۹۷ میں تصریح کرتے ہیں[1]۔ اور

---

[1] حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے تو حقیقۃ الوحی ص۹۷ کے حاشیہ پر افاضۂ کمال والی

اس وقت آیت کے معنے یہ ہوں گے کہ آپ انبیاء پر مُہر کرنیوالے
ہیں جس کا خلاصہ بھی پہلے معنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ کیونکہ محاورہ
میں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں چیز پر مُہر کردی یعنی اب
اس میں کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی۔ قرآن عزیز میں فرمایا ہے
خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے
دلوں پر مُہر کردی یعنی اب ان میں کوئی خیر کی چیز داخل نہیں ہو تی"
(ختم نبوت کامل صفحہ ۹۸)

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ مفتی صاحب کے نزدیک خاتم کے مزعوم معنی
حقیقی کا مفاد آخری نبی ہے پھر وہی مفاد وہ خاتم کے معنی مُہر لیکر
اس کے مجازی معنی سے بھی اخذ کر رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اور مجاز
کا اجتماع مطابق بیان مفتی صاحب علمائے لغت اور عقلمندوں کے
نزدیک محال ہے پس جب خاتم النّبیّین کے حقیقی معنے بھی مفتی صاحب
کے نزدیک آخری نبی ہوتے اور خاتم بمعنی مُہر کے مجازی معنی کا مفاد بھی
کسی نبی کا آئندہ نہ پیدا ہو سکنا ہوا۔ اور مفہوم اس کا بھی آخری نبی نکلا۔
تو اس طرح حقیقت اور مجاز کا اجتماع لازم آیا۔ اس سے تو مفتی صاحب
کو خود ہی سمجھ جانا چاہیئے تھا کہ ان کے معنی ختم کرنے والا اور آخری بھی

---

بقیہ حاشیہ: ہی تراش مُہر کا ذکر کیا ہے نہ کہ بند کرنیوالی مُہر کا۔ سو اس کے ذکر کا اس
جگہ کیا تعلق۔ مفتی صاحب تو بند کرنیوالی مُہر مراد لے رہے ہیں ؟

مجازی معنیٰ ہیں نہ کہ حقیقی معنیٰ - پس ختم کرنے والا اور آخری کو عربی زبان
کے لحاظ سے خاتِم اور خاتَم کے حقیقی معنیٰ قرار دینا محض مفتی صاحب
کا تحکم اور مغالطہ ہے - حقیقی معنی خاتَم بفتح تاء کے تاثیر کا ذریعہ اور خاتِم
بکسرِ تاء کے مؤثر ذریعہ ہیں - پس خاتم النّبیّین کے حقیقی معنی ہوئے نبیوں
کے لئے مؤثر ذریعہ (خاتَم بفتح تاء کی قرأت) اور نبیوں کے لئے مؤثر نبی -
(خاتِم بکسرِ تاء کی قرأت میں) اور خَاتَمُ النَّبِیّٖن کے معنی مطلق آخری
نبی یا وصفِ نبوّت کے ساتھ سب سے آخر میں متّصف ہونے والا نبی مجازی
معنیٰ قرار پائے اور جب حقیقی معنیٰ خاتم النّبیّین کے خاتمیّت بالذّات
مرتبی یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بالذّات ثابت کرتے ہیں اور باقی
انبیاء کی نبوّتوں کو آپ کا فیض قرار دیتے ہیں اور یہ معنی اس جگہ محال
نہیں ورنہ مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ جیسا فاضل اجل انہیں اختیار
نہ کرتا - لہٰذا مطلق آخری نبی یا آخری نبی بمعنی سب سے آخر میں وصفِ
نبوّت سے متصف ہونے والا نبی مجازی معنیٰ قرار پائے - اور مجازی و
حقیقی دونوں معنیٰ ایک ذات میں صادق نہیں آسکتے - کیونکہ ان میں ایسا
تباین اور منافات ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کا اجتماع ایک لفظ میں
ایک محل پر محال ہوتا ہے - لہٰذا یہ امر مفتی صاحب کی علمی لغزش ہے کہ وہ
سب نبیوں کو ختم کرنے والا یا آخری نبی یا وصفِ نبوت پانے میں سب سے
آخری نبی کے معنوں کو جو مجازی معنیٰ ہیں حقیقی معنی قرار دے رہے ہیں -
ان کے یہ معنے خاتم بالذات کے معنیٰ کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے - جنہیں

مولوی محمد قاسم صاحبؒ نے اختیار کیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی تسلیم کرنے کے باوجود یہ لکھا ہے کہ :-

"بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"

(تحذیر الناس ص۲۵، ۲۸ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

مفتی صاحب کے معنوں سے تو آئندہ نبی پیدا ہونے سے خاتمیتِ محمدی میں فرق آجاتا ہے۔ پس مفتی صاحب کے معنیٰ خاتم بالذات کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ خاتم بالذات کے ساتھ خاتمیت زمانی صرف انہی معنوں میں جمع ہو سکتی ہے کہ خاتمیتِ زمانی کا یہ مفہوم ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی نبی ہیں جن کی شریعت تا قیامت قائم رہے گی۔ ان معنوں کی موجودگی میں امتِ محمدیہ میں غیر تشریعی اُمتی نبی کے پیدا ہونے کا امکان رہتا ہے جس کا کام تجدید دین اور اشاعتِ اسلام ہو۔

مفردات القرآن میں خَتَمَ کے مصدری معنیٰ تاثیر الشئی اور اثر حاصل ہونے کے بعد امام راغبؒ نے خاتم النّبیّین کے معنوں میں لکھا ہے:-

"خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لِاَنَّهٗ خَتَمَ النُّبُوَّةَ اَیْ تَمَّمَهَا بِمَجِيْئِهٖ" (مفردات القرآن زیر لفظ ختم)

**امام راغب کے نزدیک اُمتی نبی کا امکان**

چونکہ امام راغبؒ اُمتِ محمدیہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع اُمتی نبی کا آنا خاتم النّبیّین کے منافی نہیں جانتے

اس لئے اس فقرہ کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین اس لئے ہیں کہ آپ نے نبوت پر تاثیر الشیٔ والی مُہر لگائی ہے۔ اس مُہر لگنے کا اثر یہ ہے کہ آپ نے آکر نبوت کو انتہائی کمال پر پہنچا دیا ہے یعنی آپ شریعتِ تامّہ کاملہ مستقلہ الیٰ یوم القیامۃ کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ اس طرح مہر لگانے کا اثر ایسی شریعت لانا بھی ہے جو کوئی نبی نہیں لایا۔ امام راغبؒ کا یہ مذہب ہرگز نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی پیروی میں بھی کوئی نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ قرآن مجید کی آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ سے امتی نبی کی آمد کا امکان مانتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر بحر المحیط میں زیر آیت ہذا لکھا ہے:۔

"وَالظَّاھِرُ اَنَّ قَوْلَہٗ "مِنَ النَّبِیّٖنَ" تَفْسِیْرٌ "لِلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ" فَکَاَنَّہٗ قِیْلَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ اَلْحَقَہُ اللّٰہُ بِالَّذِیْنَ تَقَدَّمَھُمْ مِّمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ۔ قَالَ الرَّاغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِی الْمَنْزِلَۃِ وَالثَّوَابِ النَّبِیَّ بِالنَّبِیِّ وَالصِّدِّیْقَ بِالصِّدِّیْقِ وَالشَّھِیْدَ بِالشَّھِیْدِ وَالصَّالِحَ بِالصَّالِحِ" (تفسیر بحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول مِنَ النَّبِيِّينَ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ کی تفسیر ہے۔ پس گویا یہ کہا گیا ہے
جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے اُسے اللہ نے ان لوگوں
سے ملا دیا ہے جو منعم علیہم ہیں اور پہلے گذر چکے ہیں (یہاں
تک قول مفسر بحر المحیط کا ہے۔ آگے وہ امام راغبؒ کا قول پیش
کرتے ہوئے لکھتے ہیں) راغب نے کہا ہے۔ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
کے چار گروہوں سے مرتبہ اور ثواب میں ملا دیا ہے۔ اللہ اور
رسول کی پیروی سے نبی بننے والے کو کسی پہلے نبی کے ساتھ مرتبہ اور
ثواب میں ملا دیا ہے۔ اور صدیق بننے والے کو کسی پہلے گذرے
ہوئے صدیق سے مرتبہ اور ثواب میں ملا دیا ہے اور شہید
بننے والے کو کسی پہلے گذرے ہوئے شہید سے مرتبہ اور ثواب
میں ملا دیا ہے۔ اور صالح بننے والے کو کسی پہلے گذرے ہوئے
صالح سے مرتبہ اور ثواب میں ملا دیا ہے۔

پس امام راغبؒ اُمّتِ محمدیہ میں نبی پیدا ہونے کو خاتم النّبیین کے منافی نہیں جانتے بلکہ اُوپر کی آیت سے اس کا امکان ثابت کر رہے ہیں۔

پس مفتی صاحب کے بارہ میں یہ بات خدا کے فضل سے واضح ہو چکی ہے کہ وہ خَاتَم اور خَاتِم کے مجازی معنوں کو حقیقی معنیٰ قرار دینے میں اور ان کے حقیقی معنیٰ خاتم بالذات کو ترک کرنے میں سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔

## مفتی صاحب کا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اصالۃً آمد کیلئے جواز کا حیلہ

مفتی صاحب اپنی کتاب کے ص۱۳۸ پر ایک شبہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

**شبہ:** "اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو آخر زمانہ میں عیسٰی علیہ السلام جو متفق علیہ نبی ہیں کیسے آسکتے ہیں۔"

اس شبہ کے جواب میں جناب مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

**جواب شبہ:** "(۱) اوّل "خاتم النبیین" اور "آخر النبیین" کے معنے از روئے لغت و محاوراتِ عرب یہ ہوتے ہیں کہ آپ وصفِ نبوّت کے ساتھ (اس عالم میں) سب سے آخر میں متصف ہوئے جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی شخص کو نبوت نہ دی جائے گی اور اس وصفِ نبوّت کے ساتھ آئندہ کوئی شخص متصف نہ ہو سکے گا۔"

(ختم نبوّت کامل ص۱۳۹)

پھر ص۱۴۰ پر لکھتے ہیں:۔

"ظاہر ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کو آپ کے بعد عہدۂ نبوّت نہیں ملا بلکہ آپ سے پہلے مل چکا ہے۔"

پھر ص۱۴۱ پر یہ نتیجہ نکالتے ہیں:۔

"لہذا آپ کا خاتم النبیین ہونا کسی وجہ سے نزولِ مسیح علیہ السلام کا معارض نہیں ہوسکتا۔"

**ہماری تنقید**

یہ تاویل مفتی صاحب نے بلا سوچے سمجھے بعض ایسے مفسرین سے لے لی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسٰے علیہ السلام کے اصالۃً نزول کا جواز ثابت کرنا چاہتے تھے۔

ہماری تنقید اس پر یہ ہے۔ وصفِ نبوت سے سب سے آخر میں متصف ہونے کی تاویل بھی خاتم کے مجازی معنی ہیں۔ جس طرح علی الاطلاق آخری نبی بھی خاتم کے مجازی معنی ہیں جیسا کہ قبل ازیں واضح کیا جاچکا ہے مفتی صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علی الاطلاق آخری نبی ہونے کے معنی ترک کرکے حضرت عیسٰی نبی اللہ علیہ السلام کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آمد کا جواز ثابت کرنے کے لئے آخر النبیین کے معنی آخری نبی کی یہ تاویل کردکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت سے متصف ہونے میں آخری نبی ہیں۔ حالانکہ یہ بات احادیثِ نبویہؐ کے خلاف ہے۔ کیونکہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم حسبِ احادیث کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ وغیرہ اُس وقت بھی نبی تھے جب آدمؑ ابھی پانی اور مٹی میں تھا پھر آپ نے یہ بھی فرمایا ہے اَنَا اَوَّلُ الْاَنْبِیَآءِ خَلْقًا (میں پیدا ہونے میں سب سے پہلا نبی ہوں) اور یہ بھی فرمایا۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (سب سے پہلے خدا نے میرا نور پیدا کیا) مفتی صاحب اس بات کو جانتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے خیال کو سہارا دینے کے لئے سب

نبیوں سے آخر میں وصفِ نبوّت سے متصف ہونے کے لئے ساتھ ہی اس
عالم کی قید بھی لگا دی۔ گویا آخرالنّبیّین علی الاطلاق کو دو قیدوں سے
مقیّد کر دیا۔ ایک یہ کہ آپ وصفِ نبوّت پانے میں آخری ہیں۔ دوسری یہ
کہ اس عالم میں وصفِ نبوّت پانے میں آخری ہیں۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ
یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوّت پانے میں سب سے
پہلے نبی ہیں۔ اور اس عالم میں آپ تشریعی نبی بہ شریعت تامّہ کاملہ مستقلہ
الیٰ یوم القیامۃ لانے میں آخری نبی ہیں۔ مفتی صاحب ان معنوں میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے انکار نہیں کر سکتے۔ یہ وہ
خاتمیت زمانی ہے جو ہمیں اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ کو مسلّم ہے۔ اور خاتمیتِ
زمانی اس مفہوم میں خاتمیت بالذّات مرتبی کو بدلالت التزامی لازم ہے۔ اور
اس خاتمیتِ زمانی کی صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ماتحت کسی
غیر تشریعی اُمتی نبی کا پیدا ہونا خاتمیت بالذّات کا عین ہوگا۔ اور اس
خاتمیتِ زمانی کے منافی بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ ایسا نبی آپ کی شریعت کی اشاعت
کے لئے آنے والا ہوگا۔ نہ کہ شریعتِ جدیدہ لانے والا یا مستقل نبی شریعتِ
جدیدہ تامہ کاملہ الیٰ یوم القیامۃ لانے والے نبی صرف آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم ہی رہیں گے۔ اس طرح کسی امتی نبی کا آپ کے بعد پیدا ہونا اس
خاتمیت زمانی کے معارض نہیں ہوگا۔

مفتی صاحب نے اپنے مذکورہ شبہ کے جواب میں کہ جب آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم آخرالنبیّین ہیں تو حضرت عیسےٰ علیہ السّلام آپ کے بعد کیسے آسکتے ہیں؟

بعض مفسرین کے آخر الانبیاء کے یہ تاویلی معنی اختیار کر لئے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوّت پانے میں آخری ہیں۔ لہٰذا حضرت عیسےٰ علیہ السلام ان معنوں میں چونکہ آخری نبی نہیں اس لئے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتے ہیں۔

مگر افسوس ہے کہ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ اس جواب سے شُبہ رفع نہیں ہوگا بلکہ اس خطرناک نتیجہ پر منتج ہوگا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جو ایک مستقل اور بقول مفتی صاحب تشریعی نبی تھے برخلاف حدیث لانبیّ بعدی بوجہ نبی مستقل یا تشریعی ہونے کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آکر علی الاطلاق آخر النّبییّن بن جائیں گے۔ جو مفتی صاحب کے نزدیک خاتم النّبییّن کے حقیقی معنے ہیں۔ علی الاطلاق آخر النّبیّین اس لئے بن جائیں گے کہ مفتی صاحب ان کے بعد تاقیامت کسی اور نبی کے آنے کے قائل نہیں پس اس طرح حضرت عیسےٰ علیہ السّلام تو علی الاطلاق آخری نبی بن جائیں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس مقیّد صورت میں آخری نبی رہ جائیں گے کہ آپؐ نے وصفِ نبوّت سب نبیوں سے آخر میں پایا۔ پس مفتی صاحب کے اس جواب سے شبہ نے حل کیا ہونا تھا وہ پہلے سے بھی زیادہ قوی اور خطرناک صورت اختیار کر رہا ہے۔ جو یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق آخری نبی نہیں رہتے بلکہ علی الاطلاق آخری نبی حضرت عیسےٰ علیہ السّلام بن کر علی الاطلاق خاتم النّبیّن بن جاتے ہیں۔ اور خاتم النّبییّن بھی حقیقی کیونکہ مفتی صاحب نے خاتم کے معنی آخری کو حقیقی معنی قرار دیا ہے پس آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم اس لحاظ سے معاذ اللہ ادھورے خاتم النبیین رہ گئے اور حضرت عیسٰے علیہ السلام پورے خاتم النبیین بن گئے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی خاتم النبیین قرار دیا ہے نہ کسی اور نبی کو۔

**مفتی صاحب کی بے نتیجہ بحث**

واضح رہے مفتی صاحب کی یہ بحث ہمارے لئے کوئی نتیجہ خیز نہیں۔ ہم تو مولانا محمد قاسم صاحب کی طرح خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات بھی مانتے ہیں۔ یعنی نبیوں کے لئے نبوت پانے میں مؤثر ذریعہ بصورت قرأت خاتَم بفتح تاء اور نبیوں کے لئے نبوت پانے میں مؤثر نبی بصورت قرأتِ خاتِم بکسر تاء۔ یہ خاتم النبیین کے معنی ہمارے نزدیک بدلالت مطابقی ہیں۔ اور ان معنی کو آخری تشریعی نبی ہونے کا مفہوم بدلالتِ التزامی لازم ہے لہٰذا ان معنوں کی موجودگی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے فیض سے غیر تشریعی نبی اُمتی ہونے کی صورت میں آسکتا ہے اس طرح وہ اُمتی بھی ہوگا۔ اور نبی بھی۔ وہ کوئی نئی شریعت نہیں لائے گا۔ بلکہ شریعتِ اسلام کی تبلیغ و تجدید کے لئے آئے گا۔ اور حسب حدیث نبوی متعلق نزول مسیح اَلَآ اِنَّهٗ خَلِيْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ (الطبرانی) وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں آپ کا خلیفہ ہوگا اور اُسے حضرت عیسےٰ ابن مریم سے شدید مشابہت رکھنے کی وجہ سے استعارۃً عیسےٰ ابن مریم کا نام دیا جائیگا وہی امام مہدی ہوگا۔ جیسا کہ مسند احمد بن حنبلؒ کی حدیث میں آیا ہے۔ کہ

قریب ہے کہ جو تم میں سے زندہ ہو وہ عیسٰے ابن مریم کو امام مہدی کی حالت میں پائے۔ (مُسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ بروایت حضرت ابو ہریرہؓ)

یہ حدیث بتاتی ہے کہ امام مہدیؑ جس کا امّت میں سے ہونا متفق علیہ ہے وہ اور عیسٰے ابن مریم ایک ہی وجود ہوگا گویا نزولِ عیسٰے سے مراد یہ ہوگی کہ امام مہدیؑ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا بروز ہوگا۔ جیسا کہ اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ میں بُرُوْز کا مفہوم بیان کرنے کے بعد حدیث لَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ (ابن ماجہ) کے پیشِ نظر کہ نہیں ہے مہدی مگر عیسٰے ابن مریم۔ یہ لکھا ہے کہ مسیحؑ کی رُوحانیت مہدی میں بروز کرے گی اور نزولِ مسیح سے مراد یہ بروز ہی ہے مطابق حدیث لا مہدی اِلّا عیسٰی ابن مریم کے۔

(اقتباس الانوار صفحہ ۵۲)

## حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اصالتاً آمدِ ثانی نصِ قرآنی کے خلاف ہے

ماسوا اس کے مسیحؑ کی اصالتاً آمدِ ثانی قرآن کریم کی نص کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے سورۃ نور کی آیت استخلاف میں فرمایا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (سُورۃ النّور آیت ۵۵)

یعنی اللہ تعالےٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لاکر اعمالِ صالحہ بجالائے کہ انہیں ضرور بر زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ خلیفہ بنایا

اُن لوگوں کو جو اُن سے پہلے گذر چکے ہیں۔

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ اُمّتِ محمدیہ میں خلفاء اُمّت میں سے ہی ہوں گے جو ایمان لا کر اعمالِ صالحہ بجا لانے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفے ہوں گے۔ جیسے کہ ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگ خلیفہ ہوئے یہ آیت اُمّتِ محمدیہ کے خلفاء کو مُشبّہ یعنی پہلے گذرے ہوئے خلفاء کے مشابہ یا ان کا مثیل قرار دیتی ہے۔ اور پہلے گذرے ہوئے خلفاء کو مشبّہ بہ قرار دیتی ہے چونکہ مشبّہ مشبّہ بہ کا غیر ہوتا ہے۔ اس لئے اس اُمّت میں سے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کا جو خلیفۃ اللہ تھے کوئی مشابہ اور مثیل ہو کر تو خلیفہ ہو سکتا ہے مگر خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ نہیں ہو سکتے کیونکہ اس صورت میں مشبّہ اور مشبّہ بہ کا عین ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے۔ کیونکہ مشبّہ مشبّہ بہ کا غیر ہوتا ہے۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشبّہ بھی ہونا اور مشبّہ بہ بھی ہونے کا یہ مضحکہ خیز مفہوم بن جاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ بن گئے ہوں گے۔

پس مفتی صاحب کو ان حقائق کی موجودگی میں اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور خاتم النّبیّین کی ایسی تفسیر نہیں کرنی چاہیئے جس سے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام تو علی الاطلاق خاتم النّبیّین بن جائیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مقیّد صورت میں ادھورے خاتم النّبیّین رہ جائیں۔

## بندش والی مُہر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اصالتاً آمد میں مانع ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مستقل نبی تھے اور مفتی صاحب کے نزدیک تشریعی نبی تھے اور مفتی صاحب نے خاتم النبیین کے مہر والے معنے تسلیم کر کے اس کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ شئے اس طرح بند ہو کہ کوئی چیز اس میں داخل نہ ہو سکے۔ پس جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر دوسرے انبیاء سابقین کے ساتھ بندش والی مُہر لگ گئی تو پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام وہ مُہر توڑے بغیر باہر نہیں آسکتے۔ اور مُہر ٹوٹنے سے خاتم النبیین کا ابطال لازم آتا ہے جو کفر ہے۔ لہٰذا وہ بندش والی مُہر لگ جانے کی وجہ سے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتے۔

جناب مفتی صاحب! جب شئے مُہر سے اس طرح بند ہو کہ اس میں کوئی چیز داخل نہ ہو سکے تو مُہر ٹوٹے بغیر اس میں سے کوئی چیز نکل بھی نہیں سکتی۔ پس جب انبیاء سابقین پر بندش والی مُہر لگ گئی تو اس مُہر کو توڑے بغیر حضرت عیسٰی علیہ السلام باہر نہیں آسکتے۔ اور مُہر کے ٹوٹنے سے ختمِ نبوّت کا ابطال لازم آتا ہے جو کفر ہے لہٰذا حضرت عیسےٰ علیہ السلام بندش والی مُہر لگ جانے کی وجہ سے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتے جیسا کہ آیت استخلاف بھی اُن کے آنے میں مانع ہے۔

اگر مفتی صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علی الاطلاق خاتم النبیین مانتے ہیں تو پھر انہیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اصالتاً دوبارہ آمد کا خیال

ترک کر دینا چاہیئے - کیونکہ اس سے ختم نبوت پر زد پڑتی ہے ۔ اس طرح کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق آخر النبیّین نہیں رہتے جو مفتی صاحب
کے نزدیک خاتم النبیّین کے حقیقی معنے ہیں - لیکن نزولِ عیسےٰؑ سے مراد
امام مہدیؑ کا عیسے علیہ السلام کا بروز ہونا ایک ایسا امر ہے جس سے
ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ امام مہدیؑ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کا کامل ظل اور عکس ہے لہذا اُس کے اُمّتی نبی ہونے میں بوجہ ظلّیت کوئی
روک نہیں - کیونکہ ظل اپنے اصل کا غیر نہیں ہوتا - اور اُمّتی اپنے متبوع
نبی کا ظل ہی ہوتا ہے - کیونکہ اُمّتی کا مفہوم ہی یہ ہے کہ ہر رُوحانی کمال
اس کا اپنے متبوع نبی سے مستفاض ہوتا ہے - پس جب انبیاء سابقین
کے رأس الاولیاء یا خاتم الاولیاء ہونے کی وجہ سے ان کی ظلّیت میں
اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہے تو اُمّتی نبی کے پیدا ہونے سے تو خاتم النبیّین
صلے اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء پر شاندار امتیاز قائم ہوتا ہے کیونکہ
دوسرے انبیاء کو یہ قوتِ قدسیہ حاصل نہیں تھی - اُن کے ذریعہ تو ترقی
کا آخری مقام صرف ولایت ہی تھا - مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
ذریعہ آپ کے اُمّتی کے لئے ترقی کا مقام ولایت کے علاوہ نبوت بھی ہے -
اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُمّتی نبی کے لئے خاتم النبیّین ہونے
کی صورت میں آخری مستقر رہتے ہیں - اور رُوحانی لحاظ سے صرف بادشاہ
ہی نہیں عملاً شہنشاہ بھی قرار پاتے ہیں - اور آپ کا یہ دعویٰ سچا ٹھہرتا ہے
کہ لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِىْ - کہ اگر موسےٰ

زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴

اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ فَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِيْ کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ دونوں زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ (فتح البیان حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)

یہ حدیثیں بھی بتاتی ہیں کہ اُمتی نبی کے آپ کی پیروی میں آنے سے آپ کی شان میں کمی نہیں آتی بلکہ اس سے آپ کی شان بڑھتی ہے اور آپ تمام انبیاء سے اپنے فیوض کے لحاظ سے امتیازی شان رکھنے والے وجود قرار پاتے ہیں۔

## خاتم النبیین کے الف لام تعریف کی حقیقت

بموجب بیان مفتی محمد شفیع صاحب الف لام تعریف جس لفظ پر داخل ہو اس کی چند صورتیں ہیں۔ یا تو اس کے افراد میں سے کچھ مراد نہیں بلکہ نفسِ ماہیت مراد ہے تو اس الف لام کو جنسی کہتے ہیں۔ اور اگر افراد مراد ہیں تو یا تمام افراد مراد ہوں گے یا بعض۔ اگر تمام ہیں تو استغراقی ہے۔ اور اگر بعض ہیں تو پھر معیّن ہوں گے یا غیر معیّن۔ اگر معیّن ہیں تو عہد خارجی ورنہ ذہنی (ختم نبوت کامل صفحہ ۹۹ حاشیہ)

اب یہ امر قابلِ غور ہے کہ خاتم النبیین میں الف لام تعریف کیسا ہے؟ سو واضح ہو کہ خاتم النبیین کے اصل معنے جو مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے بیان فرمائے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے لئے خاتم بالذات ہیں اور تمام انبیاء کی نبوتیں آپ کا فیض ہیں۔ ان معنوں میں الف لام استغراق حقیقی کا پایا جا رہا ہے۔ کیونکہ کوئی نبی آپؐ سے فیض پانے سے باہر نہیں سب

انبیاء کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم الٰہی سکیم میں بطور علت غائیہ کے موثر ہیں علت غائیہ فاعل کی فاعلیت کے لئے محرک ہوتی ہے اور بمنزلہ باب کے ہوتی ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب خاتم النّبیّین کے ان حقیقی معنوں کا انکار کر کے اس کے معنے محض تمام نبیوں کو ختم کرنے والا اور تمام نبیوں میں آخری قرار دے کر الف لام استغراق حقیقی کا ثابت کرنا چاہتے ہیں اور دلیل اس کی یہ دیتے ہیں کہ:۔

"اگر الف لام کو عہد خارجی یا ذہنی کا قرار دے کر کلام کی یہ مراد بنائی جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعض انبیاء کے خاتم ہیں تو کلام بالکل مہمل اور بے معنیٰ ہو جاتا ہے۔ اور خاتم النّبیّین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی امتیازی صفت نہیں رہتی جو آپ کے فضائل میں ذکر کی جائے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کے علاوہ ہر نبی اپنے سے پہلے انبیاء کا خاتم اور آخر ہے۔ اور ہر نبی پر ان معنی میں خاتم النّبیّین صادق ہے۔ (ختم نبوت کامل ص۱۰۲)

پھر مفتی صاحب یہ بھی لکھتے ہیں:۔

"اگر استغراق عرفی مراد ہو تو جس طرح عہد خارجی یا ذہنی کی صورت میں کلام بے معنیٰ رہ جاتا ہے اور خاتم النّبیّین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخصوص فضیلت نہیں رہتی اسی طرح استغراق عرفی میں بھی اشکال درپیش ہے کیونکہ اس صورت میں بھی آیت کے

یہی معنے ہوں گے کہ آپ بعض انبیائے مخصوص کے خاتم اور
آخر ہیں - اور یہ معنے سوائے حضرت آدمؑ کے سب انبیاء پر صادق
ہیں- (ختم نبوت کامل صـ ۱۹۱)

نوٹ:- واضح رہے کہ استغراق عُرفی میں معروف افراد مراد ہوتے ہیں۔
نہ کہ تمام افراد-

**ہماری تنقید** قارئین کرام! مفتی صاحب کی مندرجہ بالا دونوں عبارتوں سے ظاہر ہے کہ مفتی صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو خاتم النبیین کے مجازی معنوں کے ساتھ جنہیں وہ حقیقی معنے قرار دیتے ہیں
النبیین کا الف لام تعریف استغراقِ حقیقی کا قرار دینے کے لئے اپنے
تئیں ایسا مجبور ظاہر کرتے ہیں کہ ان معنے کے ساتھ اگر استغراق حقیقی نہ
مانا جائے تو کلام یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا باطل
مہمل اور بے معنیٰ رہ جاتا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کے سوا ہر نبی کسی نہ کسی
نبی کا خاتم اور آخر ہے - اور اس طرح ہر نبی پر سوائے آدم علیہ السلام کے
ان معنی میں خاتم النبیین صادق ہے -

قارئین کرام! غور فرمائیں- بظاہر تو مفتی صاحب اپنے معنوں کے ساتھ
الف لام استغراق حقیقی کا ظاہر کرکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سب
نبیوں سے امتیاز اور سب نبیوں پر آپ کی مخصوص فضیلت ظاہر کرنا چاہتے
ہیں مگر درپردہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اصالۃً آمدِ ثانی کا جواز نکالنا
چاہتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی امتی نبی کا پیدا ہونا

ناممکن دکھانا چاہتے ہیں لہٰذا استغراقِ حقیقی کے پردہ میں وہ دراصل اپنے اس مخصوص عقیدہ کو سہارا دینا چاہتے ہیں۔ مگر یہ سہارا بہت کمزور ہے کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مخصوص فضیلت تو انبیاء پر آپ کا خاتم بالذات ہونا ہے جس میں الف لام استغراق حقیقی کا پایا جانا ظاہر ہے مگر چونکہ ان معنے سے اُمتی نبی کے پیدا ہونے کا جواز نکلتا تھا۔ اور یہ مفتی صاحب کو منظور نہیں اس لئے وہ اپنے مزعومہ معنوں کے ساتھ الف لام استغراقِ حقیقی کا ثابت کرنے کے درپے ہیں مگر وہ دوسرے اقتباس میں بتاتے صرف یہی ہیں کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مخصوص فضیلت کی خاطر الف لام استغراق حقیقی کا ماننے کے لئے مجبور ہیں حالانکہ مخصوص فضیلت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس عالم میں نبوّتِ عامّہ سے متصف ہونا نہیں بلکہ اصل فضیلت خاتَم بالذّات ہونے میں ہے۔ ہاں اس عالم میں آپؐ نبوّت تشریعیہ خاصّہ کاملہ تامّہ مُستقلہ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃ لانے کی فضیلت میں بھی تمام انبیاء سے امتیاز رکھتے ہیں۔ خواہ وہ انبیاء سابقین ہوں یا لاحقین۔ جب یہ مخصوص فضیلت آپ کو حاصل ہے تو خاتم بالذّات ہونا آپؐ کی اَخصّ فضیلت ہوگا۔ پس شریعت تامّہ کاملہ مستقلہ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃ لانا بھی آپؐ کی ایک ایسی فضیلت ہے جو تمام انبیاء پر آپؐ کی امتیازی شان کو ظاہر کرتی ہے۔ اس لئے تمام انبیائے سابقین کے بالمقابل آپؐ استغراق عُرفی یا عہد خارجی کے ساتھ بھی ایک مخصوص فضیلت اور امتیاز رکھتے ہیں۔ اور مفتی صاحب والا اشکال اور خطرہ پیدا نہیں ہوتا

کہ استغراق عرفی یا عہد خارجی کی صورت میں آدم کے سوا تمام انبیاء سے جو خاتم النّبیین باستغراق عرفی یا عہد خارجی ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتیاز قائم نہیں رہتا۔ کیونکہ الف لام استغراق حقیقی لئے بغیر بھی ان انبیاء پر آپ کا امتیاز شریعت تامّہ کاملہ مستقلہ الیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃ لانے کی وجہ سے قائم رہتا ہے اور کلام مہمل اور بے معنیٰ نہیں ہو جاتا۔ اور چونکہ آپؐ شریعت کاملہ تامّہ مستقلہ الیٰ یوم القیامۃ لانے والے نبی ہیں اس لئے بعد والے انبیاء سے بھی آپ کا امتیاز قائم رہے گا۔ کیونکہ وہ غیر تشریعی اُمّتی نبی ہوں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود بلحاظ شریعت تامّہ کاملہ مستقلہ الیٰ یوم القیامۃ لانے کے ان کے لئے آخری سند ہوگا جیسا کہ سپریم کورٹ اپنی ماتحت عدالتوں کے لئے آخری سند کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ ماتحت عدالتیں سپریم کورٹ کے فیصلوں کے تابع ہوتی ہیں۔ وہ سپریم کورٹ کے کسی فیصلہ کو منسوخ نہیں کر سکتیں خواہ وہ ہائیکورٹ کی عدالتیں ہی ہوں۔ اب دیکھ لیجئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخر النّبیین بلحاظ شریعت تامہ کاملہ مستقلہ الیٰ یوم القیامۃ لانے کے انبیاء سابقین سے بھی آخری ہیں اور بعد والوں کے لئے بھی آخری سند ہونے کے لحاظ سے آخری تشریعی نبی ہیں۔ اس طرح آخری تشریعی نبی کے معنوں کے ساتھ استغراق حقیقی بھی ثابت ہو جاتا ہے اور اُمّتی نبی کی آمد کا جواز بھی رہتا ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

"خاتم مراتب کے اُوپر کوئی اور عُہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہے"

اس کے ماتحت ہوتا ہے اس لئے اس کے احکام اوروں کے احکام
کے ناسخ ہوں گے اوروں کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہونگے
اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اُوپر کے حاکم تک
نوبت سب حکام ماتحت کے بعد آتی ہے اس لئے اس کا حکم آخری حکم
ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے پارلیمنٹ تاسراحمد کی نوبت سب ہی
کے بعد آتی ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے دعوئ خاتمیت
نہ کیا۔ کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا چنانچہ
قرآن وحدیث میں یہ مضمون بتصریح موجود ہے ؟

(مباحثہ شاہجہانپور ص۲۵ و ۲۷)

مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے ماتحت کسی نبی کا آنا جس کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی شریعت آخری فیصلہ اور آخری حکم و سند ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی خاتمیت زمانی کے خلاف نہیں بلکہ مطابق ہے۔

نیز مولانا محمد قاسم صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتب کمال اسی طرح ختم
ہو گئے جیسے بادشاہ پر مراتب حکومت ختم ہو جاتے ہیں اس لئے
بادشاہ کو خاتم الحکام کہہ سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو خاتم الکاملین و خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں ؟

(حجۃ اللہ ص۳۴ و ۳۵)

اس عبارت سے ظاہر ہے بادشاہ یعنی خاتم الحکام کے ماتحت حاکموں کا ہونا بادشاہ کے خاتم الحکام ہونے کے خلاف نہیں۔ پھر مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف خاتم النبیین ہی نہیں بلکہ خاتم الکاملین بھی ہیں۔ پس جس طرح خاتم الکاملین کے وصف کے فیض سے کامل لوگ امت میں پیدا ہو سکتے ہیں اسی طرح خاتم النبیین کے وصف کے فیض سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں غیر تشریعی امتی نبی بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہاں جس طرح خاتم الکاملین ہونے کی وجہ سے ان سب کاملوں سے جو آپ کے فیض سے پیدا ہوں آپ انتہائی کمال پر پہنچے ہوئے قرار پاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے وصف خاتم النبیین کے فیض سے امتی نبی پیدا ہونے پر آپ اپنی نبوت میں انتہائی کمال پر پہنچے ہوئے قرار پاتے ہیں۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شریعت تامہ کاملہ مستقلہ الی یوم القیامۃ لانے کی وجہ سے سب پہلے نبیوں اور پچھلے نبیوں کے مقابلہ میں آخری تشریعی نبی قرار پاتے ہیں۔ پہلوں سے آخری تو ظاہر ہے پچھلوں سے آخری بلحاظ شریعت مستقلہ ان کے لئے آخری سند ہونے کی وجہ سے ہیں۔ اس طرح النبیین کا الف لام خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین لے کر بھی استغراق حقیقی کا رہتا ہے اور یہ معنی خاتمیت مرتبی کے اور خاتمیت زمانی کے بھی خلاف قرار نہیں پاتے۔

لیکن مفتی محمد شفیع صاحب کے عقیدہ کے مطابق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

### مفتی صاحب کے معنوں سے حضرت عیسٰے علیہ السلام ڈبل خاتم النبیین بن جاتے ہیں

خاتم النبیین محض وصف نبوت پانے میں آخری نبی ہونے کے لحاظ سے ہیں۔ جب حضرت عیسٰے علیہ السلام بالفرض آئیں تو چونکہ ان کے نزدیک حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے حضرت عیسٰے علیہ السلام علی الاطلاق آخر النبیین بالف لام استغراق حقیقی بن کر خاتم النبیین حقیقی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک خاتم القوم کا محاورہ قوم کا آخر فرد خاتم کے حقیقی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اسی محاورہ کے مطابق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حقیقی معنوں میں آخر النبیین ہیں۔

پھر حضرت عیسٰے علیہ السلام محض آخر النبیین علی الاطلاق باستغراق حقیقی بن کر صرف حقیقی خاتم النبیین ہی قرار نہیں پاتے بلکہ وہ ڈبل حقیقی خاتم النبیین بن جاتے ہیں۔ کیونکہ مفتی صاحب نے آدم علیہ السلام کے علاوہ ہر نبی کو پہلے آنے والے کے مقابلہ میں آخر قرار دے کر ان پر خاتم النبیین کا صادق آنا تحریر کیا ہے۔ پس حضرت عیسٰے علیہ السلام اپنے سے پہلے تمام نبیوں سے آخر میں آنے کی وجہ سے مفتی صاحب کے نزدیک حقیقی خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین باستغراق عرفی بالف لام عہد خارجی تھے نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آکر آخر النبیین علی الاطلاق باستغراق حقیقی ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل ڈبل حقیقی خاتم النبیین بن جائیں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مفتی صاحب

کے عقیدہ کے رُو سے محض ایک محدود اور مقید صورت میں خاتم النبیین قرار پائیں گے نہ کہ علی الاطلاق حقیقی خاتم النبیین یعنی آخر النبیین بالف لام استغراق حقیقی۔ چونکہ مفتی صاحب کے نزدیک خاتم کے حقیقی معنی صرف آخری ہیں لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو دفعہ حقیقی معنوں میں خاتم النبیین بن جائیں گے یہ نتیجہ ہے مفتی صاحب کے معنی کو حقیقی تسلیم کرنے کا اور خاتمیت بالذات مرتبی کے معنوں سے انکار کا۔ سچ ہے۔ ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اب ہم دیکھیں گے کہ مفتی صاحب اپنے مسلک پر قائم رہ کر اس اشکال کا کیا جواب دیتے ہیں؟ ؎

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

مفتی صاحب ہمیں الزامی جواب دینے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ ہم خاتم النبیین کے حقیقی معنی خاتم بالذات مرتبی مانتے ہیں۔ اور خاتمیت زمانی کو آخری تشریعی نبی الی یوم القیامۃ کے معنوں کو ان معنی کا لازم المعنی تسلیم کرتے ہیں۔ ہماری تحقیق میں محض آخر النبیین خاتم النبیین کے حقیقی معنی نہیں۔ بلکہ مجازی معنی ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا آخری نبی حقیقی خاتم النبیین نہیں قرار پاتا۔ ہمارے نزدیک خاتمیت بالذات مرتبی کے معنوں کو جو خاتمیت زمانی لازم ہے

اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شریعت مستقلہ لانے والے نبی ہیں جو تا قیامت جاری رہے گی۔

کاش مفتی محمد شفیع صاحب نے مفردات القرآن کو جو قرآن مجید کی مستند لغت ہے اچھی طرح پڑھ لیا ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ختم کے مصدری معنی تاثیر الشئ اور اس کا اثر حاصل ہی ہیں اس لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ان معنوں میں قرار پاتے ہیں کہ آپؐ انبیاء کے ظہور میں بطور سبب وعلت ایک مؤثر واسطہ ہیں۔ اور تمام انبیاء کی نبوتیں آپ کی خاتم روحانی کا اثر حاصل ہیں۔ مفردات القرآن کے مطالعہ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ مُہر کے ذریعہ بند کرنا اور آخر کو پہنچنا عربی زبان میں لفظ ختم کے مجازی معنی ہیں نہ کہ حقیقی معنی۔ ہم مفردات کی عبارت قبل ازیں پیش کر چکے ہیں اس کے اعادہ کی اس جگہ ضرورت نہیں۔ خاتم کا استعمال محض آخری کے معنوں میں مجازی استعمال ہے لہذا خاتم القوم کے معنی آخر القوم بھی خاتم کے حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی معنی ہیں۔ محض آخر النبیین کو خاتم النبیین کے حقیقی معنے قرار دینے کا نتیجہ اب مفتی صاحب کے سامنے ہے کہ ان معنے کے لحاظ سے ان کے عقائد کے مطابق ان کی نادانستگی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر النبیین علی الاطلاق باستغراق حقیقی قرار پا کر مفتی صاحب کے مزعوم حقیقی معنی میں حقیقی خاتم النبیین بن رہے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وصف خاتم النبیین کو چھین لینے والا قرار پا رہے ہیں۔

مفتی صاحب سے تین اہم سوال :- پہلا سوال ، مفتی صاحب نے

خاتم النبیین کے معنے شئی کو بند کرنے والی مُہر کے کر اس کا یہ مفہوم بتایا ہے کہ مُہر کے اندر کوئی چیز باہر سے داخل نہیں ہو سکتی۔ لیکن آپ نے یہ نہ سوچا کہ مُہر سے جو چیزیں بند کر دی جائیں ان میں سے کوئی چیز مُہر توڑے بغیر باہر بھی نہیں نکل سکتی۔ جب خاتم النبیین کی مُہر سے سب انبیاء سابقین کو بند کر دیا تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مُہر توڑے بغیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کیسے آسکتے ہیں؟ چونکہ مُہر ٹوٹنے سے ختم نبوّت باطل ہوتی ہے اس لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا محال قرار پاتا ہے اس سوال کا مفتی صاحب کے پاس کیا جواب ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ بالفرض حضرت عیسےٰ علیہ السلام کسی طرح مُہر توڑے بغیر کراماتی اور معجزانہ طور پر باہر آجائیں تو باہر سے کراماتی اور معجزانہ طور پر کیوں کوئی نبی اندر داخل نہیں ہو سکتا؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السّلام مُہر توڑے بغیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آجائیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنی نبوّتِ مستقلہ تشریعیہ کے ساتھ آئیں گے۔ اور اپنی شریعت کی طرف دنیا کو دعوت دیں گے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہو کر آئیں گے اور نبی بھی ہوں گے اور شریعتِ اسلامیہ پر خود بھی عمل کریں گے اور لوگوں کو بھی اسی طرف دعوت دیں گے۔

پہلی بات کا تو مفتی صاحب انکار کریں گے وہ صرف اسی صورت میں اُن کا آنا قرار دے سکتے ہیں کہ وہ نبی بھی ہوں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے اُمتی بھی۔ لیکن یہ صورت ہو تو پھر ان کی مستقلہ اور تشریعیہ نبوت میں تغیر آجائے گا۔ اور ایک نئی قسم کی نبوت ان کے ذریعہ حادث ہو جائیگی جس کا حامل ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی۔ لہذا اس نئی قسم نبوت کا حدوث کیوں کر ہو سکتا ہے۔ مفتی صاحب کے خاتم النبیین کے یہ معنی حدیث میں کیونکر ہو سکتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت پانے میں سب سے آخری ہیں لیکن حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے دوسری بار آنے سے وہ ایک نئی قسم کی نبوت کے وصف سے متصف ہو جائیں گے۔ اس طرح مفتی صاحب کے یہ معنی باطل ہو گئے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت پانے میں آخری نبی ہیں۔ اگر مفتی صاحب خاتم النبیین کے لازم المعنی آخری نبی بلحاظ شریعت تامہ کاملہ مستقلہ الی یوم القیامۃ قرار دیتے تو پھر ان کی ساری مشکلات حل ہو جاتیں۔ کیونکہ اگر بالفرض حضرت عیسےٰ زندہ ہوتے تو اُمتی نبی کی صورت میں آسکتے تھے۔ اور اگر وہ وفات پا چکے ہوں جیسا کہ وہ درحقیقت وفات پا چکے ہیں تو اُمتی کے لئے نبوت پانے کا دروازہ کھلا رہتا ہے اس طرح کہ وہ ایک پہلو سے نبی ہو اور دوسرے پہلو سے اُمتی بھی۔ اور وہ نزول مسیح کی پیشگوئی کا بھی بروزی طور پر مصداق ہو۔

## مفتی صاحب کیلئے لمحہ فکریہ

جناب مفتی صاحب لکھتے ہیں:- یاد رہے کہ اس رسالہ میں جہاں کہیں ہم نے تشریعی نبی اور غیر تشریعی نبی کے الفاظ لکھے ہیں۔ ان سے مراد یہ ہے کہ شریعت جدیدہ لائے ہوں یا پہلی ہی

شریعت کے متبع ہوں۔ ورنہ انبیاء سب کے سب تشریعی ہیں اور
شریعت لازمہ نبوت ہے مرزا صاحب نے جس کا نام غیر تشریعی نبوت
رکھا ہے وہ نبوت کی کوئی قسم ہی نہیں ہے (ختم نبوت کامل ص۹۵)
جناب مفتی صاحب! اگر آپ کی یہ بات درست ہے تو پھر حضرت بانی سلسلہ
احمدیہ علیہ السلام کے خلاف آپ نے ختم نبوت کامل ۴۰۰ صفحات کی کتاب لکھنے
کی کیوں زحمت گوارا کی۔ اور کیوں آپ ان کی تکفیر کے درپے ہیں۔ آپ کے
اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ جس امر کا نام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام
غیر تشریعی نبوت رکھتے ہیں وہ آپ کے نزدیک نبوت کی کوئی قسم ہی نہیں
جب یہ بات ہے تو پھر آپ کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو ختم نبوت
کا منکر قرار دینے کا کیا حق ہے؟ مفتی صاحب کو چاہیئے کہ صاف اعلان کر دیں
کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو ان کی اصطلاح نبوت کے مطابق نبوت کا کوئی
دعویٰ نہیں لہذا ان کی تکفیر جائز نہیں اس سے احتراز کیا جائے۔
پس اگر پہلے مفتی صاحب سے بھول ہوگئی ہے تو اب ایسا اعلان کریں
اور ایک مسلمان کی تکفیر سے باز آجائیں۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ نے رسول کریم
صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

اَیُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ اَکْفَرَ رَجُلًا مُسْلِمًا فَاِنْ کَانَ
کَافِرًا وَ اِلَّا کَانَ ھُوَ الْکَافِرَ۔

(ابوداؤد۔ باب الدلیل علی الزیادۃ والنقصان کتاب السنۃ)

جو شخص کسی مسلمان کو کافر قرار دے اگر وہ کافر ہے تو خیر ورنہ وہ خود کافر ہو جائیگا۔

پس وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس وعید شدید سے خوف کھائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار و توبہ کریں۔

**مفتی صاحب کی پیش کردہ نظائر متعلق معنی خاتم النبیین**

مفتی صاحب نے خاتم النبیین کے معنی وصف نبوت سے متصف ہونے میں آخری نبی ثابت کرنے کے لئے بعض امثلہ اور نظائر پیش کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"آخر الاولاد یا خاتم الاولاد تو باتفاق عربیت و اجماع عقلاءِ دنیا اس کے یہی معنے سمجھے جاتے ہیں کہ یہ بچہ سب سے آخر میں پیدا ہوا۔"
(ختم نبوت کامل صفحہ ۱۲۹)

ٹھیک ہے مگر خاتم الاولاد کا یہ استعمال مجازی ہے اور عقلاء کو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔ لیکن اگر آخری بچہ وفات پا جائے تو پھر اس سے پہلا اگر زندہ ہو تو وہ سب بچوں سے آخری قرار پا جاتا ہے۔ اس طرح اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وفات پا جانے کے بعد وہ آخر النبیین قرار پا جاتے ہیں۔ کیوں مفتی صاحب! ہماری یہ بات ٹھیک ہے یا نہیں؟ سوچ کر جواب دیں۔

پھر مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

"خاتم المہاجرین تو کسی عقلمند انسان کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ پہلے تمام مہاجرین مر چکے۔" (ختم نبوت کامل صفحہ ۱۳۹)

آگے لکھتے ہیں:۔

"اسی طرح آخر المجالسین ۔ آخر الراملین ۔ آخر الراکبین آخر القادمین آخر الفاتحین آخر المساجد وغیرہ کلمات میں کسی کو یہ وہم بھی نہیں گزرتا کہ جو لوگ وصف مضاف الیہ کے ساتھ متصف ہو چکے ہیں وہ آخر اور خاتم کے آنے سے قبل لقمۂ اجل بن گئے۔ بلکہ ان سب کلمات اور ان کی امثال میں ہمیشہ آئندہ کے لئے وصف مضاف الیہ کا انقطاع مراد ہے۔" (ختم نبوت کامل ۱۳۹)

اس کے بعد مفتی صاحب نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"پھر ختم نبوت اور خاتم النبیین میں ہی نہ معلوم کس راز کی بناء پر یہ معنی لئے جاتے ہیں اور خواہ مخواہ اس کو حیات عیسٰی علیہ السلام کا مخالف بنایا جاتا ہے۔" (ختم نبوت کامل صـ۱۴۱)

**الجواب** جناب مفتی صاحب پر واضح ہو کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ آخر المجالسین۔ آخر الراحلین ۔ آخر الراکبین ۔ آخر الذاہبین ۔ آخر القادمین کی مثالوں میں سے کسی کو یہ شک نہیں گزرتا کہ وصفِ مضاف الیہ سے متصف سب پہلے لوگ لقمۂ اجل بن گئے ۔ مگر آپ نے غور نہیں فرمایا کہ ان مثالوں میں مضاف الیہ گروہوں کا سلسلہ کسی لمبے اور غیر معمولی زمانہ اور صدیوں پر ممتد نہیں ۔ لیکن آخر النبیین کا زمانہ چونکہ ابتدائے آدم علیہ السلام تا ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ممتد ہے اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء میں سے کسی کے زندہ رہنے کا ثبوت ان محدود زمانہ سے تعلق رکھنے والی مثالوں سے حاصل نہیں کیا جا سکتا ۔ لہٰذا مفتی صاحب

کی پیش کردہ یہ مثالیں حیات مسیح علیہ السلام کے ثبوت میں ان کے لئے سہارا نہیں بن سکتیں پس ان کا اس وقت تک زندہ ہونا جس طرح قرآن مجید کی دیگر آیات کے خلاف ہے ویسے ہی ان کا زندہ رہنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مبعوث ہونا آیت خاتم النبیّٖن کے صریح خلاف ہے خواہ خاتم النبیّٖن کے معنی علی الاطلاق آخر النبیّٖن لئے جائیں۔ خواہ بقول مفتی صاحب منصب نبوّت پانے میں آخر النبیّٖن اور خواہ امام علی القاری وغیرہ علماء کے نقطۂ نگاہ کے مطابق تشریعی اور مستقل انبیاء میں سے آخری نبی سمجھے جائیں۔ قرآن مجید نے تو سورۂ آل عمران کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ میں صاف فیصلہ فرما دیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام رسول اس جہان سے گذر چکے ہیں۔ طبعی موت سے یا مقتول ہو کر حسب قرینۂ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ"۔ اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے حضرت عیسٰے علیہ السلام حسب آیت مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بذریعہ قتل اس جہان سے نہیں گزرے لہٰذا ان کا طبعی موت سے گزرنا متعین ہوگیا۔ اور آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں ان کی باعزّت موت طبعی کے علاوہ ان کے لئے بلند مدارج پانا بھی مذکور ہے کیونکہ رفع الی اللہ علی وجہ الکمال بعد از وفات مدارج عالیہ پانے سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ ہے وہ راز جس سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیّٖن صلے اللہ علیہ وسلم کے

ظہور سے پہلے کا کوئی نبی زندہ نہیں۔ لہذا حضرت عیسٰے علیہ السلام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا ان امثلہ کے مخالف ہے۔

ماسوا اس کے خدا تعالٰے کی سنت جاریہ یہ ہے کہ وہ تشریعی نبی بھیجتا ہی اس وقت رہا ہے۔ جبکہ پہلا تشریعی نبی وفات پا چکا ہوا ہو۔ چونکہ مفتی صاحب کے نزدیک حضرت عیسٰے علیہ السلام تشریعی نبی تھے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے ان کا وفات پا جانا یقینی امر تھا۔ آیت قرآنیہ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ اسی امر پر شاہد ناطق ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام اپنی قوم کے بگڑنے سے پہلے وفات پا چکے ہیں۔ اور تا قیامت قوم کے بگاڑ کے متعلق وہ عینی شاہد نہیں ہوں گے۔ لہذا نہ وہ زندہ ہیں نہ انہوں نے قیامت سے پہلے اپنی قوم میں آنا ہے۔ ان کی قوم چونکہ نزول قرآن سے پہلے گذر چکی اس لئے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی ان کے دوبارہ مبعوث ہونے میں صریح روک ہے۔ اس راز کی وجہ سے مفتی صاحب کو ہمارے سامنے اپنی یہ مثالیں پیش کرنے کا کوئی حق نہیں۔

علاوہ ازیں یہ سب مثالیں آخر المجالسین وغیرہ جو قبل ازیں مذکور ہیں اگر خاتم المجالسین وغیرہ کا ترجمہ ہوں تو یہ ترجمہ خاتم کا مجازی معنوں میں ہوگا۔ کیونکہ آخر کو پہنچنا خاتم کے مجازی معنی ہیں۔ حقیقی مصدری معنی خاتم کے مُؤثر ذریعہ ہیں۔ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چونکہ ان حقیقی معنوں

میں بھی خاتم النبیین مانتے ہیں اور آخری شارع نبی ہونے کو اس کا لازم المعنی جانتے ہیں۔ اس لئے خاتم النبیین کو جو ان دو معنوں پر مشتمل ہے ہم ایک ہی معنے رکھنے والی اور مجازی معنیٰ میں استعمال ہونے والی مثالوں پر قیاس نہیں کر سکتے۔ آیت قرآنیہ خاتم النبیین کا سیاق آپ کو ابوالانبیاء قرار دیتا ہے اور لغتِ عربی ان معنی کی مؤید ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء کے ظہور میں بطور علت مؤثر ذریعہ ہیں۔ مفتی صاحب کی پیش کردہ مثالوں میں خاتم کے مؤثر ذریعہ ہونے کے معنی نہیں لگ سکتے۔ لہٰذا خاتم النبیین کا ان امثلہ پر قیاس نہیں ہو سکتا۔

یہ قیاس اس لئے بھی قیاس مع الفارق ہے کہ اوپر کی مثالوں میں مضاف الیہ گروہ سوائے خاتم المساجد کے ایسے افعال پر مشتمل ہے جو کوئی دائمی وصف نہیں۔ چنانچہ فعل جلوس۔ رحلت۔ رکوب۔ ذہاب، قدوم کے محض وقتی اور عارضی افعال ہیں۔ اور خاتم النبیین میں نبوت کا وصف دوام رکھتا ہے۔ لہٰذا ان عارضی اور وقتی افعال پر مشتمل امثلہ پر خاتم النبیین کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ ماسوا اس کے ان امثلہ میں مضاف الیہ گروہ کا الف لام عہد خارجی یا استغراق عرفی کا ہے لیکن خاتم النبیین کا الف لام بلحاظ ابوالانبیاء ہونے کے استغراق حقیقی کا ہے۔ یہ بات بھی دوسری باتوں کے ساتھ مل کر خاتم النبیین کا ان مثالوں پر قیاس کرنے میں مانع ہے۔

خاتم الفاتحین کی مثال اگر غیر معمولی لمبے زمانہ سے تعلق رکھتی ہو تو اس پر

بھی خاتم النبیین کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خاتم الفاتحین کا مفہوم ابو الفاتحین نہیں ہے اور خاتم النبیین بلحاظ سیاق آیت ابو الانبیاء کے مفہوم پر مشتمل ہے۔

اب رہ گیا خاتم المہاجرین اور خاتم المساجد والی حدیثوں میں خاتم النبیین کا استعمال سو اس کی وضاحت اور تشریح ذیل میں درج ہے۔

## خاتم المہاجرین والی حدیث کی وضاحت

حضرت عباس رضؓ سے متعلق حدیث نبویؐ

"اِطْمَئِنَّ یَا عَمِّ فَاِنَّکَ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِیْنَ فِی الْهِجْرَةِ کَمَا اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ فِی النُّبُوَّةِ" (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۸)

کہ اے چچا! آپ مطمئن ہو جائیں آپ ہجرت جاریہ از مکہ کے آخری مہاجر ہیں جس طرح میں نبوۃ جاریہ کا آخری نبی ہوں۔

اس حدیث میں بے شک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاتمیت زمانی سے حضرت عباسؓ کی خاتمیت ہجرت کو تشبیہ دی ہے۔ لیکن حضرت عباسؓ کے خاتم المہاجرین ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ مکہ سے مدینہ والی ہجرت جاریہ کے لحاظ سے آخری فرد ہیں جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے اس وقت تک کی نبوت جاریہ تشریعیہ ومستقلہ کے لحاظ سے آخری فرد ہیں۔ اس حدیث کے رُو سے حضرت عباسؓ کو خاتم المہاجرین قرار دینے سے آئندہ شرعی ہجرت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ صرف مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت بند ہوئی ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری تشریعی ومستقل نبی ہونے کی وجہ سے صرف تشریعی اور مستقلہ نبوت منقطع ہوئی ہے نہ کہ غیر تشریعی

امتی نبوّت۔ چنانچہ دیکھ لیجیے ہجرت مکہ کے بعد ہندی مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کرنا پڑی ہے اور فلسطینی مسلمانوں کو فلسطین سے ہجرت کرنا پڑی ہے اور خود مفتی محمد شفیع صاحب ہندوستان سے مہاجر ہوکر پاکستان میں وارد ہوئے تھے۔ پس خاتم المہاجرین کے ساتھ فی الھجرۃ کے الفاظ اور خاتم النبیین کے ساتھ فی النبوۃ کے الفاظ ہجرت مخصوصہ اور نبوت مخصوصہ کے انقطاع کے لئے قوی قرینہ ہیں۔ اس سے ہجرت مطلقہ اور نبوّت مطلقہ کا جواز قائم رہتا ہے۔ وھذا ھو المرام۔

## خاتم المساجد کے معنی

جناب مفتی صاحب پر واضح ہو کہ بے شک مسجدِ نبویؐ خاتم المساجد یا آخر المساجد ہے۔ مگر یہ نئے طریق عبادت کے لحاظ سے سب مساجد سے آخری ہے اور اس کے بعد کسی نئے طریق عبادت کے لئے کسی مسجد کا بنانا ناجائز ہے نہ کہ ایسی مساجد کا بنانا بھی ناجائز ہے جن میں مسجد نبوی والا طریق عبادت جاری ہو۔ پس مسجد نبوی آخر المساجد ان معنوں میں نہیں کہ اس کے بعد اسلامی طریق عبادت کے لئے کسی مسجد کا بنانا جائز نہیں۔ لہٰذا تمام مساجد جو اس کے بعد اسلامی طریق عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں وہ مسجدِ نبویؐ کا ظل ہیں۔ اسی طرح خاتم النبیین کے بعد مطلق نبوّت منقطع نہیں ہوئی بلکہ صرف تشریعی اور مستقلہ نبوّت منقطع ہوئی ہے نہ کہ غیر تشریعی امتی نبوّت۔ یا بالفاظ دیگر ظلی نبوت

چنانچہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی اور امام شعرانی لکھتے ہیں:۔

”فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّۃُ بِالْکُلِّیَّۃِ وَلِھٰذَا قُلْنَا اِنَّمَا

اِرْتَفَعَتْ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ فَهٰذَا مَعْنٰی لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ سوال ۸۲ صفحہ ۳)

ترجمہ:۔ نبوت کلی طور پر بند نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم نے کہا صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے یہی معنی لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کے ہیں۔

اور امام شعرانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:۔

اِعْلَمْ اِنَّ مُطْلَقَ النُّبُوَّۃِ لَمْ تَرْتَفِعْ وَاِنَّمَا اِرْتَفَعَتْ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲)

جان لو کہ مطلق نبوت بند نہیں ہوئی صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے۔

پس مسجد نبوی کے خاتم المساجد ہونے سے مسجدوں کا علی الاطلاق عدم جواز مراد نہیں۔ بے شک اس سے پہلی مسجدوں کا تباہ ہو جانا مراد نہیں لیکن یہ ضرور ہے پہلی مساجد جن میں طریق عبادت اسلامی طریق سے مختلف تھا وہ عبادت کی مقبولیت کے لحاظ سے کالعدم ہو گئی ہیں۔

**حدیث نبوی خاتم مساجد الانبیاء کی تشریح**

مفتی صاحب نے اس جگہ خاتم المساجد کی تشریح سے متعلق ہمارے استدلال کو ناقص طور پر پیش کر کے بزعم خود اس کی تردید میں کنز العمال کی یہ حدیث پیش کی ہے۔

اِنِّیْ خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَمَسْجِدِیْ خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِیَآءِ۔

مفتی صاحب اس حدیث کا ماحصل یہ بتاتے ہیں کہ:۔

"آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور نہ کسی نبی کی اور مسجد بنے گی" (ختم نبوت کامل ص۳۰۵)

پھر بڑی تعلّی سے لکھتے ہیں:۔

"مرزائی دنیا میں صحیح مسلم کے الفاظ دیکھ کر بڑی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔۔۔۔۔۔ کیونکہ خاتم المساجد کے معنی بالاتفاق یہ نہیں ہوسکتے کہ آپ کے بعد کوئی مسجد نہیں بنے گی کیونکہ یہ واقعات کے خلاف ہے۔ اسی طرح خاتم الانبیاء کے معنی بھی یہ نہیں ہوں گے کہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ لیکن دیلمی ابن نجار اور بزار کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی جو حدیث ابھی پیش کی گئی ہے کہ خاتم المساجد کے معنی خاتم مساجد الانبیاء ہیں اس نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے ہیں" (ختم نبوت کامل ص۳۰۵)

**الجواب** مفتی صاحب پر واضح رہے کہ یہ حدیث ہمارے مسلک اور موقف کے خلاف نہیں بلکہ ہمارے مسلک اور موقف کی پوری وضاحت کر رہی ہے لہذا اس کے پیش کرنے پر ہم مفتی صاحب کے شکر گزار ہیں۔

اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کو اپنے سے پہلے گذرے ہوئے تمام انبیاء کی مساجد سے آخری مسجد قرار دیا ہے اور مسجد نبویؐ کو آخری مسجد قرار دینے کا مفہوم یہ ہے کہ اب کسی نبی کے ذریعہ سے نئے طریق عبادت کے لئے کوئی مسجد تا قیامت نہیں بن سکتی بلکہ مسجد نبوی کے بعد جو مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں وہ مسجد نبویؐ کے طریق عبادت کو اختیار کرنے کے لئے بنائی جائیں

تو ان کا بنانا جائز ہوگا۔ کیونکہ وہ سب مساجد مسجد نبویؐ کا ظل ہوں گی۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم المساجد کے تقابل میں خاتم الانبیاء قرار دینے کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری نئی شریعت لانے والے نبی ہیں ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا جو آئیگا وہ آپؐ کا امتی ہونے کی وجہ سے آپؐ کا ظل ہوگا۔ اور آپ کی شریعت کے تابع ہوگا۔ پس جس طرح مسجد نبوی کے بعد اس کی ظلّی مساجد کا بنانا جائز ہے اسی طرح خاتم الانبیاء کے بعد ظلّی نبی کا آنا منقطع نہیں۔ آئندہ جو مسجد بنانا جائز ہوگی وہ وہی ہوگی جو مسجد نبوی کے طریق عبادت کے لئے بنائی گئی ہو خواہ اس کا بنانے والا کوئی امتی نبی ہو یا اس کے بنانے والے عام امتی افراد ہوں۔

اب مفتی صاحب غور فرمالیں اُن کی تعلّی خاک میں مل گئی ہے یا نہیں۔

## حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ۲ دو عبارتوں میں تطبیق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے:-

"اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیّین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوّت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

نیز تحریر فرماتے ہیں:-

"ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے

لئے امتی ہونا لازمی ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ بیان مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے اس بیان کے مطابق ہے جس میں خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات لے کر اس کا اثر یہ بتایا گیا ہے کہ تمام انبیاء کی نبوتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فیض ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ

"بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔"

(تحذیر الناس ص۲۵ و ص۲۸ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

اسی طرح حقیقۃ الوحی کے لکھنے سے سات سال پہلے آپ نے "اشتہار ایک غلطی کا ازالہ" میں آیت خاتم النبیین کے معنی میں لکھا۔

لَيْسَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِ الدُّنْيَا وَلٰكِنْ هُوَ اَبٌ لِرِجَالِ الْاٰخِرَةِ وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى فُيُوْضِ اللّٰهِ مِنْ غَيْرِ تَوَسُّطِهٖ۔

یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ آخرت کے مردوں کے باپ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فیوض حاصل کرنے کے لئے آپ کے توسط کے بغیر کوئی راہ نہیں۔

یہ بیان بھی حقیقۃ الوحی کے مندرجہ بالا بیانات کے مطابق ہے کیونکہ اس میں ہر فیض خاتم النبیین کے واسطے سے ملنے کا بیان ہے۔ چونکہ مفتی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا خود مطالعہ نہیں کیا اور ادھر ادھر

سے دوسرے لوگوں کی کتابوں میں مذکور اقتباسات سے کام چلایا ہے اس لئے انہیں یہ معلوم نہیں کہ کونسی کتاب پہلے کی ہے اور کونسی بعد کی۔ چنانچہ وہ "اشتہار ایک غلطی کا ازالہ" کی ذیل کی عبارت درج کرتے ہیں:۔

"لیکن اگر کوئی شخص اس خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ باعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پا لیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا پھر بھی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے"

اور اس پر مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اشتہار ایک غلطی کا ازالہ" کی نئی تحقیق پر کسی شخص کا دعویٰ نبوت خاتم النبیین کی مہر توڑنے کے مترادف تسلیم کیا گیا ہے۔ یعنی خاتم النبیین کے وہی معنے لئے گئے جو تمام امت نے لئے ہیں لیکن نبی بننے کے شوق کو تناسخ اور حلول کے ہندوانہ عقیدہ کی پناہ لے کر پورا کیا جا رہا ہے کہ جو شخص بروز بن جائے وہ عین محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے اس کے آنے سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹتی کیونکہ اس کا آنا آپ کے سوا کسی اور نبی کا آنا نہیں۔ خود آپ ہی کا آنا ہے"

اب پہلے تو مرزا صاحب اور ان کی امت سے پوچھئے کہ ان

دونوں باتوں میں سے کونسی صحیح اور کونسی غلط ہے اور خاتم النبیین کے معنی حقیقۃ الوحی کے بیان کے مطابق یہ ہیں کہ آپ کی مُہر سے انبیاء بنتے ہیں۔ یا غلطی کے ازالہ کی تحریر کے مطابق یہ ہیں کہ آپ پر نبوت ختم ہو چکی ہے مگر خود آپ کا دنیا میں دوبارہ آنا اس کے منافی نہیں ۔" (ختم نبوت کامل ص۱۷۱)

**الجواب** مفتی صاحب اشتہار "ایک غلطی کے ازالہ" کو نئی تحقیق قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقۃ الوحی اس سے کئی سال بعد کی تصنیف ہے یہ تو ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کے متعلق مفتی صاحب کا مبلغ علم۔

اب ان کے سوال کا جواب ملاحظہ ہو۔ اگر مفتی صاحب نے حقیقۃ الوحی کو خود پڑھا ہوتا اور اوپر کی عبارتیں کسی جگہ سے نقل نہ کی ہوتیں تو انہیں معلوم ہوتا کہ ان کے پیش کردہ حقیقۃ الوحی ص۹۷ کی عبارت کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی جگہ وہ بات بھی لکھی ہے جو اشتہار ایک غلطی کے ازالہ سے مفتی صاحب نے پیش کی ہے۔ چنانچہ آپ حقیقۃ الوحی میں آگے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس کی محبت اور ہمدردی نے امت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا۔ اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصولِ معرفت کی اصل جڑھ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلے سے

ملے اور جو شخص امتی نہ ہو۔ اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو جو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھرایا۔ لہذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو۔ تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔

کسی حدیث صحیح سے اس بات کا پتہ نہیں ملے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے جو امتی نہیں یعنی آپ کی پیروی سے فیضیاب نہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

پھر ص۲۹ پر لکھتے ہیں:۔

"کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اسلام کے لئے یہ مصیبت کا دن بھی باقی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی بھی آئے گا کہ جو مستقل نبوت کی وجہ سے آپ کی ختم نبوت

کی مُہر کو توڑ دے گا۔ اور آپ کی فضیلت خاتم الانبیاء ہونے کی چھین
لے گا۔ اور آپ کی پیروی سے نہیں بلکہ براہ راست مقام نبوت حاصل
رکھتا ہوگا۔ اور اس کی عملی حالتیں شریعت محمدیہ کے خلاف ہونگی
اور قرآن شریف کی صریح مخالفت کر کے لوگوں کو فتنہ میں ڈالیگا
اور اسلام کی ننگ عزت کا موجب ہوگا۔ یقیناً سمجھو کہ خدا ہرگز
ایسا نہیں کرے گا۔ بے شک حدیثوں میں مسیح موعود کے ساتھ
نبی کا نام موجود ہے مگر ساتھ اس کے اُمتی کا نام بھی تو موجود
ہے اگر موجود بھی نہ ہوتا تو مفاسد مذکورہ بالا پر نظر کرکے ماننا پڑتا کہ
ہرگز ایسا ہو نہیں سکتا۔ کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے بعد آوے۔ کیونکہ ایسے شخص کا آنا صریح طور پر ختم نبوت
کے منافی ہے۔ اور یہ تاویل کہ پھر اس کو اُمتی بنایا جائے گا اور
وہی نو مسلم نبی مسیح موعود کہلائے گا۔ یہ طریق عزت اسلام سے
بہت بعید ہے جس حالت میں حدیثوں سے ثابت ہے کہ اسی اُمت
میں سے یہود پیدا ہوں گے تو افسوس کی بات ہے کہ یہود تو پیدا
ہوں اس اُمت میں سے اور مسیح باہر سے آوے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کیا ضرورت ہے کہ حضرت عیسےٰ کو آسمان سے اُتارا جائے اور اس کی
مستقل نبوت کا جامہ اُتار کر اُمتی بنایا جائے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹، ۳۰)

ان اقتباسوں سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے دونوں معنی حقیقۃ الوحی میں بھی
مذکور ہیں۔ مہر یعنی افاضۂ روحانیہ سے آئندہ اُمتی کے ظلی نبی بننے کا ذکر بھی

حقیقۃ الوحی میں موجود ہے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا مستقلہ نبوت کی مُہر کو توڑ کر آنے کو ختم نبوت کا منافی قرار دینا بھی حقیقۃ الوحی میں موجود ہے۔

اسی طرح اشتہار ایک غلطی کا ازالہ سے خاتم النبیین کے توسط سے فیوض الٰہی پانے کا ذکر بھی اس اشتہار میں موجود ہے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے جو مستقل نبی تھے نبوت مستقلہ کی مُہر توڑ کر آنے کو بھی خاتم النبیین کے منافی قرار دیا گیا ہے خاتم النبیین کے یہ دونوں معنی درست ہیں اور ان دونوں کا آپس میں کوئی تخالف اور تضاد نہیں۔ کیونکہ یہ دونوں معنی لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

خاتم النبیین کی خاتم روحانی کے افاضہ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام دیگر انبیاء کی طرح مستقل نبی بنائے گئے تھے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم بالذات کے معنوں کے ساتھ خاتمیت زمانی بھی ان معنوں میں رکھتے ہیں کہ آپ آخری شارع اور مستقل نبی ہیں جو شریعت تامہ کاملہ مستقلہ الی یوم القیامۃ لائے۔ اس لئے آپ کے بعد کوئی مستقل نبی نہیں آ سکتا لہذا حضرت عیسےٰ علیہ السلام جو مستقل نبی تھے وہ بھی آپ کے بعد نہیں آ سکتے جب تک وہ مُہر نہ ٹوٹ جائے جو ان کی نبوت مستقلہ کی تصدیق اور اس کو مستند بنانے کے لئے لگی تھی۔ البتہ جو شخص اپنے تئیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں محو کر دے اسے ظلی نبوت مل سکتی ہے (بالفاظ حقیقۃ الوحی) یا خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث اتحاد اور نفی غیریت اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح اس میں محمدی چہرہ کا انعکاس ہو گیا ہو وہ بغیر

مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا (بالفاظ اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ") آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی (افاضہ والی) مہر سے امتی نبوت مل سکتی ہے جو ظلی نبوت ہے،

پس حقیقۃ الوحی اور "اشتہار ایک غلطی کا ازالہ" میں دونوں جگہ ایک ہی مضمون بیان ہوا ہے۔ ان دونوں میں کوئی تضاد اور تخالف نہیں۔ بلکہ ملزوم و لازم کا علاقہ ہے "اشتہار ایک غلطی کا ازالہ" میں حسب خیال مفتی صاحب حقیقۃ الوحی سے مختلف مضمون بیان نہیں کیا گیا۔ اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" تو پہلے کا رسالہ ہے اور حقیقۃ الوحی بعد کی کتاب ہے۔ حقیقۃ الوحی میں اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کی ہی تائید ہے نہ کہ حقیقۃ الوحی سے مختلف کوئی نئی تحقیق ان دونوں کتابوں میں نبوت ملنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو واسطہ بھی قرار دیا گیا ہے جو خاتم النبیین کے حقیقی معنی ہیں اور آپ کی خاتمیت زمانی کا بھی ان معنوں میں بیان ہے کہ آپ آخری شارع اور مستقل نبی ہیں اور دونوں معنوں کے لحاظ سے ظلی نبوت ملنے کا دروازہ کھلا قرار دیا گیا ہے۔

مسیح موعود کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد صدی دوازدہم تحریر فرماتے ہیں۔

"یَنْعَکِسُ فِیْہِ اَنْوَارُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ" (الخیر الکثیر)

کہ اس میں سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار کا انعکاس ہوگا۔ گویا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عکس یعنی ظل ہوگا۔

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں:۔

هُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِيِّ وَنُسْخَةٌ مُّنْتَسِخَةٌ مِّنْهُ (الخیر الکثیر ص۷۲)

کہ وہ اسم جامع محمدی کی شرح اور اسی کا نسخہ ہوگا۔

ان ہر دو عبارتوں میں مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل عکس ظل اور بروز ہی قرار دیا گیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ہے کہ آپ حسب آیت اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ روحانی بروزی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہیں۔ بروز کو تناسخ و حلول کا ہندوانہ عقیدہ قرار دینا مفتی صاحب کی بہت بڑی غلط بیانی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے امام مہدی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز حقیقی قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو تفہیمات الٰہیہ جلد دوم ص۱۹۷) اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کے بھی قائل ہیں۔ لہٰذا دوسری بعثت بروزی ہی ہو سکتی ہے نہ اصالتاً۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

**حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے نزدیک آنحضرتؐ کے دو بعث**

"وَاَعْظَمُ الْاَنْبِيَاءِ شَاْنًا مَنْ لَهٗ نَوْعٌ اٰخَرُ مِنَ الْبَعْثِ اَيْضًا وَذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ مُرَادُ اللّٰهِ فِيْهِ سَبَبًا لِخُرُوْجِ النَّاسِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَاَنْ يَّكُوْنَ قَوْمُهٗ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَبَعْثُهٗ يَتَنَاوَلُ بَعْثًا اٰخَرَ" (حجۃ اللہ البالغہ جلد اوّل باب حقیقۃ النبوۃ و خواصہا)

ترجمہ :- انبیاء میں سے شان کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر عظمت والا نبی وہ ہے جس کے لئے ایک دوسری قسم کا بعث بھی ہوا اور یہ دوسرا بعث اس طرح ہے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ دوسرا بعث لوگوں کے ظلمات سے نور کی طرف نکالنے کا سبب ہو اور اس بعث ثانی کی وجہ سے آپ کی قوم خیر امت ہو جائے۔ جو لوگوں کے لئے نکالی گئی - پس اس طرح آپ کا بعث ایک دوسرے بعث پر بھی مشتمل ہوگا۔

دیکھئے یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان بیان ہو رہی ہے پس پہلا بعث دوسرے بعث کو ظلی اور بروزی طور پر ہی شامل ہو سکتا ہے دکہ اصالتاً اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعث ثانی کا دعویٰ کرنے کے بھی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے خود کو ظلی نبی قرار دیا ہے پس آپ کا بعث نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعث اول سے متناقض قرار نہیں دیا جا سکتا۔

**انقطاع نبوت والی احادیث کی تشریح**

اس بیان سے وہ حدیث بھی حل ہو گئی جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

(۱) اَنَا اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقًا وَاٰخِرُھُمْ بَعْثًا

پس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بعثت سے کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوا بلکہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعثِ ثانی کی ہی ایک تجلی ہے جس پر بعثِ اول مشتمل ہے۔

پس حدیث نبوی اَنَا اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقًا وَاٰخِرُھُمْ بَعْثًا

بھی ہمارے موقف کے خلاف نہیں البتہ یہ مفتی صاحب کے موقف کے خلاف ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس عالم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وصفِ نبوت سے سب نبیوں سے آخر میں متصف قرار دیا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اٰخرھم بَعْثًا کے الفاظ کی موجودگی میں پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ثانیہ کے قائل ہیں جو مستقل نبی تھے۔ اس طرح تو آخر الانبیاء بعثًا حضرت عیسٰے علیہ السلام بن جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے مسلک کے مطابق امت میں سے ظلّی طور پر مقام نبوت پانے والا چونکہ بلحاظ ظلیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا غیر نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کا بعث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی بعث ثانی قرار پاتا ہے اور اگر وہ مسیح موعود بھی ہو تو حضرت عیسٰے علیہ السلام کے کمالات بھی وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظلیت میں ہی حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظلّیت میں وہ امتی مسیح نبی اللہ کے کمالات حاصل کر کے اور عیسٰی علیہ السلام کا بروز ہو کر نزولِ عیسٰی علیہ السلام کی پیشگوئی کا مصداق ہو جاتا ہے۔ نزول کا لفظ حدیث میں اکراماً استعمال ہوا ہے جیسے اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ کہ خدا نے تم میں ذکر رسول یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نازل کیا ہے جو تم پر اللہ کی واضح آیات پڑھتا ہے۔ (سورۃ الطلاق آیت ۱۲)

۲- اسی طرح حدیث نبوی اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ بھی ہمارے موقف کے خلاف نہیں کیونکہ ظلی نبی کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری مستند ہیں اور وہ خود ایک پہلو سے نبی اور دوسرے پہلو سے امتی بھی ہے اس لئے وہ نہ نئی امت بنائے گا اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظل ہونے کی وجہ سے کوئی نیا نبی ہوگا۔ نئی امت وہی نبی بناتا ہے جو کوئی نئی شریعت لائے یا مستقل نبی ہو۔ البتہ حضرت عیسٰے علیہ السلام جو بقول مفتی صاحب تشریعی نبی تھے اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی نبوت میں کسی تغیر کے بغیر آجائیں۔ تو وہ نئی امت بنانے والے نبی بن جائیں گے اور یہ امر اس حدیث نبوی کے خلاف ہے۔

**احادیث لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کی صحیح تشریح**

۳- احادیث نبویہ جو لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ پر مشتمل ہیں وہ ہمارے موقف کے خلاف نہیں کیونکہ علماء امت نے ان الفاظ کی یہ تشریح کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع نبی پیدا نہیں ہو سکتا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے چنانچہ امام علی القاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

حَدِیْثُ لَا وَحْیَ بَعْدِیْ بَاطِلٌ لَا اَصْلَ لَہٗ نَعَمْ وَرَدَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ مَعْنَاہُ عِنْدَ الْعُلَمَآءِ لَا یَحْدُثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ۔" (الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ ص ۲۲۶)[1]

[1] المشرب الوردی فی مذہب المہدی مسلک بکتاب رحمانی ہدیہ مولوی حافظ عبدالرحمن امام اول ماڈل ٹاؤن لاہور صفحہ ۶۴-۶۵)

ترجمہ:۔ یہ حدیث کہ میرے بعد کوئی وحی نہیں باطل ہے اس کی کوئی اصل
نہیں۔ ہاں حدیث میں لَانَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے جس کے معنے علماء کے نزدیک
یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہوگا جو آپؐ
کی شریعت کو منسوخ کرے۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کے نزدیک لَا نَبِیَّ
بَعْدِیْ کے معنے مفتی صاحب والے درست نہیں کہ آئندہ کوئی شخص عہدۂ نبوت
کے ساتھ نہیں آئے گا۔ بلکہ ان کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ آئندہ کوئی
شخص تشریعی عہدۂ نبوت کے ساتھ نہیں آئے گا نہ یہ کہ نبوتِ مطلقہ کا عہدہ
بھی نہیں پاسکتا۔

اقتراب الساعۃ میں بھی لکھا ہے:۔

"حدیث لاوحی بعد موتی بے اصل ہے البتہ لانبیّ بعدی
آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ کوئی نبی شرع
ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔ (صفحہ ۱۶۲)

حضرت مولوی عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی بھی اپنی کتاب "دافع الوسواس فی اثر
ابن عباسؓ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں
البتہ شرع جدید لانا ممتنع ہے۔" (صفحہ ۱۶)

پس لانبی بعدی کے یہ معنی کہ آئندہ کسی کو عہدۂ نبوت نہ ملے گا مفتی صاحب
کے ایجاد کردہ معنی ہیں تا وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اصالتاً آمد کے جواز کو

حدیث لانبیّ بعدی کی موجودگی میں ثابت کرسکیں۔

پس انقطاعِ نبوت پرمشتمل تمام احادیث کا مفاد علماء محققین نے یہی سمجھا ہے کہ اس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری تشریعی نبی ہونا بیان ہوا ہے اور ان میں مجرد نبی کا انقطاع بیان کرنا مقصود نہیں۔

**قصرِ نبوّت والی حدیث**

چنانچہ قصرِ نبوت کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بطور آخری اینٹ کے تکمیل کے ذکر پرمشتمل حدیث میں بھی نبوت سے مراد تشریعی نبوّت ہے اور تکمیلِ قصر سے مراد شریعت کا قصر ہے جس کی تکمیل شریعت محمدیہ تامہ کاملہ مستقلہ الیٰ یوم القیامۃ کے ذریعہ ہوئی چنانچہ امام ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:-

اَلْمُرَادُ هُنَا النَّظْرُ اِلَى الْاَكْمَلِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الشَّرِيْعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ مَعَ مَا مَضٰى مِنَ الشَّرَائِعِ الْكَامِلَةِ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۳۸)

یعنی مراد تکمیلِ عمارت سے یہ ہے کہ شریعتِ محمدیّہ پہلے گذری ہوئی کامل شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل سمجھی جائے۔

۲۔ حدیث اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ کا مفہوم بھی یہی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد تشریعی نبوت منقطع ہوگئی ہے اور کوئی تشریعی نبی آپ کے بعد نہیں آئے گا اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ کوئی غیر تشریعی امتی نبی بھی نہیں آسکتا۔ چنانچہ

اس حدیث کی تشریح میں شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِیْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ھِیَ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ لَامَقَامُھَا فَلَا شَرْعَ یَکُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَایَزِیْدُ فِیْ شَرْعِہٖ حُکْمًا اٰخَرَ وَھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ اَیْ لَا نَبِیَّ یَکُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ یُخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ۔" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ ص۳)

ترجمہ:۔ وہ نبوّت جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے منقطع ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقامِ نبوّت۔ پس اب کوئی شرع نہ ہوگی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ناسخ ہو اور نہ آپ کی شرع میں کوئی حکم بڑھانے والی شرع ہوگی۔ یہی معنے ہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی ہے پس میرے بعد نہ رسول ہوگا نہ کوئی نبی۔ یعنی مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنے اس قول سے یہ ہے کہ اب کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہوگا جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو بلکہ جب کبھی پیدا ہوگا تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا۔

پھر لکھتے ہیں:۔

"فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّةُ بِالْكُلِّيَّةِ وَلِهٰذَا قُلْنَا
اِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ فَهٰذَا مَعْنٰى لَا
نَبِيَّ بَعْدَهٗ" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

ترجمہ:۔ نبوت کلی طور پر بند نہیں ہوئی اس لئے ہم نے کہا صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے۔ پس لَا نَبِیَّ بَعْدِی کے یہی معنی ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

بہر ایں خاتم شد او کہ بجود ۔۔۔ مثل او نے بود نے خواہند بود

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس لئے خاتم ہوئے ہیں کہ فیض روحانی پہنچانے میں نہ آپ کی مثل کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔

اس شعر میں آپ کی خاتمیت بالذات مرتبی کا بیان ہوا ہے کہ آپ خاتم بمعنی فیض پہنچانے والا وجود ہیں۔

اگلے شعر میں فرماتے ہیں:۔

چونکہ در صنعت برد استاد دست ۔۔۔ نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

(مثنوی جلد ۶ صفحہ ۸ مطبوعہ نول کشور)

کہ جب کاریگری میں کوئی استاد دوسروں سے بڑھ جاتا ہے تو کیا تو نہیں کہتا کہ تجھ پر کاریگری کمال کو پہنچ گئی ہے یعنی تجھ جیسا کوئی صنعت گر نہیں۔

اس شعر میں مولانا موصوف نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو انتہائی کمال رکھنے والا صانع قرار دیا ہے۔ ان معنوں میں نہیں کہ آئندہ کوئی نبی نہیں ہوگا

کیونکہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مفیض وجود ہونے کے لحاظ سے ہی تحریر فرماتے ہیں :-

مُرکُن در راہِ نیکو خدمتے ۔۔۔ تا نبوت یابی اندر اُمتے

(دفتر اول صـ۳ شائع کردہ فیروز دین اینڈ سنز)

کہ خدا کی راہ میں یعنی شریعت محمدیہ پر چلنے میں ایسی تدبیر اختیار کر کہ تجھے اُمت میں نبوت مل جائے۔

پس مفتی صاحب نے انقطاعِ نبوت کے مضمون پر مشتمل جو احادیث اپنی کتاب میں پیش کی ہیں ان سب احادیث کا مطلب یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں۔ اُمتی نبی کی آمد کے امتناع پر جناب مفتی صاحب کوئی حدیث پیش نہیں کر سکتے۔ ذیل کی احادیث نبویہ امت میں نبوت کے امکان پر روشن دلیل ہیں۔

## احادیث نبویہ سے اُمت میں نبوت غیر تشریعی کا امکان

حدیث اوّل :- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِیٌّ"

(کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق و جامع الصغیر للسیوطی حاشیہ)

یعنی ابوبکرؓ اس امت میں افضل ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی آئندہ پیدا ہو۔

اس حدیث میں "یکون" فعل مضارع کا مصدر "کون" ہے جس کے معنی ہیں نیست سے ہست ہونا یا عدم سے وجود میں آنا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ (سورہ یٰسٓ : ۸۳)

کہ خدا کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے کہتا ہے "کُنْ" عدم سے وجود میں آ۔ "فَیَکُوْنُ" تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر آیتِ خاتم النبیین کے رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہونا ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف یہی فرماتے کہ ابوبکرؓ تمام امت سے افضل ہیں إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ نَبِيٌّ کہکر یہ نہ فرماتے کہ اگر کوئی آئندہ نبی پیدا ہو تو اس سے افضل نہیں۔

مفتی صاحب نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔ البتہ اس مضمون سے ملتی جلتی دو حدیثیں اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۳ پر درج کرکے ان کا ترجمہ بگاڑ کر پیش کیا ہے۔ وہ دو حدیثیں درج ذیل ہیں۔

**حدیث دوم** ان میں پہلی کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَبُوْبَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ نَبِيٌّ ۔

یعنی ابوبکرؓ سب لوگوں میں سے بہتر ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو۔ (تو اس سے بہتر نہیں)

**حدیث سوم** ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَبُوْبَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدِیْ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ نَبِيٌّ ۔

یعنی ابو بکر میرے بعد سب لوگوں سے بہتر ہیں سوائے اسکے کہ کوئی نبی پیدا ہو۔

مفتی صاحب نے حدیث نمبر دوم وسوم کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور ان کا ترجمہ گول مول کر گئے ہیں۔ چنانچہ حدیث دوم کا ترجمہ انہوں نے یہ کیا ہے:۔

ابو بکرؓ انبیاء کے سوا تمام انسانوں سے بہتر ہیں۔

حدیث سوم کا ترجمہ کیا ہے:۔

ابو بکرؓ سوائے نبی کے میرے بعد سب انسانوں سے افضل ہیں۔

مفتی صاحب نے حدیث دوم میں یکون کا ترجمہ چھوڑ کر نبی کا ترجمہ انبیاء کر دیا ہے۔ اور حدیث سوم میں نبی کا ترجمہ تو نبی ہی کیا ہے مگر یکوْنُ کا ترجمہ اس میں بھی چھوڑ دیا ہے۔ اور اس طرح بات کچھ کی کچھ بنا دی ہے حالانکہ ان دونوں حدیثوں کا مفاد یہی ہے۔ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی آئندہ پیدا ہو۔ تو اس سے افضل نہیں۔ پس ان دونوں حدیثوں کے رُو سے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امکانِ نبوت ثابت ہے ان حدیثوں میں یکوْنُ میں کان تامہ استعمال ہوا ہے اس لئے نَبِیٌّ کا لفظ مرفوع ہے جس کا استثنا کیا گیا ہے۔ وہ آئندہ ہونے والا نبی ہے اگر یکوْنُ کا لفظ نہ ہوتا اور صرف الا الانبیاء کے الفاظ ہوتے۔ تو مفتی صاحب کا ترجمہ صحیح ہوتا۔ مگر یکون کے الفاظ کا ترجمہ بالکل غلط ہے۔ ایسے غلط ترجمہ کی وجہ بجز مغالطہ دہی کے اور کیا ہو سکتی ہے۔

**حدیث چہارم** قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَبَّاسِ فِیْکُمُ النُّبُوَّۃُ وَالْمَمْلَکَۃُ ۔

ترجمہ:- رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ تم لوگوں میں نبوت بھی ہوگی اور سلطنت بھی۔

پس جس طرح سلطنت دیئے جانے کا ذکر فرمایا ہے اسی طرح نبوت دیئے جانے کا امکان بھی بتایا ہے۔

**حدیث پنجم** مفتی صاحب نے اپنی کتاب ختم نبوت کامل ۳۵۲ پر حدیث نمبر ۱۲ جو ایک لمبی حدیث ہے اور حضرت انسؓ سے مروی ہے اختصار کے ساتھ یوں پیش کی ہے:-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ دَعَا اللّٰہَ تَعَالٰی اِجْعَلْنِیْ نَبِیَّ تِلْکَ الْاُمَّۃِ قَالَ نَبِیُّھَا مِنْھَا۔ قَالَ اِجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّۃِ ذٰلِکَ النَّبِیِّ قَالَ اسْتَقْدَمْتَ وَاسْتَاخَرَ وَلٰکِنْ سَاَجْمَعُ بَیْنَکُمْ فِیْ دَارِ الْجَلَالِ ۔ (رواہ ابونعیم فی الحلیہ کذا فی الخصائص جلد ا ص۱۲)

اس کا ترجمہ یہ ہے:- رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مجھے اس امت کا نبی بنا دے تو ارشاد ہوا اس امّت کا نبی اسی میں سے ہوگا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ مجھے اس نبی کی امّت میں سے بنا دیا جائے تو ارشاد ہوا کہ آپ ان سے پہلے آئے ہیں اور وہ آپکے

بعد تشریف لائیں گے البتہ دار الجلال میں ہم تم دونوں کو جمع کر دینگے

اس پوری حدیث کے سیاق کو مدنظر رکھا جاتے تو اس میں یہ مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کر دو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا منکر ہوگا تو میں اس کو دوزخ میں داخل کر دونگا۔ خواہ کوئی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ احمد کون ہیں؟ ارشاد ہوا۔ اے موسیٰ؟ قسم ہے مجھے عزّ وجلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو ان سے زیادہ میری مکرّم ہو۔ میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پہلے لکھ دیا تھا۔ اور جنّت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک وہ نبی اور اس کی اُمّت اس میں داخل نہ ہوں۔ حضرت موسیٰ نے کہا۔ آپ کی امت کون لوگ ہیں، خدا نے فرمایا۔ وہ بہت حمد کرنے والے ہیں۔ چڑھائی اور اُترائی میں حمد کریں گے۔ اپنی کمریں باندھیں گے اور اپنے اعضاء کو پاک رکھیں گے۔ دن کو روزہ رکھنے والے ہوں گے۔ اور رات کو تارکِ دُنیا۔ میں ان کا تھوڑا عمل بھی قبول کروں گا اور نہیں کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دینے سے جنّت میں داخل کروں گا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ نے خدا سے عرض کیا۔ اِجْعَلْنِيْ نَبِيَّ تِلْكَ الْاُمَّةِ قَالَ نَبِيُّهَا مِنْهَا کہ مجھے اس امت کا نبی بنا دیا جائے۔ تو خدا نے فرمایا اس امت کا نبی اسی امت میں سے ہوگا۔ اس پر موسیٰؑ نے کہا مجھے اس نبی کی امت ہی بنا دیا جائے۔ تو خدا نے یہ جواب دیا اِسْتَقْدَمْتَ وَاسْتَاْخَرَ وَلٰكِنْ سَاَجْمَعُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ فِيْ دَارِ الْجَلَالِ۔

کہ تو پہلے ہو گیا ہے اور وہ نبی پیچھے آئیگا۔ لیکن میں تم دونوں کو دار الجلال میں جمع کر دوں گا"۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی اس خواہش سے کہ مجھے اس امت کا نبی بنا دیا جاتے سے یہ مراد نہیں ہو سکتی تھی۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو اس امت کے نبی نہ رہیں اور ان کی جگہ میں نبی بنا دیا جاؤں۔ ایسا کمنا گستاخی تھا کیونکہ خدا تعالےٰ نے انہیں بتا دیا تھا کہ وہ میرے سب سے مکرم بندے ہیں اور میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ زمین وآسمان کی پیدائش سے بھی پہلے لکھ رکھا ہے۔ اور جو انہیں قبول نہیں کرے گا میں اُسے جہنم میں داخل کروں گا۔

پس موسیٰ علیہ السلام کی یہی مراد ہو سکتی ہے کہ مجھے رسول کریم صلعم کی امت میں نبی بنا کر بھیجا جائے نہ یہ کہ ان کی نبوت چھین لی جائے اور مجھے ان کی جگہ نبی بنا کر بھیج دیا جائے۔ یہ تو ایک گستاخانہ بات ہوتی جس کا کہنا موسیٰ علیہ السلام جیسے معرفتِ الٰہی رکھنے والے انسان کی شان سے بعید ہے پس ان کی یہی مراد ہو سکتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے تحت مجھے ان کی امت میں نبی بنا دیا جاتے مگر خدا نے نَبِیُّھَا مِنْھَا کہہ کر ان کی اس خواہش کو رد کر دیا اور بتا دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مقامِ نبوت پانے کا حق صرف آپ کے امتی کو ہے نہ کسی اور کو پس نَبِیُّھَا مِنْھَا کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں ایک امتی کا نبی ہونا مقدر کر رکھا

تھا اس لئے موسیٰ علیہ السلام کی یہ خواہش کہ مجھے اس امت کے اندر نبی بنا دیا جائے قبول نہ کی گئی اس پر انہوں نے صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا جانے کی خواہش کر دی اسے بھی اللہ تعالےٰ نے قبول نہ کیا۔

جناب مفتی صاحب! اس حدیث سے اُلٹا نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں بدیں وجہ کہ نَبِيُّهَا کا لفظ آیا ہے۔ اَنْبِيَاۤئُهَا کا لفظ نہیں آیا۔ اس کا جواب یہ ہے چونکہ حضرت موسیٰؑ امت میں خود ایک نبی بننے کی خواہش رکھتے تھے اس لئے خدا نے ان کی خواہش کے رد میں اَنْبِيَاۤئُهَا مِنْهَا کی جگہ سیاق کلام کے پیش نظر نَبِيُّهَا مِنْهَا کا مفرد لفظ استعمال فرمایا۔ گویا امت میں سے ایک نبی ہونے کے ذکر سے موسیٰ علیہ السلام کے امت میں نبی نہ ہونے کی پیشگوئی فرما دی اور اس کے ضمن میں امتی نبی کی آمد کا علی الاطلاق امکان بیان فرما دیا۔

مفتی صاحب کے ذہن میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ خواہش کی تھی کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے ہٹا کر مجھے ان کی جگہ نبی بنا دیا جائے۔ اگر مفتی صاحب کا ایسا خیال ہو تو اس قسم کا گستاخانہ کلام حضرت موسیٰؑ کی طرف منسوب کرنا کسی عالم کو زیب نہیں دیتا۔

**حدیث ششم**
**لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا کا مفہوم**

ایک اور حدیث اس بات پر روشن دلیل ہے کہ خاتم النبیین کی آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں امتی نبی کے آنے کے منافی نہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ

وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا" (ابن ماجہ کتاب الجنائز)

"ترجمہ:- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا فرزند ابراہیم وفات پاگیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اس کے لئے ایک دودھ پلانے والی مقرر ہے اور اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور صدیق نبی ہوتا۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صاحبزادہ ابراہیم کے بالفعل نبی بنایا جانے میں آیت خاتم النبیین روک نہ تھی۔ بلکہ ان کی وفات روک ہوئی ہے۔ کیونکہ آیت خاتم النبیین ۵ھ میں نازل ہوئی تھی اور صاحبزادہ ابراہیم نے ۹ھ میں وفات پائی۔ امام علی القاریؒ جو فقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام اور محدث ہیں۔ اس حدیث کے خلاف علامہ عبدالبر اور امام نووی کے اس خیال کو کہ یہ حدیث ضعیف ہے یہ لکھکر رد کرتے ہیں:-

"لَهُ طُرُقٌ ثَلَاثٌ يُقَوِّي بَعْضُهَا بَعْضًا" (موضوعات کبیر ۵۸)

کہ یہ حدیث تین سندوں سے ثابت ہے جو آپس میں ایک دوسری کو قوت دیتی ہیں۔ اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ "وَيُقَوِّيهِ حَدِيثُ لَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهُ اِلَّا اتِّبَاعِيْ" (ایضاً ۵۸) کہ یہ حدیث بھی اس حدیث کو قوت دے رہی ہے۔

علامہ شوکانی نے بھی نووی کے خیال کو رد کرتے ہوئے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ لکھا ہے:-

هُوَ عَجِيْبٌ مِنَ النَّوَوِيِّ مَعَ وُرُوْدِهٖ عَنْ ثَلَاثَةٍ

مِنَ الصَّحَابَةِ وَكَاَنَّهٗ لَمْ يَظْهَرْ لَهٗ تَاوِيْلُهٗ ۔

(الفوائد المجموعہ صفحہ ۱۴۳)

ترجمہ:۔ نووی کا اس سے انکار قابلِ تعجب ہے ۔ باوجودیکہ اس حدیث کو تین صحابہ نے روایت کیا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نووی پر اس کے صحیح معنے نہیں کھلے ۔

شہاب علی البیضاوی میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے :۔ اَمَّا صِحَّۃُ الْحَدِیْثِ فَلَا شُبْھَۃَ فِیْہِ لِاَنَّہٗ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَغَیْرُہٗ کہ اس حدیث کی صحت کے بارہ میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ اسے ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے ۔

حضرت امام ملا علی القاریؒ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے ۔

لَوْ عَاشَ اِبْرَاھِیْمُ وَصَارَ نَبِیًّا وَکَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِیًّا لَکَانَا مِنْ اَتْبَاعِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ ۔

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا اور نبی ہوجاتا اور اسی طرح اگر عمرؓ نبی ہوجاتے تو وہ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے ہوتے ۔ پھر اس امر کو آگے خود ہی واضح کر دیا ہے ۔

فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلَہٗ تَعَالٰی خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَاْتِیْ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِّنْ اُمَّتِہٖ ۔

کہ ان دونوں کا نبی ہوجانا آیت خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ خاتم النبیین

کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امّت میں سے نہ ہو۔

پس حضرت امام ملا علی قاریؒ نے خاتم النبیّین کے مضمون کی وضاحت میں صاف فرمادیا ہے کہ ان بزرگوں کا امتی نبی ہونا آیت خاتم النبیّین کے خلاف نہ ہوتا پس آیت خاتم النبیّین امتی نبی کے آنے میں مانع نہیں اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم آیت خاتم النبیّین کو امتی نبی کے آنے میں بھی مانع سمجھتے تو پھر یہ نہ فرماتے کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو صدیق نبی یعنی امتی نبی ہوتا بلکہ اسکی بجائے فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تو نبی نہ ہوتا کیونکہ میں خاتم النبیّین ہوں۔ اسلامی شریعت کے آجانے کے بعد صدیق کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا ضروری ہے لہذا صدیق نبی سے مراد یہ ہے کہ کامل امتی ہوکر بالفعل نبی ہوتا۔

امام ابن حجر الہیثمی نے اپنی کتاب الفتاوی الحدیثیہ میں ذیل کی حدیث نبوی درج کی ہے جو صاحبزادہ ابراہیم کے نبی بالقوہ ہونے پر روشن دلیل ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :۔

"عَنْ عَلِیٍّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ لَمَّا تُوُفِّیَ اِبْرَاھِیْمُ اَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اُمِّہٖ مَارِیَۃَ وَجَآءَتْہُ وَغَسَلَتْہُ وَکَفَّنَتْہُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ مَعَہُ النَّاسُ فَدَفَنَہٗ وَاَدْخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ وَقَالَ اَمَا وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَنَبِیٌّ ابْنُ نَبِیٍّ"

(کنز العمال جلد ۶ [illegible])

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ جب ابراہیم (فرزند رسولؐ) وفات پا گیا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی والدہ ماریہؓ کو بلا بھیجا وہ آئیں اور اسے غسل دیا اور کفن پہنایا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اسے لے کر نکلے اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ نکلے اور آپؐ نے اسے دفن کیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس کی قبر میں داخل کیا۔ پس کہا۔ خدا کی قسم یہ ضرور نبی ہے نبی کا بیٹا ہے۔"

افسوس ہے کہ یہ حدیثیں مفتی صاحب نے اپنے عقیدہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے اپنی کتاب میں درج نہیں کیں۔

## حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کی تشریح

ایک حدیث ہوئی میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ " (رواہ البخاری فی کتاب التعبیر)

یعنی اے لوگو! نبوت میں سے المبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔

اس حدیث کو جب مذکورہ احادیث اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ۔ نَبِیُّھَا مِنْھَا۔ اور لَوْعَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا کی روشنی میں پڑھا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں جس قسم کے نبی کا امکان ہے۔ وہ صرف المبشرات پانے کی وجہ سے نبی کہلانے کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ المبشرات کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت میں سے قرار دیا ہے۔ اور اسے امت

میں باقی قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ المبشرات نبوت کی جزو ذاتی ہیں۔
اور اُمّت میں جس نبی کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امکان ہے وہ
اسی جزوِ ذاتی کے پانے کی وجہ سے نبی کہلائے گا۔ نئی شریعت جب نبوت کی
اس جزو ذاتی کو لاحق اور عارض ہو تو اس کا حامل بوجہ شریعت جدیدہ تشریعی
نبی قرار پاتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شریعت جدیدہ تامہ کاملہ
مستقلہ الی یوم القیامۃ لانے والے نبی ہیں۔ اس لئے آپ کے بعد کوئی تشریعی
نبی نہیں آسکتا۔ تشریعی نبوت حدیث ہٰذا کے الفاظ لَمْ یَبْقَ کے ذیل میں
آکر منقطع ہوگئی ہے۔ چونکہ اس حدیث میں المبشرات کے اُمّتی کو ملنے کا وعدہ
ہے اس لئے یہ امر بھی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کے بعد کوئی مستقل نبی بھی نہیں آسکتا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

اِمْتَنَعَ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ مُّسْتَقِلٌّ بِالتَّلَقِّیْ۔

(الخیر الکثیر ص ۷۲ مطبوعہ بجنور)

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مستقل شریعت پانیوالا نبی نہیں آسکیگا۔

نیز وہ مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں:۔

لِاَنَّ النُّبُوَّۃَ تَتَجَزّٰی وَجُزْءٌ مِّنْھَا بَاقٍ بَعْدَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ۔ (المسوّی شرح مؤطا جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ دہلی)

کہ نبوت قابلِ انقسام ہے اور اس کی ایک جزو خاتم الانبیاء کے بعد باقی ہے۔
اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ

قرار دیا ہے۔ لہذا مسیح موعود بھی اس حدیث کی روشنی میں المبشرات والی وحی پانے کی وجہ سے ہی نبی اللہ کہلا سکتا ہے۔ مسیح موعود مستقل نبی یا تشریعی نبی کی حیثیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا۔ بلکہ نبی اللہ ہونے کے ساتھ اس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا بھی ضروری ہے اور اس کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود بلحاظ شریعت مصطفویہ آخری سند ہوگا۔

پس اس حدیث کی ترکیب لَمْ يَبْقَ مِنَ الطَّعَامِ إِلَّا الْخُبْزُ کی طرح ہے۔ کھانے میں سے روٹی کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ ظاہر ہے کہ روٹی کھانے کا حصہ بھی ہے اور خود کھانا بھی ہے۔ کیونکہ یہ کھانے کا جزو ذاتی ہے۔ اسی طرح المبشرات نبوتِ تشریعیہ کا حصہ بھی ہیں اور نبوت کا جزو ذاتی ہونے کی وجہ سے خود نبوت بھی ہیں۔ تمام غیر تشریعی انبیاء المبشرات یعنی امور غیبیہ پر اطلاع پانے کی وجہ سے ہی نبی کہلاتے رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کی جزو ذاتی یا بالفاظ دیگر نبوتِ مطلقہ المبشرات ہی ہیں۔ بے شک المبشرات سے حصہ بموجب حدیث نبوی بصورت رؤیا صالحہ مومنین کو بھی ملتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ کسی اُمتی کو بھی شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ وکشف والہام سے مشرف نہیں کیا جاتا۔

اُمتِ محمدیہ کے مسیح موعود پر صحیح مسلم کی حدیث میں جو تو اس میں سمعان سے باب ذکر الدجال میں مذکور ہے وحی کے نازل ہونے کا صاف ذکر موجود ہے اور علماء اُمت نے یہ تسلیم کیا ہے۔

نَعَمْ يُوْحٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحْيٌ حَقِيْقِيٌّ كَمَا فِيْ حَدِيْثِ مُسْلِمٍ۔ (روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۶۵)

صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسٰى اِنِّيْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّيْ لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ لِقِتَالِهِمْ۔ فَحَرِّزْ عِبَادِيْ اِلَى الطُّوْرِ۔ (مسلم جلد ۲ باب ذکر الدجال صفحہ ۴۰۱)

یعنی اللہ تعالیٰ موعود عیسیٰ کی طرف وحی کرے گا کہ میں نے اپنے بندے نکالے ہیں جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں۔ پس میرے بندوں کو پہاڑ کی طرف لے جا۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی کتاب الاعلام میں لکھا ہے

انّہ (عیسٰی) بعد نزولہ یُوْحٰی الیہ بجبریل وحیًا حقیقیًا۔

یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر بعد نزول حضرت جبریل وحی حقیقی لائیں گے۔

امام علی القاری جو فقہ حنفی کے جلیل القدر امام اور محدث ہیں صاف لکھتے ہیں:۔

لامنافاۃ بَیْنَ اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیًّا وَاَنْ یَّکُوْنَ متابعًا لِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیَانِ اَحْکَامِ شَرِیْعَتِهٖ واتقان طریقتہ ولو بالوحی اِلَیْهِ۔ (مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴)

یعنی حضرت عیسیٰ کے نبی ہونے اور ساتھ ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع

ہونے میں کوئی منافات نہیں اس صورت میں کہ وہ آپ کی شریعت کے احکام بیان کریں۔ اور آپ کی طریقت کو پختہ کریں خواہ وہ ایسا اپنی وحی کے ذریعہ ہی کریں۔

حدیث لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کی تشریح میں جو رؤیاء صالحہ کے الفاظ دوسری حدیث میں وارد ہیں اس کی تشریح میں حاشیہ ابن ماجہ پر لکھا ہے۔

اَلْمُرَادُ اَنَّهَا لَمْ تَبْقَ عَلَى الْعُمُوْمِ اِلَّا فَالْاِلْهَامُ وَالْكَشْفُ لِلْاَوْلِيَاءِ مَوْجُوْدٌ "

یعنی مراد یہ ہے علی العموم نبوّت میں سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ ورنہ اولیاء کے لئے کشف والہام کا پایا جانا بھی وقوع میں آچکا ہے۔

امام شعرانی لکھتے ہیں۔

" قَدْ يَكُوْنُ وَحْيُ الْبَشَائِرِ بِوَاسِطَةِ مَلَكٍ " (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

یعنی کبھی بشارتوں والی وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:۔

" اللہ تعالیٰ کا بشر سے کلام کرنا کبھی بالمشافہ ہوتا ہے اور یہ کلام انبیاء کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور کبھی انبیاء کے بعض کامل متبعین سے بھی بطور اتباع اور وراثت بالمشافہ کلام کرتا ہے اور جب کسی سے بکثرت ایسا کلام ہو تو وہ محدّث کہلاتا ہے۔"

(مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۵۱ صفحہ ۹۹)

علامہ حکیم صوفی محمد حسن صاحب مصنف غایۃ البرہان لکھتے ہیں۔

"الغرض اصطلاح میں نبوت بخصوصیت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے۔ وہ دو قسم ہے ایک نبوت تشریعی جو ختم ہو گئی۔ دوسری نبوت بمعنی خبر دادن وہ غیر منقطع ہے۔ پس اس کو مبشرات کہتے ہیں۔ اپنے اقسام کے ساتھ اس میں اولیاء بھی ہیں۔" (الکواکب الدریۃ صفحہ ۱۴۳-۱۴۴)

حضرت محی الدین ابن العربی اسی حدیث کے پیش نظر فرماتے ہیں:۔

فَالنُّبُوَّةُ سَارِيَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي الْخَلْقِ وَ إِنْ كَانَ التَّشْرِيعُ قَدِ انْقَطَعَ فَالتَّشْرِيعُ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ۔

کہ نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری ہے گو نئی شریعت کا لانا منقطع ہے پس شریعت کا لانا نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ شریعت کا لانا نبوت کی جزو عارض ہے یعنی نبوت کی جزو ذاتی نہیں، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

علمنا أَنَّ التَّشْرِيعَ أَمْرٌ عَارِضٌ بِكَوْنِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ فِيْنَا حَكَمًا مِنْ غَيْرِ تَشْرِيعٍ وَهُوَ نَبِيٌّ بِلَا شَكٍّ" (فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۵۴۵)

نبوت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

لَيْسَتِ النُّبُوَّةُ بِأَمْرٍ زَائِدٍ عَلَى الْإِخْبَارِ الْإِلٰهِيِّ۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ سوال ۱۸۸)

یعنی نبوت اخبار الٰہی سے زائد کوئی امر نہیں۔

پس اس سے ظاہر ہے کہ المبشرات یعنی اخبار غیبیہ الٰہیہ نبوت مطلقہ ہیں۔ اور جب شریعت کا لانا اسے لاحق ہو تو شریعت نبوت کی جزو عارض ہوتی ہے نہ کہ جزو ذاتی۔ جزو ذاتی اخبار الٰہیہ یا اطلاع ہی کا نام ہے۔ یہی امر نبوت مطلقہ ہے۔

حضرت محی الدینؒ المبشرات والی نبوت کے جاری ہونے کے متعلق یہ دلیل دیتے ہیں کہ:۔

فَاِنَّهٗ یَسْتَحِیْلُ اَنْ یَّنْقَطِعَ خَبَرُ اللّٰهِ وَاِخْبَارُهٗ عَنِ الْعَالَمِ اِذْ لَوِانْقَطَعَ لَمْ یَبْقَ لِلْعَالَمِ غِذَاءٌ یَتَغَذّٰی بِهٖ فِیْ بَقَاءِ وُجُوْدِهٖ۔" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۹۰ باب ۷۳)

یعنی یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اخبار غیبیہ اور حقائق و معارف کا علم دیا جانا بند ہو جائے۔ کیونکہ اگر یہ بند ہو جائے تو پھر دنیا کے لئے کوئی روحانی غذا باقی نہ رہے گی جس سے وہ اپنے روحانی وجود کو باقی رکھ سکے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں فرماتے ہیں:۔

"ہیچ کمال غیر از نبوت بالاصالہ ختم نہ گردیدہ و در مبدأ فیاض بخل و دریغ ممکن نیست۔" (مقامات مظہری صفحہ ۸۵)

یعنی نبوت بالاصالہ (نبوت مستقلہ) کے سوا کوئی کمال ختم نہیں ہوا۔ اور مبدأ فیاض یعنی خدا تعالیٰ سے بخل و دریغ ممکن نہیں۔

پس نہ امتی کے مقام نبوت پانے کا دروازہ بند ہے اور نہ اس پر وحی نازل

ہونے کا دروازہ بند ہے۔ پس حدیث لم یبق من النبوۃ الّا المبشّرات صرف نبوّت مستقلہ یا نبوت تشریعیہ کا انقطاع قرار دیتی ہے۔ اور امتی نبی پر المبشرات والی وحی کا نزول جائز رکھتی ہے اور اس کی تشریح میں حدیث نبوی میں المبشرات کو رویائے صالحہ عام مومن کے لحاظ سے قرار دیا گیا ہے مسیح موعود پر جو وحی نازل ہونے والی تھی وہ المبشرات والی وحی ہے۔ لہٰذا المبشرات نبوت تشریعیہ کی جزو ذاتی ہے اور نبوت تشریعیہ اس کی جزو عارض ہے۔

اس ساری بحث سے مفتی صاحب کی وہ مثالیں پادر ہوا ہو جاتی ہیں جو انہوں نے اس حدیث کے رُو سے نبوّت کا کلّی انقطاع ثابت کرنے کے لئے بڑی تعلّی سے پیش کی ہیں اس حدیث میں کُل اور جُزو کی نسبت مکان اور اینٹ والی نہیں اور نہ پلاؤ اور نمک والی ہے اور نہ کپڑے اور تاگا والی اور نہ چارپائی اور رسّی والی اور نہ پانی اور ہائیڈروجن یا آکسیجن والی کیونکہ المبشرات نبوت کی جزو ذاتی یعنی نبوت مطلقہ ہیں اور نبوت کے ساتھ جب شریعت جدیدہ لاحق ہو تو شریعت نبوت کی جزو عارض ہوتی ہے۔

اسی نبوّت مطلقہ کے ساتھ مسیح موعود کے امّت محمدیہ میں آنے پر دوسری حدیث نبوی میں اسے نبی اللہ قرار دیا گیا ہے اور اس پر نزول وحی بھی حدیث میں مذکور ہے جو نبوّت باقی نہیں رہی اس کے ساتھ مسیح موعود نہیں آسکتا نبوت کی جو جزو باقی ہے وہ از روئے حدیث نبوی المبشرات ہیں انہی کا حامل ہونے کی وجہ سے مسیح موعود نبی اللہ ہے جو جزو نبوت باقی نہیں رہی

وہ شریعت جدیدہ کا لانا ہے۔ فافہم و تدبّر۔

## مفتی صاحب کی خطرناک تحریف امام غزالیؒ کے کلام میں

مفتی محمد شفیع صاحب نے جماعت احمدیہ کو کافر قرار دینے کے لئے ایک عبارت بحوالہ الاقتصاد امام غزالیؒ کی طرف منسوب کرکے اپنی کتاب ختم نبوت کامل کے صفحہ ۱۳۶ اور پھر صفحہ ۱۵۳ پر درج کی ہے۔ اور اس میں خطرناک تحریف سے کام لیا ہے۔ اس کا پہلا حصہ سیاق بریدہ ہے، اور آخری حصہ سراسر محرّف ہے وہ عبارت یہ ہے:۔

اِنَّ الْاُمَّۃَ فَہِمَتْ مِنْ ھٰذَا اللَّفْظِ اَنَّہٗ اَفْھَمَ عَدَمَ نَبِیٍّ بَعْدَہٗ اَبَدًا وَعَدَمَ رَسُوْلٍ بَعْدَہٗ اَبَدًا وَاَنَّہٗ لَیْسَ فِیْہِ تَاْوِیْلٌ وَلَا تَخْصِیْصٌ وَمَنْ اَوَّلَہٗ بِتَخْصِیْصٍ کَلَامِہٖ مِنْ اَنْوَاعِ الْھَذْیَانِ لَا یَمْنَعُ الْحُکْمُ بِتَکْفِیْرِہٖ لِاَنَّہٗ مُکَذِّبٌ لِھٰذَا النَّصِّ الَّذِیْ اَجْمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی اَنَّہٗ غَیْرُ مُاَوَّلٍ وَلَا مَخْصُوْصٍ۔

(بحوالہ الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ نمبر دیئے بغیر)

اس عبارت سے پہلے مفتی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۵ پر لکھتے ہیں:۔

”حجۃ الاسلام امام غزالیؒ قدس سرہٗ جو علوم باطنہ اور ظاہرہ کے مسلّم امام ہیں اس آیت (خاتم النبیین۔ ناقل) کی تفسیر میں ایک ایسا مضمون تحریر فرماتے ہیں کہ گویا قادیانی فتنہ ان پر منکشف

ہو گیا تھا۔ اسی کے روکنے کے لئے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

اب واضح ہو کہ اس عبارت کے خط کشیدہ الفاظ و من اوّلہ سے لیکر آخری الفاظ ولا مخصوص تک سراسر ایک خود ساختہ عبارت ہے جو مفتی صاحب نے اپنے پاس سے گھڑ کر امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کی ہے تا اُسے امام غزالیؒ کا فتویٰ ظاہر کر کے احمدیوں کو کافر قرار دیا جائے۔

اور اس عبارت کا پہلا حصہ بھی حذف کر دیا ہے تا اس کا سیاق ظاہر نہ ہونے پائے۔ ان الامۃ کے الفاظ سے لے کر ولا تخصیص تک کی عبارت تو الاقتصاد صفحہ ۱۲۳ پر موجود ہے اس کے بعد یہ فقرہ ہے۔ "فَمُنْکِرُ هٰذَا لَا یَکُوْنُ اِلَّا مُنْکِرَ الْاِجْمَاعِ" یہ فقرہ مفتی صاحب نے حذف کر کے اس کے بعد کی عبارت خود گھڑ کر امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کر دی ہے کیا اس قسم کی خطرناک تحریف کرنے والے عالم اور مفتی سے کسی انصاف کی توقع ہو سکتی ہے۔

ہم مفتی صاحب کو پانچصد روپیہ انعام دیں گے اگر وہ یہ عبارت الاقتصاد سے دکھا دیں جس پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے۔ مگر وہ نہ دکھا سکیں۔ اور وہ ہرگز نہیں دکھا سکیں گے لہذا ظاہر ہے کہ انہوں نے اس عبارت کو امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کر کے ان پر افتراء کیا ہے۔

اس عبارت کا ترجمہ مفتی صاحب نے یہ درج کیا ہے:۔

"خوب سمجھ لو کہ تمام امت نے آیت خاتم النبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ رسُول۔ اور اس پر بھی اجماع و اتفاق ہے
کہ نہ اس آیت میں کوئی تاویل ہے اور نہ تخصیص۔ اور جس شخص
نے اس آیت میں کسی قسم کی تخصیص کے ساتھ کوئی تاویل کی اس
کا کلام ایک بکواس و ہذیان ہے۔ یہ تاویل اس کے اوپر کفر کا
حکم کرنے سے روک نہیں سکتی کیونکہ وہ اس نص صریح کی تکذیب
کرتا ہے جس کے متعلق امتِ محمدیہ کا اتفاق ہے کہ اس میں کوئی
تاویل و تخصیص نہیں۔" (ختم نبوت کامل صلا۱۳۶)

خط کشیدہ ترجمہ ایسی عبارت کا ہے جو الاقتصاد میں موجود نہیں۔ یہ عبارت مفتی صاحب نے احمدیوں کو کافر بنانے کے لئے خود گھڑی ہے اور الاقتصاد کی عبارت کے پہلے حصے کے ساتھ ملا کر اپنی کتاب میں درج کر دی ہے۔

پھر ختم نبوت کامل کے صلا۱۳۵ پر مفتی صاحب نے یہ عبارت لیس فیہ تاویل ولا تخصیص سے آخر تک درج کی ہے۔ اس میں لیس فیہ تاویل ولا تخصیص کے بعد کی ساری عبارت الاقتصاد میں موجود نہیں اور یہ سراسر محرف عبارت ہے۔

الاقتصاد میں حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کی تکفیر کے رجحان کو مٹانے کی کوشش کی ہے نہ کہ انہیں کافر قرار دینے کی۔ وہ معتزلہ اور مشبہہ فرقوں کو رسول کا مکذب نہیں جانتے اور تاویل کی بناء پر کافر قرار نہیں دیتے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:-

"وَ دَلِيْلُ الْمَنْعِ مِنْ تَكْفِيْرِهِمْ اَنَّ الثَّابِتَ عِنْدَنَا

بِالنَّصِّ تَكْفِيْرُ الْمُكَذِّبِ لِلرَّسُوْلِ وَهٰؤُلَاءِ لَيْسُوْا
مُكَذِّبِيْنَ اَصْلًا وَلَمْ يَثْبُتْ لَنَا اَنَّ الْخَطَاءَ
فِي التَّاوِيْلِ مُوْجِبٌ لِلتَّكْفِيْرِ فَلَا بُدَّ مِنْ دَلِيْلٍ
عَلَيْهِ وَثَبَتَ اَنَّ الْعِصْمَةَ مُسْتَفَادَةٌ مِنْ
قَوْلِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَطْعًا فَلَا يُدْفَعُ ذٰلِكَ
اِلَّا بِقَاطِعٍ وَهٰذَا الْقَدْرُ كَافٍ فِي التَّنْبِيْهِ عَلٰى
اَنَّ اِسْرَافَ مَنْ بَالَغَ فِي التَّكْفِيْرِ لَيْسَ عَنْ
بُرْهَانٍ فَاِنَّ الْبُرْهَانَ اِمَّا اَصْلٌ اَوْ قِيَاسٌ
عَلَى الْاَصْلِ وَالْاَصْلُ هُوَ التَّكْذِيْبُ الصَّرِيْحُ
وَمَنْ لَّيْسَ بِمُكَذِّبٍ فَلَيْسَ فِيْ مَعْنَى الْمُكَذِّبِ
اَصْلًا فَيَبْقٰى تَحْتَ عُمُوْمِ الْعِصْمَةِ بِكَلِمَةِ
الشَّهَادَةِ" (الاقتصاد ص۱۱۲)

یعنی اس امر کی دلیل کہ انہیں کافر نہیں کہنا چاہیئے۔ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک
نص (شرعی) سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو جھٹلانے والا ہو وہ کافر ہوتا ہے اور یہ فرقے (معتزلہ و مشبہ) ہرگز رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مکذّب نہیں اور ہمارے نزدیک یہ ثابت نہیں
کہ تاویل میں غلطی کھانا موجب تکفیر ہے اور یہ امر ثابت شدہ ہے کہ کلمہ طیبہ
لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انسان کو جان و مال کی حفاظت حاصل ہو جاتی ہے اور
جب تک اس کے خلاف کوئی یقینی دلیل نہ ہو یہ حفاظت قائم رہے گی اور ہمارا

اس قدر کہنا یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ تکفیر میں حد سے تجاوز کرنے والے کا فعل کسی دلیل پر مبنی نہیں کیونکہ دلیل یا اصل ہوگی یا کسی اصل پر قیاس ہوگی۔ اور اصل اس بارہ میں صریح تکذیب (رسول) ہے اور جو مکذب نہ ہو وہ مکذب کے معنوں (حکم) میں قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا کلمۂ شہادت کی وجہ سے ایسے شخص کو عام عصمت حاصل ہوگی یعنی اسے کافر قرار دینا جائز نہ ہوگا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جو شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مکذب نہ ہو اور نصوص قرآنیہ کو صحیح مانتا ہو اور کسی نص کی تاویل کرتا ہو تو وہ حضرت امام غزالیؒ کے نزدیک نص کا مکذب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وہ صاف لکھ چکے ہیں کہ اس بات کا ہمیں کوئی ثبوت نہیں ملا کہ تاویل میں غلطی تکفیر کا موجب ہے اندریں حالات وہ کیسے لکھ سکتے تھے کہ خاتم النبیین کی نص کی تاویل کرنے والا نص کی صریح تکذیب کرتا ہے اور یہ تاویل اس کے اوپر کفر کا حکم کرنے سے روک نہیں سکتی۔ آخری فقرہ جو امام غزالیؒ کی طرف تحریف کرتے ہوئے منسوب کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ:-

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى أَنَّهُ غَيْرُ مُأَوَّلٍ وَلَا مَخْصُوْصٍ ‌"

اس میں امام غزالیؒ کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ خاتم النبیین کی تاویل کرنے والا اس لئے مکذب قرار دیا جائے گا کہ امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ اس آیت کی نہ کوئی تاویل ہونی چاہیئے اور نہ کوئی تخصیص،

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ یہ بات بھی نہیں کہہ سکتے تھے اس لئے کہ اجماع امّت بھی ان کے نزدیک تکفیر کا موجب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ الاقتصاد صلا۱۱ اور صلا۱۱۳ پر لکھتے ہیں :۔

مَنْ اَنْكَرَ وُجُوْدَ اَبِيْ بَكْرٍ وَ خِلَافَتَهٗ لَمْ يَلْزَمْ تَكْفِيْرُهٗ لِاَنَّهٗ لَيْسَ تَكْذِيْبًا فِيْ اَصْلٍ مِّنْ اُصُوْلِ الدِّيْنِ مِمَّا يَجِبُ التَّصْدِيْقُ لَهٗ بِخِلَافِ الْحَجِّ وَالصَّلٰوةِ وَاَرْكَانِ الْاِسْلَامِ وَلَسْنَا نُكَفِّرُهٗ لِمُخَالَفَةِ الْاِجْمَاعِ فَاِنَّ لَنَا نَظْرًا فِيْ تَكْفِيْرِ النِّظَامِ الْمُنْكِرِ لِاَصْلِ الْاِجْمَاعِ لِاَنَّ الشُّبْهَةَ كَثِيْرَةٌ فِيْ كَوْنِ الْاِجْمَاعِ حُجَّةً قَاطِعَةً ۔

(الاقتصاد صلا۱۱ و صلا۱۱۳)

یعنی جو شخص حضرت ابوبکرؓ کے وجود اور ان کی خلافت کا انکار کرے اس کی تکفیر لازم نہیں ہوگی کیونکہ یہ امر اصولِ دین میں سے کوئی اصل نہیں جس کی تصدیق واجب ہو بخلاف حج، نماز اور ارکانِ اسلام کے اور ہم ایسے شخص کی تکفیر اجماع کا مخالف ہونے کی بناء پر بھی نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہمیں نظامؔ کو کافر ٹھہرانے میں بھی اعتراض ہے جو سرے سے اجماع کے وجود کا ہی منکر ہے

کیونکہ اجماع کے قطعی حجّت ہونے میں بہت سے شبہات ہیں۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ صرف اصولِ دین کی تکذیب کو امام غزالیؒ موجبِ کفر قرار دیتے ہیں۔ لیکن اجماعِ امّت کی بناء پر وہ کسی کی تکفیر کرنے کو

جائز نہیں سمجھتے۔ چنانچہ انہوں نے نظّام معتزلی کو جو سرے سے اجماع کا منکر ہے کافر قرار دینے کو قابلِ اعتراض جانا ہے۔ اور دلیل اس کی یہ دی ہے کہ اجماع کے حجّتِ قطعی ہونے میں بہت سے شبہات ہیں۔ ایسی عبارت کی موجودگی میں وہ خاتم النّبیّین کی نصّ کو مان کر اس کی تاویل کرنے والے کو اجماعِ امت کی بناء پر کس طرح کافر قرار دے سکتے ہیں جبکہ خود اجماعِ امّت کے قطعی ہونے میں ان کے نزدیک کئی شبہات ہیں اور نصّ کو مان کر اس کی تاویل ان کے نزدیک تکذیبِ نصّ نہیں کہ موجبِ تکفیر ہو۔

اس سیاق سے ظاہر ہے کہ جناب مفتی صاحب نے اپنی محولہ عبارت کے پہلے حصّے کو سیاق سے الگ کر کے پیش کر کے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اور حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ پر افتراء سے کام لیا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ کا مذہب یہ ہے کہ کلمہ لا الٰہ الّا اللہ پڑھنے والا کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے بعد وہ یہ لکھتے ہیں کہ اگر ہم کلمہ لا الٰہ الّا اللہ پڑھنے والے کے لئے تکفیر جائز رکھیں تو پھر تو ایسے شخص کو جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول کے آنے کو جائز رکھے فوراً کافر قرار دینا ہوگا۔ اور اس شخص کو کافر قرار دینے کے لئے دلیل صرف یہی پیش ہو سکے گی کہ وہ اجماع کا منکر ہے کیونکہ عقل نبی اور رسول کے آنے کو محال قرار نہیں دیتی اور تاویل کرنے والے کو اس کی تاویل میں عاجز نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا خاتم النّبیّین کی تاویل کرنے والے کو صرف اجماع کا منکر قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ وہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اجماع کا منکر ان کے نزدیک کافر نہیں۔ پس مفتی صاحب کا

ان کی طرف یہ عبارت منسوب کرنا کہ وہ خاتم النبیین کی تاویل کرنے والے کو کافر جانتے ہیں۔ امام غزالیؒ کے کلام کی سراسر تحریف ہونے کی وجہ سے ان پر افتراء عظیم ہے میں حیران ہوں کہ مفتی صاحب جیسے عالم نے ایسی خطرناک تحریف کی جرأت کیسے کی ہے؟

**جماعت احمدیہ خاتم النبیین کی تاویل نہیں کرتی**

حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ خاتم النبیین کی نص کی تاویل نہیں کرتی اور نہ اس میں کسی تخصیص کی قائل ہے۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک تو خاتم النبیین کے وہی دو معنے مسلّم ہیں جو مولانا محمد قاسمؒ نے بیان کئے ہیں۔ اوّل معنی مصدری ہیں دوم لازم المعنی۔

**۱۔ معنی اوّل**

خاتمیت بالذات مرتبی ہے جس کے فیض سے تمام انبیاء ظہور پذیر ہوئے اور بالفرض آئندہ اُمتی نبی پیدا ہوسکتا ہے جس سے خاتمیت محمدی یعنی خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔

**۲۔ معنی دوم**

خاتمیتِ زمانی جس کا مفہوم علماءِ اسلام کے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شریعت لانے والے نبی ہیں۔ ان معنی سے علماء مسیح نبی اللہ کی آمد کا جواز نکالتے ہیں بدیں وجہ کہ وہ امتی ہیں اگر یہ تاویل ہے تو پھر یہ علماء تاویل کرنے والے ہیں۔ اگر یہ تخصیص ہے۔ تو یہ علماء تخصیص کرنے والے ہیں لہذا سب پر کفر کا فتویٰ لگنا چاہیئے کیونکہ مفتی صاحب کی محرّفہ عبارت کے مطابق خاتم النبیین کی تاویل یا تخصیص کرنے والا کافر ہے پھر اس صورت میں مفتی محمد شفیع صاحب کو اپنا بھی فکر کرلینا

چاہیئے کیونکہ وہ خاتم النبیین کے معنی میں یہ تخصیص کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوّت پانے میں آخری نبی ہیں۔ پس علی الاطلاق آخر النبیین کے معنوں کو چھوڑ کر ایک تاویل اور تخصیص ہی ہے اگر مفتی صاحب اپنے معنوں کو غیر ماوّل قرار دیں تو اپنے نفس کو فریب دے رہے ہوں گے کیونکہ ان کے معنے آخر النبیین علی الاطلاق کے خلاف ہیں۔

ماسوائے اس کے قارئین کرام پر واضح رہے کہ خاتم النبیین کے معنوں میں امت کا اتفاق صرف اس بات پر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی اور آخری مستقل نبی ہیں۔ امتی نبی کے انقطاع پر علماء امت کا کبھی اجماع نہیں ہوا۔ خود مفتی محمد شفیع صاحب کے نزدیک جس قسم کی نبوّت کا حضرت مرزا صاحب کو دعویٰ ہے وہ نبوّت کی کوئی قسم ہی نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

"مرزا صاحب نے جس کا نام غیر تشریعی رکھا ہے وہ نبوّت کی کوئی قسم نہیں" (ختم نبوّت کامل ص۹۵ حاشیہ)

لہٰذا مفتی صاحب کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تکفیر کا کوئی حق نہیں پہنچتا کیونکہ ان کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سب کے سب تشریعی ہیں۔ اور شریعت لازمۂ نبوّت ہے۔ (ملاحظہ ہو ختم نبوت کامل حاشیہ ص۹۵)

اب ایک عالم کی حیثیت میں مفتی صاحب کو اپنی تعریفِ نبوّت کے پیشِ نظر یہ لازم ہے کہ وہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیش کردہ غیر تشریعی نبوّت کو جو ان کے نزدیک قسمِ نبوّت نہیں ہے مجازی نبوّت قرار دیں کیونکہ ان کی تعریف

نبوت کے مطابق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے دعویٰ نبوت کیا ہی نہیں۔ اور جس قسم نبوت کا آپ کو دعویٰ ہے وہ مفتی صاحب کے نزدیک نبوت ہے ہی نہیں۔ پس اس قسمِ نبوت پر مفتی صاحب کی اصطلاح کے مطابق نبوت کے لفظ کا اطلاق مجازی ہی قرار پائے گا۔ لہٰذا مفتی صاحب کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تکفیر کا ہرگز کوئی جواز نہیں۔ اگر وہ تکفیر پر قائم رہیں تو وہ قیامت کے دن اس بارہ میں قابلِ مؤاخذہ ہوں گے۔ حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

"فَالْمَنْزِلَةُ الْمَجَازِيَّةُ لَا تُوْجِبُ الْكُفْرَ وَلَا الْبِدْعَةَ۔" (شرح شفا قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۵۱۹)

کہ نبوت کا مجازی مرتبہ نہ کفر ہے نہ بدعت۔ پس مفتی صاحب کی ساری کوشش حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی تکفیر میں فقہ حنفی کے خلاف ہے۔ اور ان کا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

**ضروری نوٹ** یہ واضح رہے کہ خاتم النبیین کی آیت میں آئندہ کے متعلق ایک پیشگوئی ہے مفتی صاحب کے نزدیک اس پیشگوئی کا مفہوم یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا سوائے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اور بعض مسلمان اس بات کے قائل چلے آئے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا عیسےٰ درحقیقت امام مہدی ہے جو حضرت عیسےٰؑ کا بروز ہوگا اور وہ عیسےٰؑ کے بروز کے ظہور میں آیت خاتم النبیین کو روک نہیں جانتے۔ پس جب خاتم النبیین آئندہ کے متعلق پیشگوئی ہے اور اس کے مفہوم میں اختلاف بھی موجود ہے۔ تو پھر یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں معنوں

پر امت کا اجماع ہے ایک باطل دعویٰ ہے کیونکہ فقہ حنفی کی رُو سے تو آئندہ کے متعلق پیشگوئیوں کے مفہوم کے بارے میں اجماع ہو ہی نہیں سکتا۔

چنانچہ مسلّم الثبوت مع شرح میں لکھا ہے:۔

"وَاَمَّا فِی الْمُسْتَقْبِلَاتِ كَاَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَاُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ فَلَا رَأْيِ الْاِجْمَاعَ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ لِاَنَّ الْغَيْبَ لَامَدْخَلَ فِيْهِ لِلْاِجْتِهَادِ" (مسلّم الثبوت مع شرح صفحہ ۲۴۶)

یعنی جو باتیں مستقبل سے تعلق رکھتی ہیں جیسے اشراط ساعة اور امور آخرت ہیں ان میں حنفیوں کے نزدیک اجماع نہیں ہے کیونکہ امور غیبیہ میں اجتہاد اور رائے کو کوئی دخل نہیں۔

چونکہ آیت خاتم النبیّین سے آئندہ نبی کا آنا یا نہ آنا مستنبط کرنا بھی امور مستقبلہ میں سے ہے اس لئے مفتی صاحب کے اجتہادی معنی کسی پر حجت نہیں ہو سکتے۔ اور نہ وہ ان معنوں کو اجماعی معنی قرار دینے کا حق رکھتے ہیں۔ مفتی صاحب کے خاتم النبیّین کے یہ اجتہادی معنی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت پانے میں سب سے آخری نبی ہیں۔ ان احادیث نبویّہ کے رو سے باطل ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نبوّت ملی جب آدم علیہ السلام ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ پس مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی طرح جماعت احمدیہ بھی خاتم النبیّین کے معنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبیوں کے لئے روحانی خاتم (مہر) قرار دے کر مسیح موعود کی نبوّت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتم رُوحانی کا فیض

جانتی ہے اور آپ کے تابع امتی نبی کی حیثیت میں مانتی ہے نہ کہ شارع یا مستقل نبی کی حیثیت میں۔ مگر مفتی محمد شفیع صاحب کو چونکہ ہمارے یہ معنی مسلم نہیں اس لئے وہ ہمیں چیلنج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

**مفتی صاحب کا چیلنج**

"اے مرزائی جماعت اور اس کے مقتدر ارکان! اگر تمہارے دعویٰ میں کوئی صداقت کی بُو اور قلوب میں کوئی غیرت ہے تو اپنی ایجاد کردہ تفسیر کا کوئی شاہد پیش کرو۔ اگر ساری جماعت مل کر قرآن کے تیس پاروں میں سے کسی ایک آیت میں احادیث کے غیر محصور دفتر میں سے کوئی ایک حدیث میں اگرچہ ضعیف ہی ہو صحابہ و تابعین کے بے شمار آثار میں سے کسی ایک قول میں یہ دکھلا دے کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں تو ہم سے پانسو روپے نقد انعام وصول کر سکتے ہیں۔ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے۔"

(ختم نبوت کامل ص۱۲۳)

**چیلنج کا جواب**

مفتی صاحب موصوف کے اس چیلنج کے جواب میں ہماری گذارش ہے کہ بہتر ہوتا کہ یہ چیلنج آپ علمائے دیوبند کو دیتے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مُہر سے نبی بننے کے معنی اوّل تو مولوی محمد قاسم صاحبؒ کو مسلّم ہیں چنانچہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت بالذات مرتبی کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"جیسے خاتم بفتح تا، کا اثر مختوم علیہ پر ہوتا ہے ایسے ہی موصوف

بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوگا۔" (تحذیر الناس ص۲۵)
خاتم کے ان معنی کے لحاظ سے مولانا محمد قاسم صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو آیت خاتم النبیین کے پیش نظر بالذات قرار دیتے ہوئے باقی تمام انبیاء کی نبوتوں کو بالعرض قرار دیتے ہیں اور خاتم النبیین کا مفہوم یہ بتاتے ہیں کہ

"اوروں کی نبوّت تو آپ کی نبوت کا فیض ہے۔ پر آپ کی نبوت کسی اور نبی کی نبوت کا فیض نہیں" (تحذیر الناس ص۴)

انہی معنے کے رُو سے مولانا محمد قاسم صاحب نے آئندہ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ

"بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا" (تحذیر الناس ص۲۸)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بھی خاتم النبیین کی مہر کو افاضہ کمال کے لئے قرار دیا ہے اور اس کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۹۷) گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتم روحانی کا اثر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد بھی کسی نبی کے پیدا ہونے میں مانع نہیں بیا اثر ہونا بھی دائمی چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائمًا خاتم النبیین ہیں۔

علمائے دیوبند میں سے مولانا محمد قاسم صاحب کے علاوہ مولوی محمود الحسن صاحب کو بھی خاتم النبیین کے معنی انبیاء سابقین کے لئے مہر سے نبی بننے کے

مسلّم ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"جس طرح روشنی کے تمام مراتب آفتاب پر ختم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب وکمالات کا سلسلہ روح محمدی پر ختم ہوجاتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی لحاظ سے خاتم النبیین ہیں۔ اور جس کو نبوّت ملی ہے آپ کی مہر لگ کر ملی ہے۔"

(تفسیر شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی ص۵۰۸ شائع کردہ ادارۂ اسلامیات)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کی مہر لگ کر نبی بننے کے معنی مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی کو بھی مسلّم ہیں۔ دیوبندیوں کے یہ دونوں مسلّم بزرگ مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمود الحسن صاحب خاتم النبیین کے معنوں میں مہر کی طرح کا اثر ان معنوں میں قرار دے رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے تمام انبیاء کو نبوّت ملی۔

لہٰذا اب مفتی محمد شفیع صاحب بتائیں کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمود الحسن صاحب کے جو علماء دیوبند میں سے سرکردہ عالم ہیں خاتم النبیین کے معنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتم (مُہر) کی تاثیر سے نبی بننے کے کس آیت قرآنیہ اور کس حدیث نبوی کی رُو سے بیان کئے گئے ہیں یا ان کے یہ معنے آثار صحابہ میں سے کس اثر کے مطابق ہیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب کو جماعت احمدیہ کو پانچ صد روپیہ کا انعامی چیلنج دینے سے پہلے اپنے ان بزرگوں کے

پیش کردہ معنوں کا ثبوت آیات قرآنیہ اور احادیث نبویّہ میں تلاش کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ یہ معنی ان کے مسلّمہ بزرگوں کی طرف سے بھی بیان شدہ موجود ہیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ یہ معنی جب ان کے ہاں بھی مسلّم ہیں تو پھر وہ خود ان کی تائید کیوں نہیں کرتے اور اُلٹا قرآن و حدیث اور صحابہ سے ان معنوں کی صحت کا ثبوت جماعت احمدیہ سے کیوں مانگتے ہیں؟

پس مفتی صاحب کو یا تو یہ چیلنج واپس لے لینا چاہیئے۔ اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمود الحسن صاحب کے ان معنوں کا ثبوت خود قرآن مجید اور احادیث نبویّہ اور آثار صحابہ سے تلاش کر کے دُنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ یا پھر انہیں چاہیئے کہ واشگاف الفاظ میں اپنے ان بزرگوں کو مُہر سے نبی بننے کے معنی بیان کرنے میں غلطی خوردہ قرار دیں۔ لیکن اگر مفتی صاحب ان دونوں دیوبندی عالموں کے معنوں کو غلط قرار دیں تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مفتی صاحب موصوف کا ان معنوں سے انکار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء پر افضلیت بالذات مرتبی کے انکار کو مستلزم ہوگا۔ کیونکہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے مولوی عبدالعزیز صاحب کے ان معنی کے انکار پر لکھا ہے:۔

"آپ خاتمیت مرتبی کو مانتے ہی نہیں خاتمیت زمانی کو ہی آپ تسلیم کرتے ہیں خیر اگرچہ اس میں در پردہ انکار افضلیت تامہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے۔ لیکن خاتمیت زمانی کو آپ اتنا عام نہیں کر سکتے جتنا ہم نے خاتمیت مرتبی کو عام کر دیا تھا۔"
(مناظرہ عجیبہ صفحہ ۱۷)

## مُہر سے نبی بننے کے معنی کی ٹھوس بنیاد

مفتی محمد شفیع صاحب پر واضح ہو کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے یہ معنی ایک ٹھوس بنیاد پر مبنی ہیں اور وہ ٹھوس بنیاد آیت خاتم النبیّین کا سیاق کلام ہے۔ اس بارہ میں مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے بیان کا حوالہ ہم پہلے دے چکے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ آیت مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ابوّت جسمانی کی کسی مرد کی نسبت سے نفی کی گئی ہے اور وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کا روحانی باپ قرار دیا گیا ہے اور خاتم النبیّین کے الفاظ سے آپ کو انبیاء کا باپ قرار دیا گیا ہے۔ "اب" کے معنی ازروئے لغتِ عربی مفردات القرآن خود مفتی صاحب نے کسی شئی کی ایجاد وظہور کا سبب تحریر کئے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ختم نبوت کامل کے صفحہ ۲۵ پر بحوالہ مفردات القرآن لکھتے ہیں:-

"وَیُسَمّٰی کُلُّ مَنْ کَانَ سَبَبًا فِیْ اِیْجَادِ شَیْءٍ اَوْ ظُھُوْرِہٖ اَبًا"

یعنی ہر اس شخص کو باپ کہا جاتا ہے جو ایک شئی کی ایجاد اور اس کے ظہور کا سبب ہو۔

آیت ہذا کے سیاق سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیّین کے الفاظ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبیوں کا خاتم کہکر انبیاء کے لئے آپ کی

ابوّت معنوی (روحانی) ثابت کرنا مقصود ہے لہذا آپ کی نبوّت تمام انبیاء کے مقابل بالذات قرار پائی ۔ اور تمام انبیاء کی نبوتیں بالعرض یعنی آپ کے واسطہ سے قرار پائیں ۔ لغت عربی ان معنوں کی مؤید ہے جیسا کہ مفردات القرآن کے حوالہ سے جو قرآن مجید کی لغت کے لئے سب سے مستند کتاب ہے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ختم مصدر کے ایک معنی تاثیر الشئ ہیں ۔ دوسرے معنی اس تاثیر کا اثر حاصل ہیں پس خاتَم اور خاتِم ہر دو قرأتوں کے معنی ہوئے نبیوں کے ظہور کے لئے مؤثر ذریعہ یا مؤثر نبی ۔ اور یہ مصدری معنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ابوالانبیاء ثابت کرتے ہیں ۔ اور سیاق آیت کے عین مطابق ہیں ۔ لہذا تمام انبیاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتم کا اثر حاصل قرار پائے ۔

مفتی محمد شفیع صاحب پر یہ بھی واضح ہو کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین بمعنی خاتم بالذات مرتبی کے ثبوت میں احادیث کی بھی نشان دہی کی ہے آپ نے اپنی کتاب تحذیر الناس کے شروع میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے پیش نظر خاتم النبیین کے یہ معنے اختیار کئے ہیں ۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مختلف طبقات ارض میں ہمارے طبقہ کی طرح آدم ، نوح ، موسیٰ ، عیسیٰ علیہم السلام کی طرح نبی ہیں اور تمہارے نبی کی طرح بھی نبی ہیں گویا انبیاء بھی ہیں اور خواتیم الانبیاء بھی ۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اس حدیث کی تشریح میں اپنی کتاب تحذیر الناس کی ساری بحث تحریر فرمائی ہے اور ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی نبوت بالذات ہے اور سوا آپ کے تمام انبیاء اور خواتیم انبیاء کی نبوتیں بالعرض ہیں یعنی اُن سب کی نبوتیں آپ کی خاتمیت بالذات کا فیض ہیں اور آپ کی نبوت کسی اور نبی یا خاتم کا فیض نہیں۔ پھر آپ نے خاتم النبیین کے ان معنوں کا اثر یہ بتایا ہے کہ ان معنی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت نہ صرف انبیاء کے افراد خارجی (انبیائے سابقین) پر ثابت ہوتی ہے بلکہ افراد مقدرہ یعنی جن کا آنا اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقدر ہے پر بھی ثابت ہو جاتی ہے، اور اس طرح ان معنوں کا اثر یہاں تک تسلیم کیا ہے کہ

"بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔"

(تحذیر الناس ص۳۴-۲۵ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

پھر مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ان معنیٰ کے ثبوت میں ایک دوسری حدیث نبوی تحذیر الناس میں كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ پیش کی ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور گیلی مٹی کی حالت میں تھے۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالذات ہے جو مُہر کی طرح تاثیر رکھتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب آدم سے پہلے نبی تھے تو خاتم النبیین کی حیثیت سے نبی تھے معمولی نبی نہ تھے چنانچہ حدیث اِنّی

عِنْدَ اللّٰہِ لَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ انہی معنی کی مؤید ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان جلد ۹ صلا بحوالہ مسند احمد بن حنبلؒ)

الٰہی سکیم میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو احادیث نبویہ کے مطابق اس وقت نبی اور خاتم النبیّٖن قرار دیا۔ جب آدمؑ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ پس الٰہی سکیم میں آپ نے صرف بطور نبی ہی علمی وجود نہیں پایا بلکہ آپ کی نبوت وصف خاتم النبیّٖن کی جامعہ قرار دے دی گئی تھی۔ خاتم النبیّٖن ہی کا یہ علمی وجود تمام انبیاء کے ظہور میں ابوالانبیاء ہو کر بطور سبب وعلت مؤثر رہا ہے۔

**مفتی صاحب پر اقبالی ڈگری**

جناب مفتی صاحب نے اپنی کتاب "ختم نبوت کامل" کے صـ۱۹۹ پر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعًا یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقًا وَ اٰخِرُھُمْ بَعْثًا اس کا ترجمہ مفتی صاحب نے یہ لکھا ہے۔" میں پیدائش میں تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر ہیں۔" پھر اس پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ:۔

"اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ عالم ارواح میں سب سے پہلے منصب نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ جس کے لحاظ سے آپ جس طرح خاتم النبیّٖن ہیں اسی طرح اول النبیّٖن بھی ہیں۔

> مگر اس جگہ کلام اس دنیا کی زندگی کے متعلق ہے اس لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے آخر میں منصب نبوت پر فائز ہوئے ہیں۔

واضح ہو کہ اس حاشیہ کا پہلا حصہ درست ہے اور شکر ہے کہ مفتی صاحب نے اس حدیث کی رو سے آخر تسلیم کر لیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو منصبِ نبوت سب انبیاء سے پہلے ملا تھا۔ اور اسی وقت سے آپ خاتم النبیین ہو کر اوّل النبیین بھی ہیں۔

یہ اعتراف کرنے کے باوجود مفتی صاحب اپنے ڈگر پر قائم رہنا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بے جوڑ بات لکھ رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں منصبِ نبوّت پر فائز ہوئے ہیں۔ منصب نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے ملنے اور سب سے آخر میں منصبِ نبوّت پر فائز ہونے میں تناقض ہے۔ دونوں میں سے ایک ہی بات درست ہو سکتی ہے۔ پس صحیح بات مفتی صاحب کی بموجب الفاظ حدیث اَنَا اوّل الانبیاء خلقًا پہلی ہی ہے کہ آپ کو منصبِ نبوت سب انبیاء سے پہلے ملا۔ اور حدیث کے الفاظ اٰخرھم بعثًا کا صرف یہ مفہوم بنتا ہے کہ اپنے پہلے منصب خاتم النبیین کے ساتھ مبعوث ہو کر آپ آخری تشریعی اور مستقل نبی ہیں۔ اٰخرھم بعثًا کے الفاظ سے مسیح موعود نبی اللہ کا امتِ محمدیہ میں آپ کے بعد مبعوث ہونے سے انکار مقصود نہیں ورنہ اس حدیث اور نزولِ مسیح کی احادیث میں تعناد پایا جائے گا۔ کیونکہ نبوت عامہ کے ساتھ مسیح موعود علیہ السلام جب

پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعیت میں آپ کے بعد مبعوث ہونا چاہیئے۔

**قرآن کریم سے اُمتی نبی کی آمد کا جواز**

قرآن مجید کی آیت کریمہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ سے ثابت ہے کہ نزول قرآن مجید کے بعد نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین میں شامل ہونے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شرط ہے۔ پس یہ آیت آئندہ زمانہ کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف خاتم النبیین بالذات ثابت کرتی ہے بلکہ خاتم الصدیقین بالذات، خاتم الشہداء بالذات اور خاتم الصالحین بالذات بھی ثابت کرتی ہے انہی معنی میں مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الکاملین بھی قرار دیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آئندہ سب مختلف مدارج کے روحانی کمال رکھنے والے لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے پیدا ہوں گے۔ آپ خاتم الکاملین ان معنوں میں قرار نہیں دیئے گئے کہ آپ کے بعد رُوحانی کمالات رکھنے والے لوگ پیدا نہیں ہوں گے۔

مفتی محمد شفیع صاحب نے اس آیت کو بھی خاتم النبیین کے معنی کھولنے کے لئے تفسیر القرآن بالقرآن کے طور پر اپنی کتاب ختم نبوت کامل کے صفحہ ۲۱۹ پر آیت ۲۳ کے طور پر درج کیا ہے۔ ہمارے نزدیک بھی یہ آیت آنحضرت کے لئے خاتم النبیین کی تفسیر ہے اور خاتم کے معنے لغت عربی کے لحاظ سے مُہر کا ہونا مولوی محمد شفیع صاحب کو بھی مسلّم ہے گو وہ آپ کو نبیوں کو تہ کرنے

والی مُہر قرار دیتے ہیں مگر مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے خاتم النبیین کی تفسیر میں خاتم کو اس کے لغوی مصدری معنوں میں لے کر آپ کو خاتم بالذات قرار دیا ہے اس مفہوم میں کہ تمام نبیوں نے آپ کے خاتم بالذات ہونے کے واسطہ سے نبوّت کا فیض پایا ہے گویا ان کے ظہور میں آپ بالواسطہ مؤثر ہیں اب جبکہ شریعت محمدیہ تامہ کاملہ مستقلہ الی یوم القیامۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آگئی تو آپ سے خاتم والا فیض پانے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شرط ہوگئی۔ لہذا کوئی مستقل نبی اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ ہاں اُمّتی کو ظلّی طور پر مقام نبوّت مل سکتا ہے جو مستقل نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی ہوگا۔ کیونکہ اُمّتی نبی اور ظلّی نبی ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں۔ البتہ مقام نبوت پانے کی وجہ سے وہ انبیاء کے زمرہ میں شامل ہوگا۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے بعض لوگ اس آیت کی روشنی میں صدیقوں میں شامل ہوں گے اور بعض شہیدوں میں اور بعض صالحین میں۔

پس یہ آیت خاتم النبیین کی خاتم بالذات کے فیض سے آئندہ اُمّتی نبی کے پیدا ہونے کے لئے روشن دلیل ہے۔ مفتی صاحب نے اس آیت کی تفسیر اپنے مطلب کے مطابق یوں بیان کی ہے کہ:۔

"اس آیت میں درجات جنّت اور مقربین خداوندی کے ساتھ ہونے کا وعدہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر کیا گیا جو اس کا صاف اعلان ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ دگرزہ مقربین

خدا وندی کے ساتھ ہونے کے لئے اس کی اطاعت بھی لازمی ہوتی"

(ختم نبوت کامل ص۲۳۲)

گویا مفتی صاحب آیت فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ کے جملہ اسمیہ کے معنی جو استمرار پر دلالت کرتا ہے آخرت میں درجات ملنے سے متعلق قرار دے رہے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ قیامت کو بھی اطاعت کرنے والے اپنے اپنے درجہ کے مطابق نبیوں یا صدیقوں یا شہداء یا صالحین میں شمار ہوں گے مگر یہ آیت ان درجات کا پانا قیامت سے وابستہ نہیں کرتی۔ جملہ اسمیہ چونکہ استمرار کا فائدہ دیتا ہے اس لئے جو لوگ اس دنیا میں نبوت یا صدیقیت یا شہادت یا صالحیت کا مرتبہ پائیں گے وہ آخرت میں بھی ان مدارج پر ثواب پانے میں ان گروہوں میں شامل ہونگے۔

پھر مفتی صاحب نے جب جنت میں "متقیوں کا نبیوں کے درجات پا" مان لیا۔ تو خاتم النبیین کے ان کے یہ معنے کیسے درست رہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص وصف نبوت سے متصف نہیں ہو سکتا۔ جب خاتم النبیین کے بعد جنت میں درجہ نبوت مل سکتا ہے تو یہ لوگ آخرت میں وصف نبوت سے متصف ہو جائیں گے اور مفتی صاحب کے خاتم النبیین کے یہ معنی غلط قرار پا جائیں گے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصف نبوت پانے میں سب سے آخری نبی ہیں۔ مفتی صاحب یہ بیان فرماتے ہیں کہ قرآن مجید نے کسی اور نبی کی اطاعت کا حکم نہیں دیا اس لئے کوئی نبی نہیں آ سکتا ورنہ اسکی اطاعت بھی لازمی ہوتی۔ مفتی صاحب پر واضح ہو کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ۔ (آل عمران: ۱۷۹)

یعنی خدا ایسا نہیں کہ مومنوں کو اس حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو۔ یہانتک کہ خبیث و طیب میں تمیز کرے اور خدا ایسا نہیں کہ تمھیں خالص غیب پر براہ راست اطلاع دے لیکن اس غرض کے لئے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے گا۔ برگزیدہ کرتا رہے گا۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

اس آیت میں پہلی بات یہ بیان ہوئی ہے کہ مسلمان اس حالت پر رہنے والے نہ تھے جس حالت پر وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھے اور خدا کے مدنظر تھا کہ وہ آئندہ خبیث و طیب میں امتیاز کرے گا۔

دوسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ آئندہ خدا کے خالص غیب پر اطلاع صرف رسولوں کو دی جائے گی اور تمہارا ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

تیسری بات اس آیت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ آئندہ ایسا رسول ہی آسکتا ہے جس پر صرف امور غیبیہ ظاہر کئے جائیں۔ وہ کوئی نئی شریعت لانے والا نہ ہو۔

پس جب ان رسولوں پر ایمان ضروری ہوا تو ان کی اطاعت فرض ہوگئی اور مفتی صاحب کی تفسیر غلط قرار پائی ۔ بلکہ اس آیت کی رُو سے اسی دنیا میں اللہ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نبیوں ۔ صدیقوں شہیدوں اور صالحین میں شامل ہونا ضروری قرار پایا ۔ اگر اس آیت کے صرف یہ معنی کئے جائیں کہ آئندہ قیامت کو ہی یہ درجات ملیں گے نہ دنیا میں ۔ تو آیت کا یہ مفہوم بن جائے گا ۔ کہ اس دُنیا میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نہ کوئی نبی بن سکتا ہے اور نہ صدیق ۔ شہید اور صالح کا درجہ پا سکتا ہے ۔ یہ معنی سراسر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان کے خلاف ہیں ۔ کیونکہ حسب آیت اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ ( سورۃ الحدید : ۲۰ ) صدیق اور شہید کا مرتبہ تو پہلے نبیوں پر ایمان لانے سے بھی لوگوں کو ملتا رہا ہے اور اسی دنیا میں ملتا رہا ہے ۔ لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان کا تقاضا ہے کہ اسی دنیا میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں صدیق شہید اور صالح کے درجہ کے علاوہ نبوت کا مقام بھی آپ کے اُمتی کو مل سکے ۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت بالذات ہے اور اُمتیوں کو نبوت ۔ صدیقیت ۔ شہادت اور صالحیت کے مدارج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے یعنی آپ کی ظلیت میں ملتے ہیں ۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا ہے :-

"کوئی مرتبہ شرف وکمال کا اور کوئی مقام عزت وقرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۱۳۸)

پس امتی کو تمام کمالات چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظلّیت میں حاصل ہوتے ہیں اس لئے امتی کی نبوت خاتم النبیّین کے منافی نہیں خدا تعالےٰ نے جب سب نبیوں سے پہلے آپ کو نبی اور خاتم النبیّین بنایا جیسا کہ احادیث نبویہ سے ظاہر ہے تو اس کا مطلب بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بالذات خاتم النبیّین ہیں اور آدم علیہ السلام سے لیکر تا قیامت جو نبی آپ کو خاتم النبیّین کا مقام ملنے کے بعد آئے اُن کی نبوتیں آپ کی نبوّت کا فیض ہیں۔ فَتَدَبَّرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار۔

## خاتم بالذات مربّی کا ثبوت ایک اور حدیث نبویؐ سے

اب سُنئیے ایک اور حدیث نبویؐ جس میں ختم کے معنی تاثیر اعدا اثر حاصل ہی لئے جا سکتے ہیں نہ کہ علی الاطلاق نبیوں کو ختم کرنا۔ یا علی الاطلاق آخری نبی ہونا۔ یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے جس میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

"فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ

إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ ۔

(رواہ مسلم فی الفضائل)

ترجمہ۔ مجھے چھ باتوں میں نبیوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے کلمات جامع عطا کئے گئے ہیں۔ رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔ اموال غنیمت میرے لئے حلال کئے گئے ہیں۔ تمام زمین میرے لئے نماز پڑھنے کی جگہ اور تیمم کے ذریعہ پاک کرنے والی بنائی گئی۔ میں ساری خلقت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ سب انبیاء میرے ذریعہ خاتم (مہر) لگائے گئے ہیں۔ (یعنی سب انبیاء کی نبوتیں میری خاتم روحانی کا فیض ہیں اور میری خاتم روحانی ان کی مصدق اور ان کو مستند کرنے والی ہے)

ہم پہلے مفردات القرآن کے حوالہ سے بتا چکے ہیں کہ ختم مصدر کے معنے تاثیر الشیٔ اور اس کا اثر حاصل ہیں۔ مادی خاتم (مہر) اپنے اندر کندہ نقش کے ذریعہ آگے نقش پیدا کرتی ہے یہ نقوش بواسطہ اس مہر کے پیدا ہوتے ہیں اور ان کا اثر حاصل اس مضمون کا مستند ہوجانا ہوتا ہے جس پر مہر لگائی جاتی ہے جیسے فتاویٰ پر علماء کی مہریں فتویٰ کے مضمون کو مستند بنانے کا اثر رکھتی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کوئی مادی خاتم نہیں بلکہ روحانی خاتم ہیں۔ لہٰذا آپ کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے خاتم۔ خاتم بزرو قرآن لو کے لحاظ سے آپ کی ختم کی تاثیر سے انبیاء ظہور میں آتے رہے اور آ سکتے ہیں۔ اور ان سب کی نبوتیں اس خاتم روحانی یا صاحب خاتم روحانی کی تاثیر کا اثر حاصل یعنی فیض ہیں اور اس خاتم روحانی سے تصدیق واستناد پاتی ہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب نے اس حدیث کو اپنی کتاب "ختم نبوت کامل" کے ص ۱۱۱، ۱۱۲ پر نقل کیا ہے اور خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کے معنی یہ لکھ دیئے ہیں کہ میرے ساتھ تمام نبیوں کو ختم کیا گیا ہے۔ مگر ختم کرنا بمعنی بند کرنا یا آخر کو پہنچانا ختم مصدر کے مجازی معنے ہیں جیسے مفردات القرآن کے حوالہ سے ہم پہلے بتا چکے ہیں اس جگہ ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ پھر علی الاطلاق ختم کرنا یا علی الاطلاق آخری ہونا کے الفاظ فضیلت کے لئے موضوع ہی نہیں۔ جیسا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے فرمایا ہے:-

"کہ تقدّم و تاخّر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔" (تحذیر الناس ص ۳)

اور یہ بھی لکھا ہے:-

"تاخّر زمانی افضلیّت کے لئے موضوع نہیں افضلیّت کو مستلزم نہیں۔ افضلیّت سے بالذات اس کو کچھ علاقہ نہیں۔"

(مناظرہ عجیبہ ص ۴۹)

اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اس حدیث کے الفاظ خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کے جو معنی مفتی صاحب نے کئے ہیں وہ اس جگہ منطبق نہیں ہو سکتے کیونکہ اس حدیث میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انبیاء پر اپنے چھ فضائل بیان کئے ہیں۔ جن میں چھٹی فضیلت خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ ہے اس لئے خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کے ایسے معنی لینا ضروری ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء پر افضلیّت ذاتیہ پر روشن دلیل ہوں۔ ختم کرنے اور آخری کے معنی کا افضلیّت سے بالذات کوئی علاقہ نہیں

مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خُتم بی النبیّون کے الفاظ سے تمام انبیاء پر اپنی افضلیّت ذاتی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور یہ افضلیّت آپ کو ختم کے معنی تاثیر الشئی لے کر ہی حاصل ہوتی ہے۔ پس خُتم بی النبیّون سے مراد اس جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انبیاء کے ظہور کے لئے بطور روحانی خاتم تاثیر کا ذریعہ ہونا یا مؤثر بنی ہونا مراد ہے۔ اور اس خاتم روحانی کا اثر حاصل ان انبیاء کی نبوتوں کا اس تاثیر سے مستند ہونا ہے۔ پس میرے ذریعہ انبیاء مہر لگائے گئے خُتم بی النبیّون کے فقرہ کا حقیقی معنوں کے لحاظ سے لفظی ترجمہ ہے۔

اس حدیث سے لفظاً لفظاً مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا یہ بیان سچا قرار پاتا ہے۔ کہ خاتم النبیّین کے اصل معنی یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالذات ہے اور سوا آپ کے اور نبیوں کی نبوت بالعرض ہے یعنی اوروں کی نبوت تو آپ کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی اور بنی کا فیض نہیں۔ اور اس حدیث کی رو سے مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا یہ بیان بھی سچا قرار پاتا ہے کہ ان معنوں کے رو سے آنحضرتؐ کی افضلیت انبیاء کے افراد خارجی (انبیائے سابقین) پر ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ افراد مقدّرہ پر بھی ثابت ہو جاتی ہے اور بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیّت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

(تحذیر الناس صفحہ ۲۵ و ۲۸ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

پس میرے ساتھ تمام نبیوں کو ختم کیا گیا خُتم بی النبیّون کے حقیقی

معنی نہیں بلکہ مجازی معنی ہیں جو افضلیت کے لئے موضوع نہیں اور افضلیت سے بالذات کوئی علاقہ نہیں رکھتے۔ اس حدیث کا مقصد انبیاء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ذاتی ثابت کرنا ہے۔ اور یہ افضلیت تاثیر اور اثر حاصل مصدری معنی لے کر ہی ثابت ہوتی ہے۔ البتہ نبیوں کو ختم کرنے یا آخری نبی ہونے کے معنی یعنی خاتمیت زمانی ان معنوں کو اس مفہوم میں لازم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد صدی دوازدہم نے انہیں لازم المعنے کو خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّون کی تشریح میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

خُتِمَ بِهِ النَّبِيُّوْنَ اَیْ لَا يُوْجَدُ مَنْ يَّأْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی بِالتَّشْرِيْعِ عَلَى النَّاسِ ۔

(تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۷۲)

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیّین ہونے کے یہ معنے ہیں کہ آئندہ کوئی ایسا شخص نہیں پایا جائے گا۔ جسے اللہ تعالےٰ نئی شریعت دے کر لوگوں پر مامور کرے۔ یہ معنی خاتم النبیّین کے حقیقی معنی کے لوازم میں سے ہیں جس طرح خاتم النبیّین کے حقیقی معنوں کو افضل النبیّین ہونا لازم ہے پس لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے مضمون پر مشتمل احادیث میں بھی خاتم النبیّین کے حقیقی معنے کے لازم المعنیٰ ہی بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہ معنے لکھے ہیں کہ :-

لَا يَحْدُثُ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ بِشَرْعٍ يَنْسَخُ شَرْعَهٗ ۔

(الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ صفحہ ۲۲۶ و المشرب الوردی فی مذہب المہدی صفحہ ۵۸)

یعنی آپ کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہوگا جو شریعت محمدیہ کو منسوخ کرے
پس انقطاعِ نبوّت بیان کرنے والی تمام حدیثوں سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں چونکہ صرف لازم المعنی پر ہی روشنی پڑتی تھی۔ نہ کہ حقیقی معنی پر اس لئے حدیث فُضِّلتُ علی الانبیاء میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھٹی فضیلت خُتم بی النبیّون بیان فرما کر نبیوں کے لئے اپنا خاتم النبیّین ہونا بیان فرما کر افضل النبیّین ہونے پر مستدل قرار دیا ہے۔ اور یہ استدلال خاتم النبیّین کے حقیقی معنی نبیوں کے ظہور کے لئے مؤثر ذریعہ کو مان کر درست ثابت ہو سکتا ہے۔
افضلیت کے مفہوم کا استدلال آپ نے اس لئے فرمایا ہے تا خاتمیت زمانی کے لازم معنے کے علاوہ جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں ان کے ملزوم معنی کا ثبوت بھی آپ کی زبانِ مبارک سے ہو جائے اور کوئی شخص خاتم النبیّین کے معنی علی الاطلاق آخری نبی کے مجازی معنی مراد نہ لے سکے۔ کیونکہ مجازی معنی کا حقیقی معنی کے ساتھ اجتماع محال ہے۔ کیونکہ علم لغت کے رُو سے ایک ذات میں حقیقی معنی اور مجازی معنی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ پس انقطاعِ نبوت کے مضمون پر مشتمل احادیث کے صرف یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور مستقل نبی ہیں۔ اور آپ کی شریعت تا قیامت قائم رہے گی۔
(فائدہ) اس حدیث زیر بحث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انبیاء پر اپنے چھ فضائل بیان فرمائے ہیں۔ ان سب فضائل کا نبعی آپ کے واسطہ سے

آپ کی اُمّت کو بھی حاصل ہے ۔ چنانچہ

۱- آپ کے واسطہ سے آپ کی امّت کو بھی جوامع الکلم ملے ہیں۔

۲- آپ کے طفیل آپ کی امّت کی بھی رعب کے ساتھ نصرت کی گئی۔

۳- آپ کے واسطہ سے آپ کی امّت کے لئے غنیمتوں کے اموال حلال ہوئے

۴- آپ کے واسطہ سے آپ کی امّت کے لئے بھی ساری زمین مسجد اور طہور بنائی گئی۔

۵- آپ کے واسطہ سے ہی امّت کا مسیح موعود اور مہدی معہود ساری خلقت کی طرف مبعوث ہو کر حکم و عدل بننے والا تھا۔

۶- آپ کے واسطہ سے ہی چونکہ انبیاء کا ظہور ہوتا رہا۔ لہذا مسیح موعود کا نبی اللہ امامکم منکم ہونا بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے کے فیض سے ہے۔ امامکم منکم کے لحاظ سے وہ آپ کا امتی بھی ہے

صحابہ کرامؓ کے اقوال و آثار سے بھی اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین محض آخری نبی کے معنوں میں قرار نہیں دیا گیا۔

**حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کا اثر**

چنانچہ حضرت ام المؤمنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک قول تفسیر درمنثور میں زیر آیت خاتم النبیین یوں مروی ہے

"قُوْلُوْا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ"

(درمنثور زیر آیت خاتم النبیین)

یعنی لوگو! یہ تو کہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں۔ مگر یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسلمانوں کو لانبی بعدہٗ کا کہنے سے اس کے ان عام معنوں سے (کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) غلط فہمی پیدا ہونے سے بچانے کے لئے روکا ہے کیونکہ یہ مفہوم ان کے نزدیک خاتم النبیّن کے اصل معنی کے منافی ہے کیونکہ لانبی بعدہٗ کا مفہوم عام اور ظاہری معنوں میں خاتم النبیّین کے حقیقی معنی نبیوں کی خاتم سے تضاد اور تناقض رکھتا ہے کیونکہ لانبی بعدہٗ کہنا اپنے عام معنوں میں آئندہ نبی کے آنے میں مانع ہے اور خاتم النبیّین کی خاتم روحانی کے فیض سے آئندہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مقامِ نبوت پانا ان کے نزدیک ممتنع نہ تھا اور وہ خاتم النبیین کے ان تاویلی معنوں کی قائل نہ تھیں جن کے مفتی صاحب قائل ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت سے متصف ہونے میں آخری نبی ہیں۔ اور نہ وہ لانبیّ بعدی کے مفتی صاحب والے ان معنوں کی قائل تھیں کہ آئندہ کسی کو عہدۂ نبوت نہیں مل سکے گا۔ ورنہ وہ لانبیّ بعدہٗ کہنے سے منع نہ فرماتیں۔

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حدیث لانبیّ بعدی کو جانتی تھیں اور اس کی ان معنوں کے لحاظ سے منکر نہ تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اپنے اس قول سے یہ ہے کہ آئندہ کوئی ایسا نبی پیدا

نہیں ہوگا جو شرع ناسخ لائے۔ پس آپ کا خاتم النبیین کہنے کی اجازت دینا اور لانبیّ بعدہٗ کہنے سے اُمّت کو روکنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک آیت خاتم النبیّین کا مفہوم لانبیّ بعدی کے عام معنوں سے جو نبوّت کے کلّی انقطاع کا وہم پیدا کرسکتے ہیں، مختلف ہے۔ ان کے نزدیک خاتم النبیّین کا مفہوم نبوّت کے کلّی انقطاع کا نہیں کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو نبیوں کے لئے خاتم روحانی ہیں ان کے فیض سے اُمّت محمدیہ میں مسیح نبی اللہ کا ظہور ہونے والا تھا۔

چنانچہ امام محمد طاہر تکملہ مجمع بحار الانوار میں اس حدیث کو قُوْلُوْا خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵) کے الفاظ میں درج کرکے اس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

هٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی وَھٰذَا اَیْضًا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَنَّہٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یَنْسَخُ شَرْعِیْ۔ (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

یعنی حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نزول عیسےٰ کے پیش نظر ہے۔ اور یہ قول حدیث لانبیّ بعدی کے بھی مخالف نہیں۔ کیونکہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ مراد لی ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

یہ واضح رہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کی قائل تھیں کیونکہ وہ حدیث اِنَّ عِیْسیَ ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ مِائَۃً وَّ عِشْرِیْنَ سَنَۃٍ (کہ عیسےٰ ابن مریم ایک سو بیس برس زندہ رہے) کے مضمون سے واقف تھیں اور اس کی وہ خود روایت بھی کرتی ہیں۔ پس موعود عیسےٰ سے مراد جس کے نزول کے پیش نظر انہوں نے لانبی بعدہٗ کے ان عام معنوں کو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ خاتم النبیّین سے منافی جانا اور لانبی بعدہٗ کہنے سے غلط فہمی سے بچانے کے لئے امّت کو منع فرما دیا۔ امّتِ محمدیہ میں سے مقامِ نبوت پر فائز ہو کر مثیلِ مسیح بننے والا فرد ہی مراد ہو سکتا ہے نہ اصالتاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا جو ان کے نزدیک صرف ایک سو بیس برس زندہ رہے۔

**وفاتِ مسیح پر اجماعِ صحابہؓ**

اس جگہ یہ بات واضح رہے کہ ایسی روایات جن سے کسی صحابی کے حیاتِ مسیح علیہ السلام کے قائل ہونے کا شبہ ہوتا ہو علی العموم ایسی روایت ہی ہو سکتی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پانے سے پہلے زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔ ورنہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت ابوبکر رضی اللہ علیہ وسلم کے اپنے خطبہ میں آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ پیش کرنے پر اس بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

سے پہلے کے تمام انبیاء وفات پا چکے ہیں۔ لہذا آپ بھی غیر معمولی زندگی نہیں پا سکتے تھے۔ بلکہ واقعی وفات پا چکے ہیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خطبہ دینے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وفات پانے سے انکار کیا اور تلوار نکال کر کہا کہ جس نے کہا کہ آپ وفات پا گئے ہیں اسے قتل کر دوں گا اور کہا کہ اِنَّمَا رُفِعَ اِلَی السَّمَآءِ کَمَا رُفِعَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ (حجج الکرامہ صلا) آپ اس وقت صرف آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں جیسے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اٹھائے گئے تھے۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک کو دیکھ کر یہ خیال کیا کہ اس وقت آپ زندہ ہیں مرفوع الی السماء ہونے کی حالت میں ہیں۔ جیسے ان کے نزدیک (صلیب سے اتارا جانے کے وقت) حضرت عیسٰے علیہ السلام پر جو بیہوشی کی حالت طاری تھی۔ وہ گویا اس وقت حضرت عیسٰے علیہ السلام کے مرفوع الی السماء ہونے کی حالت تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا جس طرح اس زمین پر موجود رہتے ہوئے مرفوع الی السماء ہونے کی حالت کے بعد جو کہ ایک روحانی کیفیت تھی حضرت عیسٰے علیہ السلام زندہ پائے گئے اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی زندہ ہیں اور مرفوع الی السماء ہونے کی حالت میں ہیں اور جلد اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی غلطی کو دور کرنے کے لئے یہ خطبہ دیا اور کہا کہ جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت

کرتا تھا اُسے معلوم ہو جانا چاہیئے کہ آپ وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اُسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ خدا زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ یہ آیت سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قدم لڑکھڑا گئے اور تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے یہ نہ کہا کہ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وفات پا سکتے ہیں۔

پس یہ واقعہ صحابہ کرام کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام انبیاء کی وفات پر اجماع کی روشن دلیل ہے۔ اور وہ ضرور یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ حسب آیت فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ۔ (سورۃ زمر) عیسےٰ علیہ السلام دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آسکتے۔ کیونکہ یہ آیت وفات پانے والے کے دوبارہ دنیا میں بھیجا جانے میں روک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس میں فرمایا ہے جس کے لئے وہ موت کا فیصلہ کردے اسے روکے رکھتا ہے۔ یعنی اسے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجتا۔ پس لازماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس اجماع کے بعد نزولِ عیسیٰ یا ابن مریم کی حدیثوں کا یہ مطلب بھی نہیں لے سکتے تھے کہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریف لا کر دنیا کی اصلاح کریں گے۔ بلکہ وہ ان پیشگوئیوں کو کسی امتی فرد کے متعلق ہی یقین کر سکتے تھے۔ پس خاتم الانبیاء کے حقیقی معنی ان کے نزدیک یہی ہو سکتے تھے کہ موعود عیسیٰ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتم روحانی کے فیض سے ہی امت میں سے مبعوث ہوگا۔ اور نبی اللہ اور امام الامت ہوگا۔ چنانچہ ایک گروہ مسلمانوں میں سے اسی بات کا قائل رہا ہے کہ عیسےٰ کے نزول سے مراد یہ ہے کہ امام مہدی عیسے علیہ السلام کے بروز ہوں گے حسب حدیث لا مھدی الا عیسیٰ ابن مریم۔ (ملاحظہ ہو اقتباس الانوار صفحہ ۵۲) گویا یہ امام مہدی کو عیسے علیہ السلام کا بروز جانتے تھے۔ کیونکہ مورد بروز کو بعینہٖ صاحب بروز سمجھا جاتا ہے۔

پس اُن علماء امت کا خیال جو حیات مسیح کا قائل رہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصالتًا آمدِ ثانی کو مانتے ہیں درست نہیں کیونکہ یہ امر نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے خلاف ہے۔

**اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ** حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شمائل میں بیان فرماتے ہیں:

بَیْنَ کَتِفَیْہِ خَاتَمُ النُّبُوَّۃِ وَھُوَ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ۔

(رواہ الترمذی فی الشمائل)

اس قول کو مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹۴ پر درج کیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان خاتمِ (مہر) نبوت ہے اور آپ سب نبیوں میں مہر والے نبی ہیں" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان خاتم (مہر) کا پایا جانا آپ کے خاتم النبیین یعنی مہر والا نبی ہونے کی علامت تھی اس جگہ

خاتم النبیّین کے معنے مہر والا نبی کے سوا کوئی اور معنی لگ ہی نہیں سکتے۔ حضرت علیؓ کے اس قول میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان کی مُہر کو آپ کے نبیوں کے لئے روحانی خاتم ہونے کی ایک علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ پس خاتم النبیّین کے معنی نبیوں کی مُہر ہونے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان والی مہر ایک زبردست شہادت ہے۔ اس مہر سے آپ کے روحانی خاتم ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور آپ نبیوں کے لئے روحانی خاتم بن کر مہر کی طرح مؤثر ہو کر ان کی نبوّتوں کو مستند کرنے والے قرار پاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں بَیْنَ کَتِفَیْہِ خَاتَمُ النُّبُوَّۃِ کے الفاظ مہر کے معنوں کے لئے ایسا واضح قرینہ ہیں کہ خود مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی اس قول کو درج کر کے اس کے ترجمہ میں لکھا ہے۔

"آپ کے دونوں شانوں میں مُہرِ نبوت ہے۔"

مگر آگے انہوں نے وَھُوَ خَاتَمُ النَّبِیّٖن کا یہ بے جوڑ ترجمہ کہ آپ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں محض حق کو چھپانے کے لئے کر دیا ہے۔ ورنہ خاتم النبوّۃ یعنی مہرِ نبوت کے ساتھ وھو خاتم النبیّین کا جوڑ انہی معنوں میں ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام انبیاء کے لئے روحانی خاتم قرار دیا ہے۔ پس وَھُوَ خَاتَمُ النَّبِیّٖن کے معنی آپ نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں بالکل بے جوڑ معنی ہیں صحیح معنی یہی ہیں کہ آپ نبیوں کے لئے خاتم (مہر) ہیں گویا آپ خاتم روحانی ہو کر انبیاء

کے ظہور میں موثر ذریعہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ارجح قرأت خاتم النبیّین کی ت کی زبر سے ہے۔

چنانچہ تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ پر زیر آیت خاتم النبیّین یہ روایت درج ہے کہ ابن الانباری نے کتاب المصاحف میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو قرآن مجید پڑھانے پر مقرر کیا ہوا تھا۔ اور میں قرآن مجید پڑھا رہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس سے گذرے۔ اس وقت میں خاتم النبیّین کی آیت پڑھا رہا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا اللہ تجھے توفیق دے۔ میرے بچوں کو خاتم النبیّین ت کی زبر سے پڑھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ خاتم میں ت کی زیر سے یہ شبہ بھی پیدا ہو سکتا تھا کہ سب قسم کے نبی ختم ہو گئے۔ پس گو یہ قرأت بھی موجود ہے اور اس کے حقیقی معنے بھی مہر لگانے والا ہیں لیکن اس قرأت سے ہر قسم کی نبوت کے بند ہونے کی طرف بھی ذہن منتقل ہو سکتا تھا۔ جیسے کہ مفتی صاحب کا ذہن انہی مجازی معنوں کی طرف منتقل ہوا ہے۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پسند نہ کیا کہ ان کے بیٹے اس دھوکے میں پڑ جائیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں آئے گا۔ لغت کی رو سے خاتم النبیّین کے حقیقی معنی نبیوں کے لئے روحانی خاتم کے ہی ہو سکتے ہیں۔

خاتم النبیّین کے الفاظ نبیوں کے لئے موثر ذریعہ کے معنوں میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بالذات اور باقی تمام انبیاء کی

نبوتوں کو آپ کی ذاتی نبوت کا فیض ثابت کرتے ہیں۔ اس لئے تحذیر الناس میں مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے انہی معنوں کو خاتمیت بالذات قرار دیا ہے اور خاتمیت زمانی کے معنوں کو بدلالت التزامی ان معنیٰ کا لازم المعنیٰ قرار دیا ہے۔ اس جگہ ہم نے جو احادیث اور آثار صحابہ مفتی صاحب کے چیلنج کے جواب میں پیش کئے ہیں وہ سب قوی ہیں۔ کوئی ان میں سے ضعیف نہیں حالانکہ مفتی صاحب نے بڑی تعلّی سے ہمیں ضعیف روائیت تک پیش کرنے کی اجازت دی تھی۔ اب ہم دیکھیں گے کہ مفتی صاحب ہمارے پیش کردہ شواہد کو مان کر ہمیں انعام دیتے ہیں یا تاویلات کے چکر میں پڑ کر ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ بہرحال اگر وہ کسی حیلہ سازی سے کام لینا چاہیں تو

**ہمارا چیلنج** ہمارا بھی انہیں چیلنج ہے کہ وہ کسی آیت قرآنیہ کسی حدیث صحیح نبویؐ یا آثار صحابہ قویّہ کے کسی اثر کو بطور شاہد پیش کر کے مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے خاتم النبیّین کے معنی خاتمیت بالذات مرتبی کے ثبوت میں پیش کریں جس سے بلا تاویل خاتم النبیّین کے معنی خاتم بالذات مرتبی ثابت ہوں۔ اگر وہ ایسا کریں تو میں شکر گزاری کے ساتھ ان کی اس کاوش کے نتیجہ میں ان کی خدمت میں یکصد روپیہ انعام پیش کر دوں گا۔ انشاء اللہ۔

اب ہم دیکھیں گے کہ وہ اپنی غیرت کا کس طرح مظاہرہ کرتے ہیں۔ آیا سرے سے مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے معنی کو ہی جھٹلاتے ہیں یا انکے ثبوت

میں قرآن و حدیث و آثار صحابہ میں سے شواہد پیش کرتے ہیں۔ یہ واضح رہے کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے نزدیک خاتم النبیینؐ کی خاتمیت بالذات مرتبی کے فیض سے ہی تمام نبی وجود پذیر ہوئے ہیں۔ اور بالفرض آئندہ بھی کوئی نبی پیدا ہو۔ تو ان کے نزدیک خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

## تفسیر آیت مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

آیت قرآنیہ مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ بھی القرآن یفسر بعضہٗ بعضًا کے مطابق خاتم النبیینؐ کی ایک لطیف تفسیر ہے جو مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے خاتم النبیینؐ کے معنوں خاتم بالذات مرتبی کی مؤید ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت قرار دیا ہے۔ العالمین کا الف لام بھی استغراق حقیقی کا ہے جس طرح مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے معنوں کے لحاظ سے خاتم النبیینؐ میں النبیینؐ کا الف لام بھی استغراق حقیقی کا ہے اور نبوت کے رحمت ہونے سے تو مولوی محمد شفیع صاحب کو انکار نہیں مگر افسوس ہے وہ اس رحمت کے نزول کا دروازہ بند مانتے ہیں جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔

"امر اوّل کے متعلق گذارش ہے کہ نبوت کا رحمت ہونا تو مسلّم ہے اور یہ بھی تسلیم کہ آپ رحمت کے خاتم ہیں۔ اس سے یہ سمجھنا کہ دنیا اب رحمت سے خالی رہ جائے گی اور رحمة للعلمین کا وجود دنیا کے لیے (معاذ اللہ) زحمت بن جائے گا۔ صرف مرزائی فہم اور مرزائیت کی برکات میں سے ہے" (ختم نبوت کامل ص۲۵۸)

معاذ اللہ۔ ہم احمدی کب کہتے ہیں کہ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ کا وجود دنیا کے لئے زحمت بن جائے گا۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ للعالمین ہیں اور نبوّت بھی رحمت ہے تو آنحضرت رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ کے ظہور پر خاتم النبیین کے الفاظ کو نبوّت کی رحمت کے لئے علی الاطلاق بند قرار دینے والے کہنا اور اُمتیوں کو جو عالمین میں سے اس عالم کے رہنے والے ہیں نبوّت سے محروم قرار دینا ہرگز جائز نہیں کیونکہ یہ رحمت کے بند ہو جانے کے مترادف ہے۔ ہاں اگر نبوّت رحمت کی بجائے زحمت ہوتی تو پھر اس کا بند کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ للعالمین ہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب نے رحمۃ للعالمین کی آیت کے رو سے نبوّت کا رحمت ہونا بھی تسلیم کر لیا ہے اور یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ آپؐ رحمت کے خاتم ہیں مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمت کا خاتم مانتے ہوئے وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ سمجھنا درست نہیں کہ دنیا اب رحمت سے خالی رہ جائیگی اور رحمۃٌ للعالمین کا وجود دنیا کے لئے (معاذ اللہ) زحمت ہے تو ان دونوں فقروں کا نتیجہ یہ ہے کہ آپؐ کے رحمت کا خاتم ہونے سے جو خاتم النبیین کا مفہوم ہے مفتی صاحب یہ نتیجہ نہیں نکال رہے کہ دنیا اب رحمت سے خالی ہو گئی ہے لہذا جب نبوّت آپ کے نزدیک رحمت ہے اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے رحمت کا خاتم ہونے کے آپ کے نزدیک یہ معنی نہیں کہ رحمت علی الاطلاق یا کلّیۃً بند ہو گئی تو پھر مفتی صاحب مولانا محمد قاسم صاحبؒ

کی طرح اس صورت میں یہ کیوں نہیں مان لیتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے بعد

"بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"

(تحذیر الناس ص۲۵ و ۲۸ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

مفتی صاحب! اب تو یہ محض آپ کی ضد معلوم ہوتی ہے کہ رحمۃ للعالمین کے وصف نبوی سے ہمارے اس استدلال کو رد کرنے کے لئے آپ یہ لکھ رہے ہیں:-

"میں سمجھتا ہوں اگر رحمت کے مختلف چھوٹے چھوٹے دروازے بند کر کے ایک اتنا بڑا پھاٹک کھول دیا جائے جس سے سارے عالم کی تربیت اور پرورش ہو سکے تو کیا اس کو رحمت کہا جائیگا یا انتہائی درجہ کی عظیم الشان رحمت اور کیا یہ دنیا سے رحمت کا انقطاع سمجھا جائے گا یا ساری دنیا کا ہی رحمت سے لبریز ہو جانا۔

اگر چھوٹی چھوٹی گولوں اور نالیوں کو بند کر کے ایک عظیم الشان نہر یا معمولی وقتی اور مقامی بارشوں کو بند کر کے ایک عالمگیر جھڑی لگا دی جائے تو اس کو دنیا کے لئے خشک سالی کہا جائے گا۔

یا حیات دائم کا پیغام۔ ٹمٹماتے ہوئے بے شمار چراغوں کو اٹھا کر اگر اتنا بڑا برقی گیس قائم کر دیا جائے جس کی روشنی تمام چراغوں کے مجموعہ سے کہیں زائد ہو تو ان چراغوں کا ختم ہونا اندھیر

کا باعث ہوگا یا پہلے سے زیادہ روشنی کا یا اَن گنت ستارے غائب ہو کر آفتاب عالمتاب سامنے آجائے تو یہ ظلمت کا سبب ہوگا یا پہلے سے کہیں زائد نور کا ......

یہ عالمگیر رحمت نبی الانبیاء سیّد الاوّلین والآخرین خاتم النبیّین صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ میں ظاہر ہوئی جو تمام انبیاء ورسل کے کمالات کے جامع اور اس کی مصداق ہے۔

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انبیاء سابقین اپنی اپنی حد میں سب شمعِ ہدایت تھے لیکن جب یہ ماہتاب روشن ہوگیا تو سب کی روشنی اس کی روشنی میں مغلوب ہوگئی۔ اور اب سارے عالم کی تنویر کے لئے تنہا یہی کافی ہوگیا...

..........................

آفتاب نبوت جلوہ آرا ہوگیا اور وہ ستارے اپنی اپنی جگہ پر اسی آب و تاب کے ساتھ ہونے کے باوجود آفتاب کی روشنی میں ظاہر نہیں ہو سکتے اور اب سارے عالم کی نظریں اسی کرۂ نور کو دیکھتی ہیں اور اسی کی ضیا گستری پر عالم کے ظلمت و نور کا مدار ٹھہر گیا"۔

مفتی صاحب نے اس جگہ نبوّت کی رحمت کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل چھوٹی چھوٹی نالیوں اور معمولی بارش سے تعبیر کیا ہے اور آپ کے مقابلہ میں تمام انبیاء کو بطور ستاروں کے مانند قرار دیا ہے۔ لہٰذا

مفتی صاحب کے نزدیک ستاروں جیسی نبوت جو پہلے انبیاء کو حاصل تھی۔ رحمت کا پھاٹک کھل جانے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں رہی مگر مفتی صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ رحمت کے جس بڑے پھاٹک کے کھل جانے کا ذکر کیا ہے۔ وہ پھاٹک تو ازروئے قرآن مجید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے واسطہ سے کمالات روحانیہ ملنے کا ہی پھاٹک ہے۔ جن کے چار مدارج حسب آیت مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (سورۃ النساء ع ۹)

نبوّت۔ صدیقیّت۔ شہادت اور صالحیّت کے مدارج ہیں۔ اور آیت میں مَعَ کا لفظ اس بات کے لئے اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں آپ کے امّتی کو جامعیّت کے ساتھ تمام پہلے انبیاء کے کمالات۔ تمام پہلے صدیقوں کے کمالات اور تمام پہلے شہداء کے کمالات اور تمام پہلے گذرے ہوئے صالحین کے کمالات حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہ پھاٹک تو واقعی کھلا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب جامع جمیع کمالاتِ انبیاء ہیں تو آپ کے فیض رحمۃ للعالمین کا اثر بھی جامعیت کے رنگ میں ظاہر ہونا چاہیئے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت بمنزلہ آفتاب عالمتاب ہے۔ تو اس کی ضیا گستری اور تجلّیات کے یہ چار نمونے ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔ آفتاب عالمتاب رات کی تاریکی کے زمانہ میں ستاروں کے ذریعہ اپنی تجلّی کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم بعد مرفوع الی اللہ ہونے کے لوگوں کی نظر سے جسمانی طور پر اوجھل ہو جانے کے بعد اپنے افاضہ روحانیہ سے اپنے نور کی ضیا گستری عالم پر اپنے خلفاء اور مجددین کے ذریعہ ہی کرتے ہیں۔ اور آپ کے ہی نور کی ضیا گستری کے لئے امّت میں مسیح موعود نبی اللہ کے بھیجے جانے کی آپ کی طرف سے پیشگوئی موجود ہے۔

## مفتی صاحب سے ایک ضروری سوال

اس جگہ مفتی صاحب سے ہمارا ایک ضروری سوال ہے جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ رحمت کا پھاٹک کھل جانے پر وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نبی اللہ کی آمد کے کیوں قائل ہیں کیونکہ بقول ان کے کسی ستارے اور چراغ کی ضرورت نہیں؟ جب بقول مفتی صاحب رحمۃ للعالمین کے ذریعہ رحمت کا پھاٹک کھل جانے کے بعد اب کسی نبی کی ضرورت نہیں تو پھر تاریکی کے دور آخرالزمان میں مسیح موعود نبی اللہ کا بھیجا جانا کیوں مقدر ہوا۔ اگر آخری زمانہ میں کسر صلیب اور قتلِ خنزیر کا کام جو مسیح موعود کا کام ہے اور اسی طرح حَکَم کا فرض ایک نبی کے بغیر ادا ہو سکتا ہے تو ہمارا سوال ہے کہ پھر ایک نبی کا بھیجا جانا کیوں مقدر ہوا جس کی انتظار میں مفتی صاحب بھی چشم براہ ہیں؟

اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ماتحت صدیقین، شہداء اور صالحین اولیاء کا وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان نور گستر اور افاضۂ روحانیہ کو ظاہر کرتا ہے تو ایک اُمّتی کا آپ کے فیض سے آپؐ کے ماتحت مقام نبوّت پانا تو اس سے زیادہ شدّت کے ساتھ آپ کی نور گستری اور افاضہ روحانیہ کی

بلند ترین شان کو ظاہر کرتا ہے۔ خاتم الانبیاء کو نبی الاولیاء سید المرسلین جب آپ نے مان لیا۔ تو آپ کا اس کی سیادت اور روحانی شہنشاہی کا ثبوت دینے کے لئے آپؐ کے فیض روحانی سے کوئی امتی نبی تمام انبیاء کا مظہر ہو کر روحانی بادشاہ بننے اور آپ کی شریعت کی اشاعت کے لئے مبعوث ہو تو اس کے ذریعہ جو ضیا گستری ہو گی وہ درحقیقت آفتاب عالمتاب رسالت محمدیہ کی ہی ضیا گستری ہو گی۔

مفتی صاحب سُنیئے! آفتاب عالمتاب آسمان پر موجود ہوتا ہے لیکن جب وہ لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتا ہے تو اس وقت چاند ستاروں شمعوں اور چراغوں کی ضرورت پیش آجاتی ہے لہذا آفتاب رسالت محمدیہ تو آسمان پر اپنی پوری شان میں جلوہ گر ہے لیکن اس کی تجلیات کو قبول کرنے کے لئے لوگ جب دل کی کھڑکیاں بند کر لیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضروری ہو جاتا ہے کہ اس آفتاب عالمتاب سے ظلّی طور پر منور ہونے والے کسی شخص کو مامور کیا جائے جو لوگوں کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر جگائے تا مسلمان قوم جو پارہ پارہ ہو چکی ہو اس کے ہاتھ پر وحدت پا کر تعلیم اسلامی کو اکناف عالم میں پھیلانے کی طرف پوری طرح متوجہ ہو۔ صرف آپس میں فرقے بنا کر ایک دوسرے سے جھگڑ جھگڑ کر اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی طرف سے غافل نہ رہیں۔ مسیح موعود اور مہدی معہود کا ظلّی نبوت کے ساتھ بھیجا جانا اسی لئے مقدر تھا۔

**مفتی صاحب کے ایک سوال کا جواب** مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

"اس کے بعد میں خود مرزائیوں سے دریافت کرتا ہوں جس طرح آپ کی مزعومہ غیر تشریعی نبوّت ایک رحمت ہے اسی طرح تشریعی نبوّت اور شریعت مستقلہ اور کتب سماوی کا نزول وحی ملکی وغیرہ کو غالباً آپ بھی زحمت نہیں کہہ سکیں گے بلکہ چار وناچار رحمت ہی کہنا پڑے گا اور ساتھ ہی آپ کو اقرار ہے کہ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبوت شریعت جدیدہ کتب سماوی کے نزول کا انقطاع بکلی ہو چکا ہے تو کیا جو الزام آپ ہم پر لگاتے تھے وہی آپ پر نہیں لوٹ آیا کہ حضرت رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کے لئے (معاذ اللہ) انقطاع رحمت کے سبب ہو گئے۔ اگر رحمتِ شریعت کے انقطاع سے خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان میں فرق نہیں آتا تو غیر تشریعی نبوت کے انقطاع سے بھی نہیں آسکتا۔

الغرض نبوت تشریعی کی رحمت وبرکت کا انقطاع (تو) آپ کو بھی مسلّم ہے جو آپ (اس) کا جواب دیں گے۔ وہی جواب ہماری طرف سے اپنی مزعومہ غیر تشریعی نبوت کے لئے بھی خیال فرمالیں اور بس" (صفحہ ۴۶۰-۴۶۱)

**الجواب** مفتی صاحب کا یہ جواب محض طفلانہ ہے۔ ہمارا جواب بہت مختصر ہے سنیئے! خدا تعالیٰ بلا ضرورت کام نہیں کرتا۔ نئی شریعت خدا تب بھیجتا ہے جب پہلی شریعت میں بوجہ تحریف وغیرہ بگاڑ پیدا ہو جائے۔ یا وہ

زمانہ کے لئے ناکافی ہو جائے۔ مگر غیر تشریعی نبی اس وقت آتا ہے جب تشریعی نبی کی اُمّت میں خرابی پیدا ہو جائے۔ شریعت محمدیہ حسب آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (سورۃ المائدہ) کامل بھی ہے اور حسب آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر: ۹) محفوظ بھی رہے گی۔ لیکن اُمّت کے محفوظ رہنے کا کہیں وعدہ نہیں بلکہ اس کے لئے تو پیشگوئی ہے کہ وہ بالشت در بالشت یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائے گی۔ پس نبی بصورت منذر تب آتا رہا ہے جب قوم کی اکثریت گمراہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (الصّٰفّٰت: ۷۱)

یعنی جب پہلوں کی اکثریت گمراہ ہوئی تو خدا فرماتا ہے ہم نے ان میں منذر رسول بنا کر بھیجے۔ پس اُمّت کے بگاڑ کی پیشگوئیوں کی وجہ سے نبی کا آنا تو ضروری ہے لیکن شریعت تامہ کاملہ مستقلہ الی یوم القیامۃ کی موجودگی میں کسی نئی شریعت کا آنا تحصیل حاصل اور ایک لغو فعل ہے جو خدا تعالیٰ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے منافی ہے۔

جناب مفتی صاحب آپ خود مانتے ہیں کہ:۔

> نبی کی ضرورت جب ہوتی ہے کہ خدا کے بندے اس کی صراط مستقیم کو چھوڑ دیں۔" (ختم نبوت کامل صفحہ ۲۰۴)

اب دیکھئے مسلمانوں کا تہتر فرقوں میں بموجب حدیث نبوی منقسم ہو جانا آیا صراط مستقیم پر قائم رہنے پر دلیل ہے یا صراط مستقیم سے بھٹک جانے پر

جبکہ خدا تعالےٰ کی مسلمانوں کو ہدایت تھی کہ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ - (آل عمران، ۱۰۵)
کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقہ فرقہ ہو گئے اور انہوں نے اختلاف کیا بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلے کھلے دلائل آ گئے۔

**مفتی صاحب کے مہر سے نبی بننے پر اعتراضات کے جوابات**

مفتی صاحب نے خاتم النبیین کی خاتمِ روحانی کے فیض سے امتی کے نبی بننے پر بعض اعتراضات کئے ہیں:-

**پہلا اعتراض** یہ ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی کو نبی بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے کہ جس پر آپ چاہیں نبوّت کی مہر لگا دیں۔ حالانکہ ارسال رسل والعیاذ صرف حق تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ (ختم نبوت کامل صفحہ ۱۷۸)

**الجواب**:- اس کے جواب میں واضح ہو کہ مفتی صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم بھی یہی مانتے ہیں کہ نبی خدا ہی بناتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ نے آپ کی عظمت روحانیہ کو قائم کرنے کے لئے آپ کو سب انبیاء اور مخلوق سے پہلے خاتم النبیین بنا کر بطور خاتم روحانی کے انبیاء کے ظہور میں واسطہ قرار دید یا ہے اور خدا تعالےٰ کا کئی دوسرے کام ملائکہ کے واسطہ سے کرنا مسلّم ہے۔
پس نبی خدا ہی بناتا ہے لیکن نبی بننے میں سبب اور واسطہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں۔ یہی مفہوم ہے مہر لگ کر نبی بننے کا اور یہی مفہوم مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمود الحسن صاحب کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مہر لگ کر نبی بننے سے ہے۔

**دوسرا اعتراض:** مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے نبوت اکتسابی بن جاتی ہے کہ جو کوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیروی کرے وہ نبی بن جائے۔

**الجواب:** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس مادی عالم میں ظہور پر شریعت تامہ کاملہ مستقلہ الیٰ یوم القیامۃ لانے کی وجہ سے اس شریعت کی پیروی کے بعد نبوت کا ملنا اسے اکتسابی نہیں بنا دیتا۔ بلکہ پیروی صرف نبوت پانے کے لئے شرط ہے نبوت خدا کے فضل اور ضرورت کے وقت انتخاب سے ہی ملتی ہے مگر منتخب وہ ہوتا ہے جو نبوت کی ضرورت کے وقت خدا کی نگاہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کرنے والا ہوتا ہے یہ بات نہیں کہ ہر شخص جو پیروی کرے وہ خاتم النبیین کی مہر لگ کر نبی بن جاتا ہے۔

**تیسرا اعتراض:** "ان کی (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی) توجہ روحانی بقول مرزا نبی تراش ہے۔ اس کی توجہ روحانی اپنے ایک لاکھ سے زائد جاں نثار صحابہؓ میں سے کسی کو نبی نہ بنا سکی پھر ان لوگوں کے بعد جن لوگوں کو آپ نے خیر القرون فرمایا اس میں بھی کوئی ایسا نہ نکلا۔ جو آپ کی پیروی کرکے آپ کی توجہ روحانی سے نبی بن سکتا۔" (ختم نبوت کامل ص۱۶۹)

**الجواب:** بے شک خاتم النبیین کے یہ معنی درست ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ مگر کسی کے نبی بننے میں واسطہ یہ توجہ روحانی خدا کے اس احساس پر مبنی ہے کہ اس وقت دنیا میں نبی بھیجا جانے کی ضرورت ہو گئی صحابہ کرامؓ نے بڑے مدارج حاصل کئے وہ انبیاء کے کمالات کے جامع تھے مگر ان میں سے کسی کو نبی کا نام اس لئے نہ دیا گیا۔ کہ

خاتم النبیین کے ظہور کے قریب زمانہ میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک کسی نبی کے بھیجے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ یہ بزرگانِ دین حسب حدیث "علماء ورثۃ الانبیاء" کے کمالات سے حصّہ وافر رکھتے تھے۔ اور ان میں بعض قیامت کے دن انبیاء کے درجات بھی پائیں گے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق تو اپنے مکتوبات میں صاف لکھا ہے۔

"این ہر دو بزرگوار از بزرگی و کلانی در انبیاء معدود اند و بکمال ایشاں محفوف" (مکتوبات جلد اول صـ۲۵۱ مکتوب [illegible])

کہ یہ ہر دو بزرگ ہستیاں اپنی بزرگی اور بڑائی کی وجہ سے انبیاء میں شمار ہوتی ہیں اور ان کے کمالات کی جامع ہیں۔

پس یہ بزرگ بھی ان صحابہ میں سے ہیں جن کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کَادُوْا اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَآءَ (ختم نبوت کامل صـ۳۱۹ بحوالہ کنز العمال مرفوعاً) کہ یہ لوگ باعتبار کمالات انبیاء ہونے کے قریب ہیں۔

مفتی صاحب کو اس جگہ خود مسلّم ہے ا۔

"امّت کمالاتِ نبوی میں تمام پہلی امّتوں سے بھی بہت آگے ہے اور عہدۂ نبوت نہ ملنا چونکہ آپ کی نبوّت کے بقاء و قیام کی وجہ سے ہے اس لئے یہ بھی درحقیقت اس امّت کے لئے افضلیت کی دلیل ہے نہ کہ محرومی یا نقصان کا۔" (ختم نبوت کامل صـ۳۱۹)

جب مفتی صاحب کو یہ مسلّم ہے کہ امّت کمالاتِ نبوت حاصل کرنے میں سب سے

آگے ہے تو نبوّت بھی نبی کا ایک کمال ہے اس سے امتِ محمدیہ کو حصہ ملنے میں
مفتی صاحب کو کیوں کد ہے۔ جبکہ آیت استخلاف کے الفاظ کَمَا اسْتَخْلَفَ
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ امتِ محمدیہ
کے خلفاء پہلے گذرے ہوئے خلفاء یعنی انبیاء سے بھی مشابہ ہیں لہذا اس آیت
کے رو سے کوئی خلیفہ پہلے انبیاء کی طرح مقامِ نبوّت پر بھی سرفراز ہو سکتا ہے
اور کسی نہ کسی کو ان خلفاء میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو کر
مقامِ نبوت ضرور ملنا چاہیئے تھا تا انبیائے بنی اسرائیل سے جو خلفاء موسٰی تھے
اس امت کی خلافت کی مشابہت تامہ متحقق ہو جائے۔ شروع سلسلہ خلافت
میں تو خلفاء کو نبی کا نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قربِ عہد کی وجہ سے
نہ دیا گیا کیونکہ خاتم مراتب انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر فوراً کسی نبی
کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن آخری زمانہ میں چونکہ اس کی ضرورت تھی اس لئے
مسیح موعود کو احادیثِ نبویّہ اور ان کے اپنے الہامات میں نبی کا نام دیا گیا۔
اس سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدۂ نبوت کے قیام و بقاء میں کوئی
فرق پیدا نہیں ہوتا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے مسیح موعود کے
مقامِ نبوّت پانے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدۂ نبوت
تشریعیہ کی تمام انبیاء میں سے بلند اور امتیازی شان ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ
انبیاء سابقین کی پیروی سے صرف ولایت کا مقام حاصل ہو سکتا تھا۔ مگر
اللہ تعالٰے نے ہمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے ذریعہ وہ نبی دیا
جس کی پیروی سے نہ صرف دوسرے کمالاتِ نبوت ہی حاصل ہو سکتے ہیں بلکہ خود

مقامِ نبوت بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں دی گئی چونکہ مسیح موعود کو عہدۂ نبوت غیر تشریعی حاصل ہے اور ساتھ ہی وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی ہے اس لئے اس کا عہدۂ نبوت غیر تشریعی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدۂ نبوت تشریعیہ کے بقاء اور استحکام پر روشن دلیل ہے۔

## مفتی صاحب کا حیلہ

مفتی صاحب لکھتے ہیں :-

"(۵) عیسےٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں نازل ہونا سو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگرچہ وہ بعد نزول بھی ویسے ہی خدا کے اولوالعزم نبی ہوں گے۔ جیسے قبل رفع اور قبل نزول تھے۔ لیکن چونکہ ان کی بعثت اپنے زمانہ میں بھی صرف بنی اسرائیل کی طرف تھی نہ تمام عالم کی طرف جیسا کہ آیت کریمہ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ سے معلوم ہوتا ہے اس لئے وہ بعد نزول بھی اس امت کی طرف بحیثیت نبوت مبعوث ہو کر نہیں آئیں گے بلکہ بحیثیتِ امامت تشریف لائیں گے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث سے ثابت ہے۔" (ختم نبوت کامل صفحہ ۲۰۴، ۲۰۵)

اسی جگہ حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

"لیکن یہ بات اچھی طرح یاد رہے کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ العیاذ باللہ آپ اس وقت نبوت سے معزول ہو جائیں گے بلکہ آپ کا اس وقت امت میں تشریف لانا بالکل ایسا ہوگا جیسے صوبہ پنجاب کا

گورنر صوبہ بہار میں کسی ذاتی ضرورت سے چلا جائے تو اگرچہ وہ
اس وقت بحیثیت گورنر نہیں ہوتا لیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا
کہ وہ گورنری سے معزول ہو گیا۔" (ختم نبوت کامل حاشیہ ۴۰۵)

**حیلہ سازی کا جواب** | ہم تو مفتی صاحب کے اس سارے بیان کو غلط جانتے ہیں کیونکہ ہم علیٰ وجہ البصیرت وفات مسیح علیہ السلام کے از روئے قرآن مجید و احادیث نبویہ قائل ہیں اور مسیح موعود کے نزول کو بروزی صورت میں مانتے ہیں لیکن اس سے قطع نظر مفتی صاحب کا یہ حیلہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے وہ نبوت سے معزول بھی نہیں ہوں گے اور امتِ محمدیہ کے لئے صرف امام ہوں گے نہ کہ نبی بھی ان کے نبوت سے معزول ہونے کے مترادف ہے جب نبی قوم میں موجود ہو۔ اور فرائضِ نبوت کی بجا آوری اس کے ذمہ نہ ہو تو عملاً وہ نبوت سے معزول ہوگا۔ نبی جب زندہ ہو اور اپنی قوم میں موجود بھی ہو تو وہ (on duty) آن ڈیوٹی قرار پائے گا اور فرائض نبوت بجا لائے گا۔

مفتی صاحب نے اس جگہ گورنر کی جو مثال دی ہے وہ اس جگہ بدیں وجوہ منطبق نہیں ہوتی۔

اوّل ممثل لہ یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دونوں بعثتوں کا زمانہ مختلف ہے ان دونوں بعثتوں کے درمیان کئی صدیاں پائی جاتی ہیں لیکن صوبہ پنجاب کے گورنر کے صوبہ بہار میں جانے کے زمانہ کا حال اس طرح نہیں دوئم ممثل لہ اور مثال میں یہ بھی اختلاف ہے کہ گورنر پنجاب بے شک

گورنر ہی رہتا ہے جب کہ وہ عارضی طور پر اپنے ذاتی کام کے لئے کسی دوسرے صوبہ میں جائے۔ لیکن اگر وہ مستقل طور پر صوبہ پنجاب کو چھوڑ کر صوبہ بہار میں جا رہے تو ریٹائر ہونے کی وجہ سے یا معزول ہونے کی وجہ سے وہ اپنے عہدۂ گورنری پر قائم نہیں سمجھا جائیگا۔ اس وقت وہ گورنر نہیں رہے گا۔

پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُمّت محمدیہ میں مستقل طور پر آنا فرض کیا جائے جیسا کہ مفتی صاحب کا عقیدہ ہے تو پھر اگر وہ دنیا کے لئے نبی نہ ہوں تو انہیں نبوت سے معزول ماننا پڑے گا۔ اور نبی جب تک زندہ ہو مفتی صاحب بھی اسے معزول نہیں مانتے۔ اور نبی کا اپنی زندگی میں اور قوم میں موجودگی کی حالت میں نبوت سے ریٹائرڈ ہونا بھی متصور نہیں ہو سکتا۔

تیسری وجہ ممثل لہٗ اور مثال میں اختلاف کی یہ ہے کہ مفتی صاحب کی مثال میں صوبہ پنجاب کے گورنر کا حکم صوبہ پنجاب میں نافذ رہے گا۔ کیونکہ وہ عارضی طور پر اپنے کسی ذاتی کام کے لئے صوبہ بہار میں گیا ہوگا۔ یہ مثال حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارہ میں تب صادق آسکتی ہے کہ بالفرض جب وہ نازل ہوں تو بنی اسرائیل میں ان کا حکمِ نبوت اپنی شریعت کے مطابق نافذ ہو یعنی بنی اسرائیل میں وہ تورات و انجیل کو ہی نافذ کریں۔ مگر یہ صورت اس جگہ مفتی صاحب کو مسلّم نہ ہوگی کیونکہ قرآن مجید نے تورات و انجیل کو منسوخ کر دیا ہُوا ہے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام بعد از نزول ان کے نزدیک شریعت اسلامیہ کے پابند ہوں گے اور اسی کا نفاذ کریں گے۔ اس لحاظ سے بھی یہ مثال حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد پر منطبق نہیں ہو سکتی۔

چوتھی وجہ عدم انطباق کی یہ ہے کہ گورنر پنجاب کے صوبہ بہار میں جانے کی مثال میں گورنر پنجاب کے صوبہ بہار میں اپنے کسی ذاتی کام میں جانے کا ذکر ہے مگر خدا کا نبی کبھی قوم میں اپنے کسی ذاتی کام کے لئے نہیں آتا۔ بلکہ خدا کی طرف سے سپرد کردہ نبوت کا فریضہ ادا کرنے کے لئے آتا ہے جو تبلیغ و اشاعت دین ہے اس لئے اس کی نبوت بہر حال نافذ ہوگی اسے امت کے لئے غیر نبی امام تصور نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کی امامت جامع نبوت ہوگی۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر بفرض محال امت محمدیہ میں آجائیں۔ اور بقول مفتی صاحب نبی بھی ہوں اور نبوت سے معزول نہ ہوں تو اس صورت میں ان کی اپنی شریعت کا نفاذ ضروری ہے اور چونکہ یہ محال ہے لہذا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا امت محمدیہ میں آنا بھی محال ہے کیونکہ یہ عقیدہ مستلزم محال ہے کہ نبی قوم میں موجود بھی ہو اور اپنی نبوت کا نفاذ قوم میں نہ کرے۔

اگر مفتی صاحب اس جگہ یہ کہیں کہ وہ شریعت محمدیہ کے تابع غیر تشریعی امتی نبی ہو جائیں گے اس لئے اپنی شریعت کا نفاذ نہیں کریں گے بلکہ محمدی شریعت کا ہی نفاذ کریں گے۔ تو انہیں ماننا پڑیگا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نبوت میں ایک تغیر آجائے گا اور ایک نئی قسم کی نبوت ان کی آمد سے وجود میں آجائیگی پس جب نئی قسم کی نبوت حادث ہوگی اور اس کا حدوث منافی خاتم النبیین نہیں ہے تو پھر کسی امتی کا اس مقام نبوت کو پا لینا کیونکر خاتم النبیین کے منافی ہو سکتا ہے۔

اگر مفتی صاحب کہیں کہ رہیں گے تو وہ تشریعی نبی اور شریعت اُن کی

نافذ نہیں ہوگی بلکہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہی خود بھی
چلیں گے اور بنی اسرائیل بلکہ تمام امّت محمدیہ کو بھی چلائیں گے۔ تو ان کا
سابقہ نبوت تشریعی سے معزول ہونا لازم آیا کیونکہ یہ محال ہے کہ ایک
تشریعی نبی قوم میں موجود بھی ہو اور وہ اپنی نبوت تشریعیہ کا نفاذ نہ کرے۔
کیونکہ یہ امر نبوت سے معزول ہونے کے مترادف ہے۔ اور نبی کا اپنی نبوت سے
معزول ہونا محال ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث نبوی میں مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے اور ان پر وحی نازل ہونے کا بھی ذکر فرمایا ہے
چونکہ وہ بقول مفتی صاحب نبی ہوں گے لہذا ان کی اپنی وحی کا بھی امّت میں
نفاذ ہوگا اس لئے وہ امّت میں اون ڈیوٹی نبی قرار پائیں گے نہ کہ غیر نبی امام۔
مسیح موعود علیہ السلام بے شک امّت محمدیہ میں امام بھی ہیں جیسے کہ ہر نبی
امام ہوتا ہے۔ وہ غیر نبی امام کی حیثیت میں امام نہیں۔ کیونکہ وہ نبی ہیں۔ اور
ان کا بعد نزول نبی ہونا مفتی صاحب کو مسلّم ہے۔ پس مفتی صاحب کا زیر بحث
بیان بالکل غلط اور ایک دور از کار حیلہ ہے۔

ماسوا اس کے حدیث لانبیّ بعدی یہ نہیں بتاتی کہ پہلا نبی تو آپ کے
بعد اس صورت میں آسکتا ہے کہ وہ نبی تو ہو۔ نبوت سے معزول بھی نہ ہو۔
اور نبوت کے فرائض بھی ادا نہ کرے۔ ایسے نبی کا بھیجنا خدا کی شان کے
منافی ہے۔ اگر آئندہ نبی کی ضرورت نہیں تھی تو خدا تعالےٰ ایک غیر نبی امّتی
سے بھی امّت کی امامت کا کام لے سکتا تھا۔ پس بفرض محال اگر حضرت عیلےٰ

علیہ السلام کا امتِ محمدیہ میں آنا مانا جائے تو انہیں بہرحال نبی ماننا پڑے گا اور حدیث لا نبی بعدی میں چونکہ لا نفی جنس کا ہے جو ذاتِ نبی کی نفی کرتا ہے۔ اس لئے حدیث کے ان عام معنوں کے لحاظ سے کسی کے عہدۂ نبوت پر ہونے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ نبی کے وجود کی ہی نفی ہوتی ہے۔ پس اس حدیث کے عام معنوں کے لحاظ سے نہ کوئی پہلا نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتا ہے نہ ہی نیا نبی پیدا ہوسکتا ہے۔

البتہ امام علی القاری اس حدیث کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ:-

مَعْنَاہُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا یَحْدُثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ۔ (الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ صفحہ ۲۲۶

والمشرب الوردی فی مذہب المہدی صفحہ ۶۵،۶۴)

یعنی علماء کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہوگا جو ایسی شریعت کے ساتھ آئے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے۔

پس لا نبی بعدی میں علماء امت نے نبی کا لفظ عام معنوں میں مراد نہیں لیا بلکہ بعض دوسری حدیثوں کے پیش نظر جن میں ایک نبی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ظہور کی خبر دی گئی ہے اس لفظ نبی کو مخصوص معنوں میں مراد لیا ہے۔ اور اس طرح یہ حدیث عام مخصوص بالبعض قرار پاتی ہے اس صورت میں جو نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے۔ وہ امتی بھی ہوگا۔ خواہ وہ بالفرض حضرت عیسے علیہ السلام ہوں یا کوئی اور امتی

نبی پیدا ہو۔ بہرحال حدیث بتاتی ہے کہ نبوت اس نبی کی امت محمدیہ میں نافذ ہوگی۔ اگر بالفرض حضرت عیسٰی علیہ السلام آئیں تو ان کی سابقہ نبوت میں تغیر آکر ان کے ذریعہ ایک نئی قسم نبوت کا حدوث ہوگا۔ جس کے لئے امتی ہونا بھی ضروری ہے یہ نبوت آیت خاتم النبیین کے منافی نہ ہوگی۔ اور لہذا اس قسم نبوت کا امتی نبی کو ملنا بھی آیت خاتم النبیین کے منافی نہ ہوگا۔

تشریعی نبی کے عہدۂ نبوت میں شریعت جدیدہ کا لانا۔ امور غیبیہ پر اطلاع دیا جانا اور منصب قضاء وحکومت و اشاعت و نفاذ شریعت کا رکھنا یہ سب امور ضروری ہیں۔ اور غیر تشریعی نبی کے عہدہ میں شریعت جدیدہ کا لانا پایا نہیں جاتا لیکن باقی امور ضروریہ اس کے عہدہ میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت موسٰی علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کئی نبی آئے جو شریعت جدیدہ نہیں لاتے تھے بلکہ تابع تورات تھے۔ اور تورات کی اشاعت وحفاظت اور نفاذ کے لئے مامور تھے۔ اور یہودیوں کے لئے تورات کے ذریعہ حکم تھے چنانچہ اللہ تعالٰے قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ۔ (مائدہ ع ۷۔ آیت ۴۴)

ترجمہ۔ ہم نے یقیناً تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور تھا اس کے ذریعہ سے کئی انبیاء جو ہمارے فرمانبردار تھے یہودیوں کے لئے حکم تھے اور عارف

لوگ بھی اس وجہ سے کہ کتاب اللہ کی حفاظت کا کام ان کے سپرد کیا گیا تھا اور وہ اس کے نگران تھے۔

یہی عہدہ اور منصب مسیح موعود کا ہے۔ آپ شریعت محمدیہ کی تجدید اور اشاعت کے لئے مامور ہیں اور احادیث نبویہ میں آپ کو نبی اللہ اور حکم عدل بنا کر امت کا امام مقرر کیا گیا ہے جیسے کہ انبیاء بنی اسرائیل امت موسوی کے مجدد اور امام اور حکم تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد صدی دوازدہم نے حضرت موسے علیہ السلام کی شریعت کی حفاظت کے لئے آنے والے انبیاء کو مجددین موسوی ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کتاب شریعت لانے کا ذکر کرکے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

"اَوْ یَکُوْنُ نَظْمُ مَا قَضٰی لِقَوْمٍ مِنْ اِسْتِمْرَارِ دَوْلَۃٍ اَوْدِیْنٍ یَقْتَضِیْ بَعْثَ مُجَدِّدٍ کَدَاؤدَ وَسُلَیْمَانَ وَجَمْعٍ مِنْ اَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ قَدْ قَضَی اللّٰہُ بِنَصْرِہِمْ عَلٰی اَعْدَائِہِمْ" (حجۃ اللہ البالغہ جزو اول ص ۸۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ یا نبی اس نظام کے قیام کی خاطر بھیجا جاتا ہے جو خدا نے کسی قوم کی سلطنت یا دین کو جاری رکھنے کے لئے مقرر کیا ہو یہ نظام ایک مجدد کی بعثت کو چاہتا ہے جیسے حضرت داؤد اور سلیمان اور بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی ایک

جماعت کا حال ہے اور خدا تعالےٰ نے ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

پس مسیح موعود کا امت محمدیہ میں عہدۂ نبوت تشریعی نہیں بلکہ عہدۂ نبوت غیر تشریعیہ ہے۔

مفتی صاحب اپنی کتاب ختم نبوت کامل کے صفحہ ۱۷۸ پر لکھتے ہیں:۔

"یہی رمز ہے اس میثاق میں جو تمام انبیاء اور رسل سے لیا گیا کہ اگر وہ آپ کا زمانہ پائیں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں ارشاد ہے لتؤمننّ بہ ولتنصرنّہ۔ ضرور آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔ اور اس میثاق کی تصدیق اور شہادت کو ثابت کرنے کے لئے خداوند عالم نے دو مرتبہ دنیوی حیات میں آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جمع کیا۔ جس کا مفصل واقعہ اسراء و معراج کے تحت تمام کتب حدیث میں صحیح اور معتبر روایات سے منقول ہے۔ پھر آخر زمانہ میں انبیاء سابقین میں سے سب سے آخری نبی حضرت عیسےٰؑ کو آپ کی شریعت کا مروج طور پر متبع بنا کر بھیج دیا تاکہ اس میثاق پر صاف طور پر عمل ہو جائے۔"

### مفتی صاحب سے ایک ضروری سوال میثاق النبیین کے متعلق۔

اس جگہ میثاق النبیین کے متعلق مفتی صاحب سے ایک ضروری سوال پیدا ہوتا ہے۔ ان کے بیان سے ظاہر ہے کہ اسراء اور معراج میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف دو دفعہ تمام انبیاء سے

اجتماع ہوا ہے۔ ان سب نے آپ کی اس وقت کوئی نصرت اور مدد نہیں کی۔
حالانکہ وعدہ سب انبیاء کا میثاق النبیین میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
پر ایمان لانے کے ساتھ آپ کی نصرت کرنے کا تھا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے صرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو
آخری زمانہ میں بھیجنے کے لئے زندہ رکھا گیا۔ اور باقی تمام انبیائے سابقین
کو وفات دے دی۔ اور انہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نصرت کا
موقعہ نہ دیا گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ انبیاء سے یہ وعدہ ان کی قوم کے لئے بحیثیت
نمائندہ لیا گیا تھا تاکہ سب نبی اپنی قوم کو ہدایت کر جائیں کہ وہ ایسا وعدہ
خدا سے کر چکے ہیں۔ لہذا جب سیدالانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم تشریف
لائیں تو ان کی اُمتیں ان پر ایمان لائیں اور ان کی نصرت کریں۔ اسی طرح
کا وعدہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے لیا گیا تھا۔ پس اگر اس وعدہ سے
مقصد انبیاء کی طرف سے اصالتاً حاضر ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی نصرت کرنا ہوتا تو پھر سب انبیاء کو زندہ رکھا جاتا۔ لیکن جب باقی انبیاء
کو زندہ نہیں رکھا گیا اور میثاق النبیین اس سے نہیں ٹوٹتا۔ تو حضرت
عیسےٰ علیہ السلام کو بالخصوص زندہ رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ قرآن کریم میں
تو خدا تعالےٰ کا یہ ناطق فیصلہ موجود ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے ایک رسول ہیں اور ان سے پہلے تمام
رسول گذر چکے ہیں خَلَا فُلَانٌ کے معنی عربی زبان میں ہیں اَیْ مَاتَ۔

یعنی وہ وفات پا گیا۔

پس حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام رسول مع حضرت عیسےٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ لہذا جس عیسےٰ کے آنے کی پیشگوئی احادیث نبویہ میں کی گئی ہے۔ وہ امت محمدیہ کا ایک فرد ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ سے مثیل مسیح ابن مریم کا مقام پا کر امت محمدیہ کا امت میں سے امام بننے والا تھا۔

## آیت اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے امت میں امکانِ نبوت کا ثبوت

آیت اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے سورۃ النساء رکوع ۹ میں فرمایا۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔

ان ہر دو آیتوں میں سے پہلی آیت میں منعم علیہ لوگوں کی راہ طلب کرنے کی ہدایت ہے تا کہ امت محمدیہ بھی منعم علیہ لوگوں میں داخل ہو۔ اور دوسری آیت میں منعم علیہم کی تفسیر بیان ہوئی ہے کہ یہ لوگ نبی۔ صدیق اور شہداء اور صالح ہیں۔

جماعت احمدیہ ان دونوں آیتوں سے استدلال کرتی ہے کہ جس طرح صدیقیت شہادت اور صالحیت کے مدارج پانے کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے پر امت کو امید دلائی گئی ہے اسی طرح اِھْدِنَا

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دعا میں بھی مطابق آیت ثانیہ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ کے ذریعہ امّتِ محمدیہ کے لئے مقامِ نبوت۔ صدیقیت شہادت اور صالحیت پانے کی امید دلائی گئی ہے۔

## مفتی صاحب کا ہماری تفسیر پر اعتراض

جناب مفتی صاحب ہماری اس تفسیر کو مضحکہ خیز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"کیا خوب استدلال ہے اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ جو شخص جس کے راستہ پر چلتا ہے وہ وہی بن جاتا ہے نبیین کے راستہ پر چلنے والا نبی۔ صدیقوں کے راستہ پر چلنے والا صدیق اور شہداء کے راستہ پر چلنے والا شہید بن جاتا ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ پھر تو یہ ترقی کا بہت اچھا ذریعہ ہے کلکٹر کے راستہ پر چلنے والا کلکٹر اور وائسرائے کے راستہ پر چلنے والا وائسرائے اور بادشاہ کے راستہ پر چلنے والا بادشاہ ہو جایا کرے گا۔ بلکہ اس زینہ سے ترقی کر کے تو شاید خدائی کا مرتبہ بھی حاصل ہو سکے۔ کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے صِرَاطَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الآیۃ تو مرزا صاحب کے تجویز کردہ قانون کے مطابق جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلے گا وہ معاذ اللہ خدا بن جائے گا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ"

(ختم نبوت کامل ص۲۴۹)

**الجواب** مفتی صاحب کو تو ہمارا استدلال مضحکہ خیز معلوم ہوا ہے۔ مگر

ہمیں ان کا جواب محض طفلانہ محسوس ہو رہا ہے۔ کیونکہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ میں انعام یافتہ لوگوں کی راہ طلب کرنے کے لئے جو دعا سکھائی گئی ہے وہ اسی لئے سکھائی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ امّت کو اس دعا کے ذریعہ وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو اس نے پہلوں کو دیں۔ تا کہ وہ بھی وہ انعامات پائیں جو پہلے لوگ پا چکے دوسری آیت میں یہ انعام یافتہ چار گروہ بیان ہوئے ہیں۔ نبیّین صدیقین شہداء اور صالحین۔ سو اگر انعام یافتہ لوگوں کی راہ پر چلنے سے یہ انعامات خدا تعالیٰ نے دینے ہی نہ ہوتے تو یہ دعا کیوں سکھاتا کہ انعام یافتہ لوگوں کی راہ طلب کرو۔ اور دوسری آیت میں یہ کیوں فرماتا ہے کہ اللہ رسولؐ کی اطاعت سے تم لوگ انعام یافتہ گروہوں میں سے کسی نہ کسی گروہ کے فرد بن جاؤ گے۔

امام راغب علیہ الرحمۃ مفردات القرآن میں زیر لفظ کتب آیت قرآنی فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ کی دعا لکھ کر آگے اس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

> اَیْ اِجْعَلْنَا فِیْ زُمْرَتِھِمْ اِشَارَۃً اِلٰی قَوْلِہٖ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ الآیۃ۔ یعنی ہمیں شاہدین کے ساتھ لکھ لو کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان کے زمرہ میں داخل کر دو۔ اس آیت کا اشارہ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ کی طرف ہے۔

پس جب فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ کی دعا کرنے والے بموجب آیت

اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ شاہدین کے زمرہ میں داخل ہوجاتے ہیں تو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی جامع دعا کرنے والے کیوں انعام یافتہ گروہوں نبیین۔ صدیقین اور صالحین کے زمرہ میں داخل نہیں ہوسکتے۔ صاف ظاہر ہے ضرور داخل ہوسکتے ہیں۔

چنانچہ دوسری آیت کی تفسیر میں امام راغبؒ فرماتے ہیں:-

مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِي الْمَنْزِلَةِ وَالثَّوَابِ النَّبِيَّ بِالنَّبِيِّ وَالصِّدِّيْقَ بِالصِّدِّيْقِ وَالشَّهِيْدَ بِالشَّهِيْدِ وَالصَّالِحَ بِالصَّالِحِ

(تفسیر بحرالمحیط سورۃ النساء ع ۹)

یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والوں کو چار گروہوں میں مرتبہ اور ثواب کے لحاظ سے داخل کر دیتا ہے اس امت کے نبی کو کسی نبی سے مرتبہ اور ثواب میں ملا دیتا ہے اور اس امت کے صدیق، شہید اور صالح کو کسی پہلے گذرے ہوئے صدیق، شہید اور صالح سے مرتبہ اور ثواب کے لحاظ سے ملا دیتا ہے۔

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تفسیر القرآن سے متعلق تمام معیار درست اور ضروری ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے برکات الدعاء میں تفسیر القرآن کے سات معیار بیان فرمائے ہیں۔

اوّل ۱- شواہد قرآنی۔

دوم ۲- رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی تفسیر۔

سوم :- تفسیر صحابہ

یہ تینوں معیار مفتی محمد شفیع صاحب کو مسلّم ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان کردہ پانچویں معیار سے بھی جو لغت عرب کی تفتیش سے تعلق رکھتا ہے مفتی صاحب کو انکار نہیں۔

لیکن چوتھے چھٹے اور ساتویں معیار سے جو نقش ستعرہ لیکر قرآن میں غور کرنے اور روحانی سلسلہ کو سمجھنے کے لئے جسمانی سلسلہ سے تقابل اور وحی ولایت اور مکاشفات محدثین سے متعلق معیاروں کو مفتی صاحب تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کی تردید پر کمر بستہ ہیں۔

ہم نے ان کے چار مسلّم معیاروں کی بناء پر آیت خاتم النبیّین کی تفسیر ان کے سامنے پیش کر دی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ مفتی صاحب کے یہ معنی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت پانے میں سب سے آخری نبی ہیں۔ قرآن کریم۔ احادیث نبویہ اور آثار صحابہ اور لغت عرب کے مطابق درست نہیں۔ اور علماء امت نے مسیح نبی اللہ کی امت محمدیہ میں آمد کو مان کر اس حیثیت میں کہ وہ امتی بھی ہوں گے اصولی طور پر اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف تشریعی اور مستقل نبی کا آنا منقطع ہوا ہے اور امتی نبی کی آمد کا جواز قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان کردہ تفسیر القرآن کے وہ تینوں معیار جو مفتی صاحب کو مسلّم نہیں اپنی جگہ بالکل درست اور قرآنی تعلیم کے مطابق ہیں۔

چوتھا معیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمایا ہے:۔

"خود اپنا نفس مطہرہ لیکر قرآن کریم میں غور کرنا ہے کیونکہ نفسِ مطہرہ سے قرآن کریم کو مناسبت ہے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ (الواقعہ) یعنی قرآن کریم کے حقائق صرف ان پر کھلتے ہیں جو پاک دل ہوں۔ کیونکہ مطہر القلب انسان پر قرآن کریم کے پاک معارف بوجہ مناسب کھل جاتے ہیں اور وہ ان کو شناخت کر لیتا ہے اور سونگھ لیتا ہے اور اس کا دل بول اٹھتا ہے کہ ہاں یہی راہ سچی ہے اور اس کا نورِ قلب سچائی کی پرکھ کے لئے ایک عمدہ معیار ہوتا ہے۔ پس جب تک انسان صاحب حال نہ ہو اور اس تنگ راہ سے گزرنے والا نہ ہو جس سے انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں۔ تب تک مناسب ہے کہ گستاخی اور تکبر کی جہت سے مفسر قرآن نہ بن بیٹھے ورنہ وہ تفسیر بالرائے ہوگی جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور کہا ہے۔ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَایِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ یعنی جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی اور اپنے خیال میں اچھی کی تب بھی اس نے بری تفسیر کی۔"

(برکات الدعاء صـ۱۶)

واضح ہو کہ یہ معیار نہایت قیمتی اور ضروری ہے اور اس کا استنباط آیت قرآن لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ سے کیا گیا ہے کہ قرآن کریم سے مس

صرف وہی لوگ رکھتے ہیں جو پاک دل ہیں۔ وہ جو پاک دلی کی مناسبت کی وجہ سے اچھی نیت کے ساتھ جب وہ قرآن کریم پر غور کرتے ہیں تو اُن پر قرآن کریم کے حقائق کھلتے ہیں کیونکہ وہ قلبی نور سے انوار قرآنیہ سے رابطہ رکھتے ہیں۔ ظلمانی قلب انوار قرآنیہ کی شناخت نہیں کر سکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔
یعنی خدا تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ بہت سوں کو گمراہ کرتا اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ اس سے صرف انہی لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جو نافرمان ہوتے ہیں جو اللہ کے عہد کو اس کے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور قطع تعلقات کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور وہ لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ جو لوگ باغی اور نافرمان قاطع تعلقات مفسد ہوں یعنی پاک دل اور نیک نیت نہ رکھتے ہوں۔ وہ قرآن کریم سے ہدایات پانے سے محروم ہو جاتے ہیں اور بجائے ہدایت پانے کے وہ گمراہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

نیز فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (العنکبوت آیت ۷۰)

یعنی جو لوگ ہم میں ہو کر یعنی پاک دلی سے اللہ سے تعلق پیدا کرکے مجاہدہ

کرتے ہیں۔ ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیتے ہیں۔

یہ آیت بھی پاک دل کے ساتھ قرآن کریم میں غور کرنے کا معیار بیان کرتی ہے۔ اس آیت کے رُو سے بھی مجاہدۂ نفس کے بغیر حقائق و معارف قرآنیہ کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ ورنہ ہر شخص اپنے اجتہاد کو تفسیر القرآن قرار دے لے گا۔ خواہ وہ تفسیر بالرائے ہی ہو۔ دیکھئے مفتی صاحب: آپ نے کیا کام کیا ہے۔ آپ نے صراط اللہ العزیز کی ختم نبوت کامل کے مسئلہ پر جو تفسیر کی ہے وہ آپ کی نیت بخیر نہ ہونے کی وجہ سے کس قدر غلط ہے۔ آپ نے صراط اللہ العزیز سے مراد صراط مستقیم نہیں لیا بلکہ وہ راہ مراد لی ہے گویا جس پر خدا چلتا ہے۔

اوّل تو یہ آیت اس طرح نہیں جس طرح مفتی صاحب نے لکھی ہے قرآن کریم میں اس مضمون کو دو آیتیں یوں ہیں۔ اوّل سورۂ ابراہیم میں وارد ہے کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ یعنی یہ کتاب ہے جسے ہم نے تیری طرف اُتارا ہے تا کہ تو تمام لوگوں کو اپنے رب کے حکم سے ظلمات سے نکال کر اپنے رب کی طرف لے آئے۔ یعنی غالب اور تعریفوں والے خدا کے راستہ کی طرف۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ عزیز اور حمید خدا کے راستہ سے مراد کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کا راستہ ہے جو لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف لیجانے کے لئے تجویز ہوا ہے۔ پس مراد اس سے صراطِ مستقیم ہی ہے۔

دوسری آیت سورۂ سبا میں وارد ہے۔ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

الَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ هُوَ الْحَقَّ وَیَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ - (سباء : ۷) یعنی وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے اس چیز کو جو تیری طرف تیرے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے حق جانتے ہیں اور وہ تعلیم غالب محمود والے خدا کی راہ کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ خدا کے راہ سے مراد قرآن ہے۔ جو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ نہ کہ وہ راہ جس پر خدا چلتا ہے پس اگر مفتی صاحب کی نیّت بخیر ہوتی اور وہ اس آیت میں نیک نیتی کے ساتھ غور کرتے تو وہ حقیقت سے سراسر دور معنی نہ لیتے۔ اب مفتی صاحب کو یہ احساس ہو جانا چاہیئے۔ کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا بیان کردہ معیار کہ نفس مطہر لیکر قرآن کریم میں غور کرنا چاہیئے بالکل درست معیار ہے کیونکہ اس کو مدِّنظر نہ رکھکر مفتی صاحب غلط راستہ پر جا پڑے اور سچائی کی راہ سے دُور جا پڑے۔

**چوتھا معیار** حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ بیان فرمایا ہے:۔

"روحانی سلسلہ کے سمجھنے کے لئے سلسلہ جسمانی ہے کیونکہ خدا تعالےٰ کے دونوں سلسلوں میں بکلّی تطابق ہے۔"

(برکات الدعاء صفحہ ۱۶)

یہ معیار بھی درست اور ضروری ہے اور اس کے صحیح ہونے کے متعلق قرآن کریم سے روشنی ملتی ہے کیونکہ خود اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں

جسمانی اور مادی امور کو روحانی امور کے سمجھنے کے لئے بطور شواہد اور دلائل استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے مادی امور کی قسمیں کھا کر ان کو روحانی امور پر شاہد قرار دیا ہے۔ اگر جسمانی اور روحانی امور میں تطابق نہ ہوتا تو کبھی اللہ تعالیٰ مادی امور کو روحانی امور کے شواہد کے طور پر پیش نہ کرتا۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے سورۂ مؤمنون کے شروع میں چھ روحانی امور بیان فرمائے ہیں:۔

۱۔ نماز میں خشوع کرنا

۲۔ لغو امور سے اعراض کرنا

۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔

۴۔ شرمگاہوں کی حفاظت کرنا

۵۔ امانتوں اور عہد کا خیال رکھنا۔

۶۔ نمازوں کی حفاظت کرنا

ان چھ روحانی تبدیلیوں کے بعد انسانی پیدائش کی چھ مادی تبدیلیاں کو بالمقابل بیان کیا ہے اور انسان کے خلق آخر کا ذکر کیا ہے اور اسے احسن الخالقین ہونے پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ پھر اس کے بعد مادی نعمتوں کا ذکر کیا ہے تا انسان روحانی ترقیات کی طرف متوجہ ہو۔ پھر ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ

وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(آل عمران : ۱۹۱-۱۹۲)

ترجمہ:۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آنے میں عقلمندوں کے لئے بہت سے نشان ہیں۔ وہ (عقلمند) جو کھڑے۔ بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اپنے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اور زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر سے کام لیتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے رب تو نے اسے بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ تو پاک ہے ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ یعنی ہماری زندگی کو بے مقصد بننے سے بچا دے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ کائنات کے مادی انقلابات اور تخلیق میں غور کرنے سے مومنوں کو روحانی انقلابات کے برحق ہونے پر بہت سے دلائل ملتے ہیں۔ چونکہ دلائل اور مدلولات میں تطابق بھی ضروری ہوتا ہے۔ لہذا اس آیت میں کائنات کے انقلابات اور تخلیق کو روحانی انقلابات اور روحانی تخلیق پر نشان قرار دیا گیا ہے۔ اگر ان میں تطابق کلی نہ ہوتا تو ایک دوسرے پر دلیل کیسے ہو سکتا۔ اور روحانی امور کو سمجھنے کے لئے مادی امور میں فکر کرنے کی کیوں ہدایت کی جاتی۔ صاف ظاہر ہے کہ مادی امور اور روحانی امور میں ضرور گہرا رابطہ ہے جس پر غور کرنے سے بہت سے روحانی امور کھل جاتے ہیں۔

**ساتواں معیار** حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ نے ساتواں معیار یوں بیان فرمایا ہے:۔

"ساتواں معیار وحیٔ ولایت اور مکاشفاتِ محدثین ہے۔ اور یہ معیار گویا تمام معیاروں پر حاوی ہے کیونکہ صاحبِ وحیٔ محدثیت اپنے نبی متبوع کا پورا ہمرنگ ہوتا ہے اور بغیر نبوت اور تجدید احکام کے وہ سب باتیں اس کو دی جاتی ہیں جو نبی کو دی جاتی ہیں اور اس پر یقینی طور پر سچی تعلیم ظاہر کی جاتی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ اس پر وہ سب امور بطور انعام و اکرام کے وارد ہو جاتے ہیں۔ جو نبی متبوع پر وارد ہوتے ہیں سو اس کا بیان محض اٹکلیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ دیکھ کر کہتا ہے اور سُن کر بولتا ہے اور یہ راہ اس اُمّت کے لئے کھلی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وارثِ حقیقی کوئی نہ رہے اور ایک شخص جو دنیا کا کیڑا اور دنیا کے جاہ و جلال اور ننگ و ناموس میں مبتلا ہے وہی وارثِ علمِ نبوت ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ وعدہ کر چکا ہے کہ بجز مُطَہَّرین کے علمِ نبوت کسی کو نہیں دیا جائے گا بلکہ یہ تو اس پاک علم سے بازی کرنا ہے کہ ہر ایک شخص باوجود اپنی آلودہ حالت کے وارث النبی ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ بھی ایک سخت جہالت ہے کہ ان وارثوں کے وجود سے انکار کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اسرارِ نبوت کو اب صرف بطور ایک گذشتہ قصے کے تسلیم کرنا چاہیئے جن کا وجود

ہماری نظر کے سامنے نہیں ہے اور نہ ہونا ممکن ہے۔ اور نہ ان کا
کوئی نمونہ موجود ہے۔ بات یوں نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا
تو اسلام زندہ مذہب نہ کہلا سکتا بلکہ اور مذہبوں کی طرح یہ
بھی مُردہ مذہب ہوتا۔ اور اس صورت میں اعتقاد مسئلہ نبوت
بھی صرف ایک قصہ ہوتا جس کا گذشتہ قرنوں کی طرف حوالہ دیا
جاتا۔ مگر خدا تعالےٰ نے ایسا نہیں چاہا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا
تھا کہ اسلام کے زندہ ہونے کا ثبوت اور نبوت کی یقینی حقیقت
جو ہمیشہ ہر ایک زمانہ میں منکرین وحی کو ساکت کر سکے اسی حالت
میں قائم رہ سکتی ہے کہ سلسلہ وحی بررنگِ محدثیت ہمیشہ کے لئے
جاری رہے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ محدث وہ لوگ ہیں۔
جو شرف مکالمۂ الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور ان کا جوہرِ نفس
انبیاء کے جوہرِ نفس سے اشد مشابہت رکھتا ہے۔ اور وہ خواصِ
عجیبہ نبوت کے لئے بطور آیاتِ باقیہ کے ہوتے ہیں۔ تا یہ دقیق
مسئلہ نزولِ وحی کا اسی زمانہ میں بے ثبوت ہو کر صرف بطور
قصہ کے نہ ہو جائے۔ اور یہ خیال ہرگز درست نہیں۔ کہ انبیاء
علیہم السلام دنیا سے بے وارث ہی گذر گئے اور اب ان کی نسبت
کچھ رائے ظاہر کرنا بجز قصہ خوانی کے اور کچھ زیادہ وقعت نہیں
رکھتا۔ بلکہ ہر ایک صدی میں ضرورت کے وقت ان کے وارث
پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اور اس صدی میں یہ عاجز ہے۔ خدا تعالیٰ

نے مجھ کو اس زمانہ کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے۔ تا وہ غلطیاں جو بجز خدا تعالیٰ کی خاص تائید کے نکل نہیں سکتی تھیں۔ وہ مسلمانوں کے خیالات سے نکالی جائیں۔ اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے۔ اور اسلام کی عظمت اور حقیقت تازہ نشانوں سے ثابت کی جائے۔ سو یہی ہو رہا ہے۔ (برکات الدعا صفحہ ۱۸۱)

جناب مفتی صاحب نے اس معیار کو بدیں وجہ رد کیا ہے کہ ان کے نزدیک

"یہ ایک ابلہ فریب اور خوشنما تدبیر ہے کیونکہ اولیاء و محدثین کے مکاشفات دخلِ نفس و شیطان سے معصوم نہیں بخلاف وحیِ رسول اور قرآن مجید کے کہ وہ اس سے بالکل پاک اور معصوم ہیں جس کے ساتھ خدا کی پولیس (فرشتے) آگے پیچھے حفاظت کے لئے آتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے و من خلفه رصدًا۔ ایک رصد پہرہ بھیجتا ہے پس ایک معصوم کلام کی مراد غیر معصوم کشف پر موقوف نہیں ہو سکتی ......... تمام معیاروں کا لب لباب اور خلاصہ یہ ساتواں معیار ٹھہرا اور اس کا حاصل یہ ہوا کہ تفسیر قرآن وہ معتبر ہے جو مرزا صاحب فرمائیں!!" (ختم نبوت کامل صفحہ ۲۹۵)

**الجواب** واضح ہو کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ مسیح موعود کا ہے۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں اس کی شان میں حکماً عدلاً کے الفاظ وارد ہیں پس اگر اس کی تفسیر قوم کے لئے حجت نہیں تو وہ حکم و عدل کیسے ہو سکتا ہے

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کے مسیح موعود کی شان میں نبی اللہ کے الفاظ اسی لئے ارشاد فرمائے ہیں کہ اس کے فیصلوں کو دخلِ شیطان سے منزّہ سمجھا جائے اور بلا حیل وحجّت قبول کیا جائے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالےٰ نے اسلام کی تازگی اور اس کی تجدید کے لئے مجدّدین کا سلسلہ شروع کیا جو محدّث ہونے کی وجہ سے خدا کی ہمکلامی سے مشرف ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث نبوی میں آیا ہے

إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا۔

(رواہ ابوداؤد)

کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس امت کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ پس اگر ایسے مجدّدین کے الہامات دخلِ نفس وشیطان سے منزّہ نہ ہوں تو نبی اور رسول کی وحی سے بھی امان اُٹھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شیطان کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔

إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ (سورۃ الحجر: ۴۳)

کہ میرے بندوں پر تجھے غلبہ حاصل نہیں ہوگا۔ پس اگر شیطان خدا کے ان پیارے بندوں پر وحی نازل ہونے کے وقت دخل اندازی کرے تو وہ دخل اندازی کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے کہ شیطان اس کے فرمانبرداروں پر غالب نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید

یوں فرماتا ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ۔ (سورۃ الحج: ۵۳)

ترجمہ:۔ ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر جب اس نے تمنا کی تو شیطان نے اس تمنا میں دخل اندازی کی کوشش کی۔ پس خدا شیطان کی دخل اندازی کو مٹا ڈالتا ہے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں اس آیت کی دوسری قراءت میں وَلَا نَبِیٍّ کے بعد وَلَا مُحَدَّثٍ کے الفاظ بھی وارد ہیں پس محدث جو مرسلین میں سے ہو اس کی وحی کو بھی دخلِ شیطان سے انبیاء اور رسل کی طرح منزہ کر دیا جاتا ہے گویا ان کی وحی بھی یقینی ہوتی ہے مشکوک نہیں ہوتی۔

مجددین کے علاوہ جو اولیاء اللہ ہیں ان کے الہامات وکشوف کو بھی محض اس وجہ سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ غیر معصوم ہیں۔ اصطلاحی طور پر گو وہ نبیوں کی طرح معصوم نہ ہوں لیکن قربِ الٰہی پانے کے بعد وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں سے وہ شیطان کا غلبہ پانے سے محفوظ ہو جاتے ہیں پس ان کے الہامات سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے اور ان کے الہامات وکشوف کو بھی خالی از افادہ قرار نہیں دیا جا سکتا جبکہ وہ صریح طور پر کسی نص کے مخالف نہ ہوں۔ اور نصوص قرآنیہ وحدیثیہ اور لغتِ عرب ان کی تفہیمات کی مؤید ہوں لیکن حکم وعدل کے الہامات اور کشوف قرآن وحدیث کے خلاف ہو ہی نہیں سکتے۔ شیطان صرف اپنے

دوستوں کو وحی کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓـئِہِمْ ۔ (سورۃ انعام: ۱۲۲)

کہ شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔

پس خدا کے پیاروں کے متعلق یہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ان پر شیطانی الہام اس طرح وارد ہو سکتا ہے کہ وہ اُسے خدا کا الہام سمجھ لیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ امر تو شیطان کے اولیاء اللہ پر غلبہ پانے کے مترادف ہوگا۔ حالانکہ اولیاء اللہ پر غلبہ پانے سے شیاطین کو محروم رکھا گیا ہے۔ شیطان کی وحی صرف جھوٹے اور گناہگاروں پر ہی نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۔ (سورۃ الشعراء: ۲۲۲-۲۲۳)

یعنی کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر نازل ہوتے ہیں (سنو) وہ بہت جھوٹے اور گنہگار پر نازل ہوتے ہیں۔

افسوس ہے کہ مفتی صاحب نے اولیاء اللہ اور مجددین و محدثین کی وحی کو دخلِ شیطان سے آلودہ قرار دے کر اس وحی کی افادیت سے انکار کر دیا ہے جو اس بات کے مترادف ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کا کلام جو ان پر نازل ہوتا ہے وہ محض ایک لغو کلام ہوتا ہے۔ سُبْحٰنَكَ مَا هٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۔

مجددین جو نبوت الولایت سے ایک حصہ رکھتے ہیں ان پر خدا اپنے

مکاشفات اور الہامات کے ذریعہ اپنے کلام یعنی اپنی کتاب قرآن مجید اور اپنے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کے حقائق اور معارف ظاہر کرتا چلا آیا ہے۔ جو اپنے اندر معارف قرآنیہ اور حدیثیہ کا ایک لازوال خزانہ رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی جو اپنی صدی کے مجدد تھے فرماتے ہیں۔

یُخْبِرُنَا فِیْ سَرَائِرِنَا مَعَانِیَ کَلَامِہٖ وَکَلَامِ رَسُوْلِہٖ وَصَاحِبُ ھٰذَا الْمَقَامِ مِنْ اَنْبِیَآءِ الْاَوْلِیَآءِ۔ (الیواقیت والجواہر)

کہ اللہ ہمارے باطن میں ہمیں اپنے کلام اور اپنے رسول کے کلام سے آگاہ کرتا رہتا ہے اور یہ مقام رکھنے والا شخص انبیاء الاولیاء میں سے ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں :-

"ہمچنانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آں علوم را از وحی حاصل مے کرد این بزرگوان بطریق الہام را از اصل اخذ مے کنند۔ علماء این علوم را از شرائع اخذ کردہ بطریق اجمال آوردہ اند ہماں علوم چنانچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام را حاصل بود تفصیلاً و کشفاً ایشاں را نیز بہماں وجوہ حاصل مے شود بالاصالت و تبعیت درمیان است۔ بایں قسم کمال اولیائے کمل بعضے از ایشاں را از قرون متطاولہ و ازمنہ متباعدہ انتخاب

می فرمانشند" (مکتوبات جلد ١ صفحہ ۴٣)

یعنی جیسے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ علوم وحی سے حاصل کرتے تھے یہ بزرگانِ ملّت الہام کے ذریعہ وہی علوم اصل یعنی خدا تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں اور عام علماء ان علوم کو شریعتوں سے اخذ کرکے بطریق اجمال پیش کرتے ہیں وہی علوم جس طرح انبیاء کو تفصیلاً اور کشفاً حاصل ہوتے ہیں۔ ان بزرگوں کو بھی اسی طرح حاصل ہوتے ہیں۔ صرف اصالت اور تبعیت یعنی اصل اور ظلّ کا فرق درمیان ہوتا ہے۔ ایسے بزرگ لوگوں کو لمبے زمانہ کے بعد منتخب کیا جاتا ہے۔

سید اسمٰعیل صاحب شہید منصبِ امامت صفحہ ۴٣ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"باید دانست از انجملہ الہام است ہمیں الہام کہ با نبیاء اللہ ثابت است آنرا وحی گویند و اگر بغیر ایشاں ثابت میشود اورا تحدیث مے گویند گاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را خواہ با نبیاء ثابت مے شود خواہ با ولیاء اللہ وحی نامند"

یعنی خدا تعالےٰ کی نعمتوں میں سے ایک الہام بھی ہے۔ یہی الہام جو انبیاء کو ہوتا ہے اس کو وحی کہتے ہیں اور جو انبیاء کے غیر کو ہوتا ہے تو اس کو تحدیث کہتے ہیں کبھی مطلق الہام کو خواہ انبیاء کو ہو یا اولیاء کو قرآن مجید کے رُو سے وحی کہتے ہیں۔

پس جب بقول مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کامل اولیاء اللہ پر قرآن مجید کے علوم تفصیلاً اور کشفاً کھولے جاتے ہیں اور بقول سید اسمٰعیل صاحب شہید

تحدیث کا منبع بھی وحی الٰہی ہے تو اس کی اس افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پس محدثین پر جو وحی نازل ہوتی ہے وہ قابلِ اعتماد ہوتی ہے نہ مشکوک۔

محدثین تو وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ انبیاء کی طرح بالمشافہ کلام کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

إِنَّ كَلَامَهُ قَدْ يَكُوْنُ شِفَاهًا وَذَالِكَ الْأَفْرَادُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِبَعْضِ الْكُمَّلِ مِنْ مُتَابِعِيْهِمْ وَإِذَا كَثُرَ هٰذَا الْقِسْمُ مَعَ وَاحِدٍ مِنْهُمْ سُمِّيَ مُحَدَّثًا

(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ۲ ص ۹۹ مکتوب ۵۱)

یعنی یقیناً خدا تعالیٰ کبھی بالمشافہ کلام کرتا ہے اور یہ افراد جن سے ایسا کلام کرتا ہے انبیاء ہوتے ہیں اور کبھی انبیاء کے بعض کامل متبعین سے بھی ایسا کلام کرتا ہے اور جب کسی کے ساتھ ان میں سے اس قسم کا کلام بکثرت کرتا ہے تو اس کا نام مُحَدَّث رکھا جاتا ہے۔

پس جب نبی سے خدا کا بالمشافہ کلام شک وشبہ کے مقام سے بالا ہوتا ہے تو محدث سے خدا کا بالمشافہ کلام بھی شک وشبہ اور حدیث النفس اور دخلِ شیطان سے مبرا اور منزہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا نازل کرنے والا خدا تعالیٰ ہے۔

خدا تعالیٰ نے تو دین میں استقامت اختیار کرنے والوں کی شان میں فرمایا

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا

بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ نَحْنُ اَوْلِيَآءُكُمْ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا
تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا
مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۔ (حٰمٓ سجدہ : ۳۱ و ۳۲)

ترجمہ:۔ بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کی ان پر خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ تم کوئی خوف نہ کرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنّت کی بشارت پاؤ جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے مددگار ہیں اور تمہارے لئے اس میں ہے جو کچھ تم چاہو اور تمہارے لئے اس میں ہے جو کچھ تم مانگو۔ اس حال میں کہ وہ مہمانی ہوگی غفور اور رحیم خدا کی طرف سے۔

ملائکہ کے ذریعہ یہ کلام جو دین میں استقامت اختیار کرنے والوں پر نازل ہوتا ہے اسے دخلِ نفس اور دخلِ شیطان سے اس لئے پاک سمجھنا ضروری ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس آیت کے مضمون کو اِنَّ کے لفظ سے شروع فرمایا ہے جو مضمونِ جملہ کے یقینی ہونے کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ ملائکہ کی اس تنزیل کو نبوت عامہ یعنی نبوت الولایت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس آیت کی تفسیر میں باب معرفۃ الاستقامۃ کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

هٰذَا التَّنْزِيْلُ هُوَ النُّبُوَّةُ الْعَامَّةُ لَا نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ باب معرفۃ الاستقامۃ)

یعنی یہ نزول ملائکہ نبوّت عامہ ہے نہ تشریعی نبوت۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی المبشرات کو حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ میں نبوّت کا حصّہ قرار دیا ہے پس جو امر نبوّت کا حصّہ ہو وہ مشکوک اور جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہیں مبشرات کے متعلق فرماتے ہیں:۔

مَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَلَا يَكْذِبُ۔

کہ جو امر نبوّت کا حصّہ ہو وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی عورتوں پر جب یقینی وحی نازل فرمائی تو امّتِ محمدیہ کے محدثین کو یقینی وحی سے محروم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دیکھئے حضرت مریم علیہا السلام کو جبریل نے مسیح کی ولادت کی بشارت دی تو یقینی وحی تھی۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو وحی کی کہ اس بچّہ کو صندوق میں ڈال کر دریا میں پھینک دو۔ اور تسلی دی کہ خدا تعالےٰ اس کی حفاظت کا سامان کرے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر یہ نازل ہونے والی وحی یقینی تھی جس پر ان کی والدہ نے یقین کرتے ہوئے اپنے بچّہ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا۔ اور پھر خدا تعالےٰ نے دشمن کے ہاتھوں اس کی حفاظت فرمائی اور اس کی تربیت کا سامان کر دیا۔

پس جب بنی اسرائیل کے اولیاء پر خدا کا یقینی کلام نازل ہوتا رہا ہے تو امّتِ محمدیہ کے محدثین پر نازل ہونے والے کلام میں شک نہیں کیا جا سکتا مشہور حدیث ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔

کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔

اس حدیث کا منشا بھی یہی ہے کہ اس امت کے علماء ربانی پر انبیاء بنی اسرائیل کی طرح خدا کا یقینی کلام نازل ہوگا۔

اسی مضمون کی حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء ہے کہ علماء ربانی انبیاء کے وارث ہیں۔ پس اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ اس امت کے علمائے ربانی کو خدا تعالیٰ کے یقینی مکالمہ مخاطبہ سے حصہ نہیں ملتا۔ اور جو کچھ انہیں الہام ہوتا وہ مشکوک اور ظنی ہی ہوتا ہے تو انبیاء کے وارث کیا ہوئے۔

مفتی صاحب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس امت کو کمالاتِ نبوت سے حصہ ملتا ہے پس اگر کمالاتِ نبوت پانے والوں پر نازل ہونے والے الہامات کو مشکوک سمجھا جائے تو ایسے الہامات کو کمالاتِ نبوت قرار دینے میں خود انبیاء کی ہتک ہے کہ وہ اپنے متبعین کو خدا تعالیٰ کا ایسا مقرب نہ بنا سکے کہ وہ خدا کے یقینی کلام سے حصہ پائیں۔ جو اُن کے مقرب الٰہی ہونے پر روشن دلیل ہو۔

چونکہ مفتی صاحب خدا کے یقینی الہام سے خود محروم ہیں۔ اس لئے وہ محدثینِ امت کے الہامات کو بھی غیر یقینی قرار دے کر رد کرنا چاہتے ہیں۔ مگر مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہونے والے الہامات جو حکم و عدل ہیں۔ اور جنہیں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ قرار دیا ہے رد کرنے کا کسی امتی کو حق نہیں۔

قرآن کریم میں یہ حتمی فیصلہ موجود ہے کہ ملائکہ کے مومنوں پر نزول کی غرض یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے وحی حاصل کرنے کے بعد وہ مومنوں کی ڈھارس بندھائیں

چنانچہ فرماتا ہے۔ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ۔ (انفال: ۱۳)

یعنی تیرا رب ملائکہ کی طرف وحی کر رہا تھا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس تم مومنوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ملائکہ کے ذریعہ مومنوں کے دلوں میں جو القاء ہوتا وہ ان کے دلوں کو یہ یقین دلانے کے لئے تھا کہ گھبراؤ نہیں تم یقیناً فتح پاؤ گے۔ پس مفتی صاحب کا یہ خیال کر لینا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو الہام ہوتا ہے وہ محض شکی اور ظنی ہوتا ہے اس قرآنی نص قطعیہ کے خلاف ہے۔

قرآن کریم کی وحی کو یقینی قرار دینے کے لئے فرمایا گیا ہے۔

وَ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ۔ (ابراہیم: ۲۸)

یعنی اللہ تعالےٰ مومنوں کو قولِ ثابت یعنی قرآن مجید کے ذریعہ دل کی مضبوطی عطا کرتا ہے۔

پس جس طرح اس آیت میں قرآن مجید کے متعلق یہ بتایا ہے کہ اس سے مومنوں کے دلوں میں یقین پیدا ہو کر ان کے دل مضبوط ہوتے ہیں اسی طرح پہلی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مومنوں پر ملائکہ کا القاء بھی ان کے دلوں کو

مضبوط کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ پس جس طرح قرآن مجید سے ثباتِ قلبی حاصل ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید خدا کا قطعی اور یقینی کلام ہے اسی طرح ملائکہ کے ذریعہ مومنوں کے قلوب میں جو الہام ہوتا ہے وہ ثباتِ قلبی کا موجب ہونے کی وجہ سے یقینی کلام ہوتا ہے نہ کہ مشکوک اور ظنی۔ پس مفتی صاحب کو اپنے اس غلط عقیدہ کی جلد اصلاح کر لینی چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر یقین پیدا کرنے والا الہام نازل نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"الہام از اوصاف مقبولان است و استدلال ساختن کہ بے الہام بود از علامت راندگان است۔" (تذکرۃ الاولیاء فارسی صفحہ ۱۱)

یعنی فرمایا۔ الہام مقبول کا وصف ہے اور بغیر الہام استدلال کرنا مردود کا کام ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء اردو صفحہ ۳۲)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے بھی محدثین کے الہام کو یقینی قرار دیا ہے اور جن لوگوں نے تمام الہامات کو جو نبی کے سوا ہوں ظنی ٹھہرایا ہے ان کی تردید فرمائی ہے۔ اور استدلال کے لئے اسے اصولِ نظر میں سے ایک اصل قرار دیا ہے۔

# خاتمۃُ الکتاب

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب ختم نبوت کامل کے شروع میں اصل بحث سے پہلے جو خاتم النبیین کے معنی اور مفہوم کے متعلق کرنا چاہتے تھے

ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں انہوں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر متعدد الزامات لگا کر آپ کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تا اس مقدمہ کے ذریعہ اصل بحث کے پڑھنے سے پہلے ہی آپ کے خلاف اپنی کتاب پڑھنے والوں کے ذہنوں کو اس طرح مسموم کر دیا جائے کہ خاتم النبیّین کے اصل مبحث کی گہرائی میں نہ جا سکیں۔ اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے تیار ہو سکیں۔ مگر ساری دنیا ایسی نہیں ہو سکتی کہ وہ اصل حقیقت کو سمجھنے سے آنکھیں بند کر لے اور اندھا دھند مفتی صاحب کے خیال کی تائید میں لگ جائے۔

ہم نے اصل مبحث کو مقدّم رکھا ہے اور ان کے مقدمہ کے متعلق اپنی تنقید کتاب کے آخر میں بطور خاتمۃ الکتاب کے پیش کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب کے مقدّمہ کو پڑھنے والا ہر شخص جو کتب مسیح موعود علیہ السلام سے واقفیّت رکھتا ہے ادنیٰ تامّل سے اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ مفتی صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ کی ان کتب کا کبھی مطالعہ نہیں کیا جن کے حوالہ جات انہوں نے اپنے مقدّمہ میں پیش کئے ہیں۔ اور انہوں نے مخالفین اور بعض موافقین کی کتب سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتب سے درج شدہ حوالہ جات کو اخذ کر کے اپنے مقدمہ کی عمارت قائم کی ہے چنانچہ انہوں نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ کی زندگی کے تین دور بیان کئے ہیں ان ادوار کے بیان سے پہلے ان کے مضمون کی تمہید یوں ہے:۔

" ختم نبوت کے اقرار و انکار اور ختم نبوت کے معنی اور نبوّت اور وحی

کے دعوں سے متعلق مرزا صاحب کے تضاد میں اگر کوئی معقولیت اور تطبیق پیدا کی جاسکتی ہے تو صرف اس طرح کہ ان کو مختلف ادوارِ عمر اور مختلف زمانوں سے متعلق قرار دیا جائے۔ جس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں مرزا صاحب پر تین دَور گزرے ہیں۔"

اس تمہید کے بعد تین ادوار کا ذکر یوں کرتے ہیں:۔

"پہلا دور وہ تھا جب مرزا صاحب سب مسلمانوں کی طرح مسلمان تھے اور امت کے اجماعی عقائد و نظریات کو بلا کسی تاویل و تحریف کے تسلیم کرتے تھے۔ اور ایک مبلغِ اسلام کی حیثیت سے کچھ چیزیں لکھتے تھے۔

دوسرا دَور وہ تھا جس میں انہوں نے کچھ دعوے شروع کئے اور ان میں تدریج سے کام لیا۔ مجدد ہوئے۔ مہدی بنے یہاں تک کہ مسیح موعود بنے۔ یہاں پہنچ کر یہ خیال آنا ناگزیر تھا کہ مسیح موعود تو اللہ کے اولوالعزم رسول و نبی اور صاحبِ وحی تھے۔ عقیدہ ختمِ نبوت کے ہوتے ہوئے کسی نئے شخص کا مسیح موعود بننا تو ختمِ نبوت کے خلاف ہے اس وقت انہوں نے ختمِ نبوت کے معنی میں تحریفیں شروع کیں نبوت کی خود ساختہ چند قسمیں۔ تشریعی۔ غیر تشریعی۔ ظلی۔ بروزی لغوی اور مجازی بتلا کر ختمِ نبوت کے عموم و اطلاق کو توڑنا چاہا۔ اور اپنے مزعومہ اقسامِ نبوت میں سے بعض قسموں کا بعد وفات

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی جاری رہنا تبلایا اور اپنے حق میں اسی جاری رہنے والی نبوّت کے مدعی بن گئے۔

تیسرا دور وہ تھا جس میں تاویل و تحریف سے بے نیاز ہو کر کھلے طور پر ہر قسم کی نبوّت کا بلا تفریق تشریعی و غیر تشریعی کے سلسلے جاری قرار دیئے اور خود کو صاحبِ شریعت نبی تبلایا۔"

(ختم نبوت کامل صلا۔۱۳)

یہ امر واضح رہے کہ مفتی صاحب کا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر یہ الزام کہ اپنی عمر کے کسی حصہ میں آپ نے ختمِ نبوّت کا انکار کیا ہے سراسر افتراء ہے جن تین ادوار کا مفتی صاحب نے بزعمِ خود ذکر کیا ہے اس سارے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین یقین کرتے رہے ہیں اور شروع سے لے کر تا وفات آپ کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہونے کی وجہ سے آخری تشریعی اور آخری مستقل نبی ہیں۔ اور کوئی شریعت جدیدہ لانے والا نبی یا مستقل نبی آپ کے بعد نہیں آسکتا۔ ہاں آپ کی پیروی اور آپ کے افاضہ روحانیہ سے فیض پا کر اور آپ کی مشکوٰۃ رسالت سے نور حاصل کر کے ظلی طور پر آپ کا ایک اُمتی مقام نبوّت کو اس طرح حاصل کر سکتا ہے کہ وہ ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے اُمتی۔ آپ نے معروف اصطلاحی تعریفِ نبوّت کے بالمقابل جس میں نبی کے لئے یا شریعت لانا ضروری سمجھا جاتا تھا یا بلا استفادہ نبی سابق کے مقامِ نبوّت پر سرفراز ہونا یعنی مستقل نبی ہونا اپنی نبوّت کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کی پیروی کے واسطہ سے حاصل شدہ ہونے کی وجہ سے مجاز کے طریق پر حاصل شدہ بھی قرار دیا ہے۔

البتہ ایک تبدیلی جو آپ کے عقیدہ میں ہوئی وہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں آپ اپنی نبوت کو مامور محدث کے مترادف خیال کرتے تھے اور محدثیت کی نبوت سے اشد مشابہت قرار دیتے تھے لیکن سنہ ۱۹۰۱ء سے آپ نے یہ تاویل ترک فرما دی کہ آپ کی نبوت محدثیت تک محدود ہے بلکہ آپ نے یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ الہامات متواترہ میں آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا ہے اپنی نبوت کی یہ تاویل ترک کر کے کہ آپ نبی بمعنی محدث ہیں اپنا مقام محدث سے بالا قرار دیا۔ اس تبدیلی کے سوا اپنی نبوت کے بارہ میں آپ کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور یہ تبدیلی بھی الہامی انکشاف کے ماتحت ہوئی ہے۔ لیکن سنہ ۱۹۰۱ء سے لے کر تا زندگی آپ نے یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا کہ آپ تشریعی نبی یا مستقل نبی ہیں۔ بلکہ اپنی نبوت کے متعلق یہی وضاحت فرماتے رہے کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے امتی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبوت میں اصل ہیں اور آپ کی نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی فرع اور ظل ہے۔ چنانچہ اپنے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں جو سنہ ۱۹۰۱ء کا ہے تحریر فرماتے ہیں:۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے

کہ مَیں نے اپنے رسول و مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علمِ غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

مفتی محمد شفیع صاحب نے خود یہ عبارت اپنی کتاب ختم نبوت کامل کے صفحہ پر درج کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپ مستقل شریعت لانے والے یا مستقل نبی ہیں۔ آپ کا دعویٰ ہمیشہ ان معنوں میں نبی اور رسول ہونے کا رہا ہے۔ آپ نے اپنے رسول مقتدا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے علمِ غیب پایا ہے۔ آپ کے نبی اور رسول ہونے کی یہ کیفیت اور حقیقت ایک ایسا امر ہے جس میں شروع دعویٰ سے لے کر آخر زندگی تک کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ البتہ جو تبدیلی واقع ہوئی وہ صرف اس تاویل میں ہے کہ پہلے آپ نے اپنی نبوّت کو ماعور محدّث کے مقام تک محدود جانا اور بعد میں الہامات کے رو سے جب آپ پر اپنی نبوّت کے متعلق تصریح ہو گئی کہ آپ کی نبوّت کا مقام محدث کی نبوت کے مقام سے بالا ہے تو آپ نے اپنی نبوّت کی تاویل محدثیت ترک فرما دی۔

**تدریجی انکشاف قابلِ اعتراض نہیں**

اگر اس امر کا نام دعویٰ میں تدریج کا پایا جانا رکھا جائے تو یہ امر ہرگز قابلِ اعتراض

نہیں کیونکہ کسی شخص پر اپنے حقیقی مقام کے متعلق تدریجاً انکشاف ہرگز محلِ اعتراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ بہت سے انبیاء نے پہلے ولایت کا مقام حاصل کیا ہے اور پھر وہ ولایت کے مقام سے ترقی کر کے مقامِ نبوّت پر سرفراز ہوتے رہے ہیں۔

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نبوّت کے حصول کے دو طریق بیان کرتے ہیں۔ پہلا طریق یہ ہے کہ ایک شخص کو براہ راست نبی بنا دیا جائے اور دوسرا طریق یہ ہے کہ پہلے کوئی شخص مقامِ ولایت حاصل کرے اور پھر اس مقامِ ولایت کے واسطہ سے کمالِ نبوت پر سرفراز ہو۔ اس دوسرے طریق کا ذکر آپ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

"راہِ دیگر آنست کہ بتوسط حصولِ ایں کمالاتِ ولایت حصول بہ کمالاتِ نبوّت میسّر گردد ایں راہِ دوم شاہراہ است و اقرب است بحصول کہ بہ کمالاتِ نبوّت رسد۔ الّا ماشاء اللہ۔ ایں راہ رفتہ است از انبیاء کرام و اصحاب ایشاں بتبعیّت و وراثت"

(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول مکتوب ۳۰۲ صفحہ ۴۳۵)

ترجمہ:- نبوّت ملنے کی دوسری راہ یہ ہے کہ کمالاتِ ولایت کے حصول کے واسطہ سے کمالاتِ نبوّت کا حاصل ہونا میسّر ہو۔ یہ دوسری راہ شاہراہ ہے اور کمالاتِ نبوّت تک پہنچنے میں قریب ترین راہ ہے۔ الّا ماشاء اللہ۔ اسی راہ پر انبیائے کرام میں سے بھی اور ان کے اصحاب بھی ان کی پیروی اور وراثت میں چلے ہیں۔

پس جب ولایت ونبوت کے مقامات روحانیہ کے حصول میں تدریج بھی پائی گئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنی شان کے متعلق تدریجی انکشاف کس طرح قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے؟

### آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی شان کے متعلق تدریجی انکشاف

اگر تدریجی انکشاف کسی روحانی مرتبہ اور روحانی شان کے متعلق قابلِ اعتراض امر ہوتا۔ تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنی شان کے انکشاف کے بارہ میں تدریجی انکشاف نہ پایا جاتا۔ حقیقت یہ ہے اور انبیاء تو کجا خود سرورِ انبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اپنی شان اور مرتبہ کے متعلق تدریجی انکشاف ہوا ہے۔ چنانچہ ایک زمانہ میں آپ نے یہ فرمایا:۔

لَا تُخَيِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی۔ (صحیح بخاری جلد ۲ صـ۲۰۹)

کہ مجھے موسٰے پر ترجیح اور فضیلت نہ دو۔

اور جب کسی شخص نے آپ کو سب لوگوں سے افضل کہا۔ تو آپ نے فرمایا۔

ذَاكَ اِبْرَاهِيْمُ (صحیح مسلم) کہ یہ مرتبہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ لیکن دوسرا وقت آپ کی زندگی میں ایسا آیا کہ آپ پر منکشف ہو گیا کہ کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ چنانچہ اس وقت آپ نے فرمایا۔

فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ۔ (صحیح مسلم) میں تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دیا گیا ہوں۔ نیز یہ بھی فرمایا:۔ لَوْ كَانَ مُوْسٰی حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔ (مرقاۃ جلد ۵ صـ۵۶۳) کہ اگر موسٰی زندہ

ہوتا تو اسے میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ نیز فرمایا۔ اَنَا سَیِّدُ النَّبِیِّیْنَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔ (فردوس دیلمی) کہ میں سب پہلے آنے والے اور پیچھے آنے والے انبیاء کا سردار ہوں۔ تمام انبیاء سے افضل ہونے کا اظہار آپ نے اس وقت کیا جب آپ پر آیت خاتم النبیین نازل ہوگئی۔ کیونکہ آپ نے فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ والی حدیث میں چھٹی وجہ اپنی افضلیت کی اپنا خاتم النبیین ہونا بیان فرمائی ہے۔

**مفتی صاحب کی کتب مسیح موعودؑ سے لاعلمی**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنی شانِ نبوت کے بارہ میں تدریجی انکشاف کی یہ حقیقت بیان کرنے کے بعد اب ہم مفتی صاحب کے پیش کردہ خیالی تین ادوار کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ مفتی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے جو تین دور بیان کئے ہیں اور ان سے جو نتائج نکالے ہیں یہ ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے ناواقفی کا ثبوت ہے۔ ان کا بیان پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو پڑھا ہی نہیں۔ جن کی وہ بعض عبارتیں صرف موافقین اور مخالفین کی کتب سے اخذ کر کے بلا تحقیق حقیقت پیش کر رہے ہیں۔

اس امر کا قطعی اور حتمی ثبوت یہ ہے کہ جناب مفتی صاحب نے جو تین دور قرار دیئے ہیں ان میں سے پہلا دور ۱۸۹۱ء سے قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو ختم نبوت کامل صفحہ) کیونکہ انہوں نے سب سے پہلی عبارت "پہلا دور" کے

عنوان کے ماتحت مسیح موعودؑ کے خط ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء کی پیش کی ہے۔ پھر اس دور کے ذکر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ریویو بر مباحثہ۔ ازالہ اوہام۔ حمامۃ البشریٰ۔ ایام الصلح۔ کتاب البریّہ۔ آئینہ کمالاتِ اسلام وغیرہ کی بعض عبارات ختمِ نبوت کے مضمون کے متعلق پیش کی ہیں۔ اور پھر دوسرا دور ۱۸۹۹ء سے شروع قرار دیا ہے۔ پہلے دور کے متعلق مفتی صاحب نے لکھا ہے:۔

"پہلا دور وہ تھا جب مرزا صاحب سب مسلمانوں کی طرح مسلمان تھے اور امّت کے اجماعی عقائد و نظریات کو بلا کسی جدید تاویل و تحریف کے تسلیم کرتے تھے اور ایک مبلّغِ اسلام کی حیثیت سے کچھ چیزیں لکھتے تھے۔ دوسرا دور وہ تھا جس میں انہوں نے کچھ دعوے شروع کئے اور ان میں تدریج سے کام لیا۔ مجدد ہوئے۔ مہدی ہوئے یہاں تک کہ مسیح موعود بنے۔" (ختمِ نبوت کامل صفحہ ۱۲)

مفتی صاحب کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مفتی صاحب کے مزعومہ دور کے زمانہ میں جو ۱۸۹۱ء سے شروع ہو کر ۱۸۹۹ء تک رہا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا اس دور میں نہ مجدد کا دعویٰ تھا نہ مہدی کا اور نہ مسیح موعود کا وہ صرف ایک مبلّغِ اسلام کی حیثیت سے کچھ چیزیں لکھتے تھے اور مسلمانوں کی طرح مسلمان تھے۔ اور اُمّت کے اجماعی عقائد اور نظریات بلا کسی تاویل و تحریف کے تسلیم کرتے تھے گویا مجدد، مہدی اور مسیح موعود کے دعوے آپ نے تدریجاً دوسرے دور میں کئے ہیں۔

ہم بڑے وثوق سے جناب مفتی صاحب کے اس بیان کو غلط قرار دیتے ہیں کہ مجدد۔ مہدی اور مسیح موعود کا دعویٰ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے سنہ ۱۸۹۸ء کے بعد مفتی صاحب کے مزعومہ دوسرے دَور میں کیا۔ یہ تمام دعاوی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے سنہ ۱۸۹۱ء سے لے کر سنہ ۱۸۹۸ء تک موجود تھے اور انہی کتب میں موجود تھے جن کی عبارتیں مفتی صاحب نے پہلے دور کی مزعومہ کتب سے پیش کی ہیں۔ مفتی صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ریویو بر مباحثہ سنہ ۱۹۰۱ء سے بعد کی کتاب ہے اس لئے انہوں نے اس کا حوالہ اپنے مزعومہ دَورِ اوّل کی کتب میں دے دیا۔ جو دَور ان کے نزدیک سنہ ۱۸۹۱ء سے سنہ ۱۸۹۸ء تک ہے۔ ریویو بر مباحثہ کے بعد دوسری کتاب کا نام جناب مفتی صاحب نے ازالہ اوہام درج کیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مندرجہ ذیل الفاظ میں موجود ہے اور مجدد ہونے کا دعویٰ بھی موجود ہے اور مہدی ہونے کا دعویٰ بھی موجود ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعض حدیثوں میں جو استعارات سے پُر ہیں مسیح کے دوبارہ دنیا میں آنے کے لئے بطور پیشگوئی بیان کیا گیا ہے سو ان حدیثوں کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ اس جگہ درحقیقت مسیح ابن مریم کا ہی دوبارہ دنیا میں آجانا ہرگز مراد نہیں بلکہ یہ ایک لطیف استعارہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کسی ایسے زمانہ میں جو مسیح ابن مریم کے زمانہ کے ہمرنگ ہوگا ایک شخص اصلاحِ خلق کے لئے دنیا

میں آئے گا۔ جو طبع اور قوت اور اپنے منصبی کام میں مسیح ابن مریم
کا ہمرنگ ہوگا۔ اور جیسا کہ مسیح ابن مریم نے حضرت موسیٰ کے دین
کی تجدید کی اور وہ حقیقت اور مغز توریت کا جس کو یہودی لوگ
بھول گئے تھے ان پر دوبارہ کھول دیا۔ ایسا ہی وہ مسیح ثانی مثیل
موسیٰ کے دین کی جو جناب ختم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔
تجدید کرے گا۔ اور یہ مثیل موسیٰ کا مسیح اپنی سوانح میں اور
دیگر نتائج میں جو قوم پر ان کی سرکشی کی حالت میں مؤثر ہوں گے
اس مسیح سے بالکل مشابہ ہوگا۔ جو موسیٰ کو دیا گیا تھا۔ اب جو
امر کہ خدا تعالےٰ نے مجھ پر منکشف کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ
مسیح موعود میں ہی ہوں۔" (ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۳۹)

اس عبارت میں تجدید دین محمدی یعنی مجدد ہونے کا دعویٰ بھی موجود ہے اور
مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی موجود ہے۔

پھر ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۱۸۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا مسیح موعود
کا دعویٰ ازالہ اوہام سے پہلی کتابوں فتح اسلام، توضیح مرام میں بھی موجود ہے
چنانچہ آپ نے اس جگہ تحریر فرمایا ہے:۔

"ہم نے جو رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں اپنے اس کشفی اور
الہامی امر کو شائع کیا ہے کہ مسیح موعود سے مراد یہی عاجز ہے
میں نے سنا ہے کہ بعض ہمارے علماء اس پر برافروختہ ہوئے ہیں"

مجدد کے دعویٰ کے متعلق ازالہ اوہام کا ایک اور واضح حوالہ ملاحظہ ہو۔

آپ مسیح موعود کے تین کاموں کے ذکر میں تحریر فرماتے ہیں:۔
"حقیقت میں ابتداسے یہی مقرر ہے کہ مسیح اپنے وقت کا مجدد ہوگا
اور اعلیٰ درجہ کی تجدید کی خدمت خدا تعالےٰ اس سے لے گا اور
یہ تینوں امور وہ ہیں جو خدا تعالےٰ نے ارادہ فرمایا ہے جو اس عاجز
کے ذریعہ سے ظہور میں آویں۔ سو وہ اپنے ارادہ کو پورا کریگا۔
اور اپنے بندہ کا مددگار ہوگا۔" (ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۵۹)
مہدی ہونے کا دعوی بموجب حدیث لَا مہدی اِلَّا عیسیٰ بھی ازالہ اوہام
میں موجود ہے۔ آپ کا یہ مذہب نہیں کہ مہدی اور مسیح دو شخص ظاہر ہوں گے
آپ تحریر فرماتے ہیں:۔
یہ خیال بالکل فضول اور مہمل معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ایک ایسی
شان کا آدمی جس کو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت اس کی
کے مسیح ابن مریم کہنا چاہیئے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اس کے
ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضروری ہو۔ کیا وہ خود مہدی
نہیں۔ کیا وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہدایت پا کر نہیں آیا۔ کیا
اس کے پاس اس قدر جواہرات و خزائن و اقوال معارف و دقائق
نہیں ہیں کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں اور اس قدر ان کا دامن
بھر جائے جو قبول کرنے کی جگہ نہ رہے۔ پس اگر یہ سچ ہے تو اس
وقت دوسرے مہدی کی ضرورت ہی کیا ہے اور یہ صرف اما مین
موصوفین (امام بخاری وامام مسلم ۔ ناقل) کا ہی مذہب نہیں بلکہ ابن ماجہ و حاکم نے

بھی اپنی صحیح میں لکھا ہے۔ لا مھدی الا عیسیٰ یعنی بجز عیسیٰ کے
اس وقت کوئی مہدی نہ ہوگا۔" (ازالہ اوہام ص ۵۱۸ و ۵۱۹)

پس مفتی صاحب کا یہ خیال باطل ثابت ہو گیا کہ ۱۸۹۱ء سے لیکر ۱۸۹۸ء تک مجدد۔ مہدی اور مسیح موعود کا دعویٰ نہیں کیا گیا ہم نے مفتی صاحب کی طرف سے پیش کردہ ان کے مزعوم دور اوّل کی کتاب ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء سے ہی ان کے اس خیال کی تردید دکھا دی ہے۔ اگر مفتی صاحب نے اس کتاب کو پڑھا ہوتا تو کبھی ۱۸۹۱ء سے ۱۸۹۸ء تک آپ دور اوّل قرار دیکر یہ نہ لکھتے کہ مجدد۔ مہدی اور مسیح موعود کا دعویٰ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ان کے مزعومہ دور دوم میں کیا ہے جو مفتی صاحب کے خیال کے مطابق ۱۸۹۹ء سے شروع ہوتا ہے۔

دوسری کتاب اپنے مزعوم دور اوّل کی قرار دیتے ہوئے مفتی صاحب نے ایام الصلح پیش کی ہے۔ اس میں بھی مجدد۔ مسیح موعود اور مہدی کا دعوے موجود ہے۔ چنانچہ آپ ایام الصلح میں تحریر فرماتے ہیں:-

"چودھویں صدی کے مجدد کا کام صلیبی فتنوں کا توڑنا اور اس کے حامیوں کے حملوں کا جواب دینا ہے۔ تو اب طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس مجدد کا یہ کام ہو کہ وہ صلیبی فتنوں کو توڑے اور کسرِ صلیب کا منصب اپنے ہاتھ میں لے کر حقیقی نجات کی راہ دکھلا دے اور وہ نجات جو صلیب کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ اس کا بطلان ثابت کرے اس مجدد کا کیا نام ہونا چاہیئے۔ کیا یہ

پیچ نہیں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے مجدد کا نام مسیح موعود
رکھا ہے۔ پس جبکہ زمانہ کی حالت موجودہ ہی بتلا رہی ہے کہ چودھویں
صدی کے مجدد کا نام مسیح موعود ہونا چاہیئے۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں
کہو کہ ایسی صدی کا مسیح موعود ہی مجدد ہوگا جس میں فتنہ صلیبیہ کا جوش و
خروش ہو تو پھر کیوں انکار ہے۔ (ایام الصلح ص ۲۷)

حاشیہ میں اس جگہ یہ نوٹ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ چودھویں صدی کا مجدد جو مسیح موعود
ہے اس کا منصب یہ نہیں کہ سختیوں اور ہنگامہ پردازیوں سے کام
لے۔ بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حلم اور خُو
کے موافق بُردباری اور نرمی سے اتمام حجت کرے اور
امن کے ساتھ حق کو پھیلا دے۔ (حاشیہ ایام الصلح ص ۲۷)

مہدی کے دعوٰی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ کی مصلحت اور حکمت کے رو سے ایک ایسے انسان
کا آخری زمانہ میں آنا ضروری تھا جو برکات عیسویّہ اور برکات محمدیّہ
کا جامع ہو اور اسی کے یہ دو نام احمد مہدی اور عیسٰی مسیح ہیں۔
غرض میں نے نصوص کے رُو سے خدا تعالےٰ کی حجت اس زمانہ کے
لوگوں پر پوری کر دی ہے" (ایام الصلح ص ۱۶۶)

بہر حال ایام الصلح میں مجدد کا دعوٰی بھی موجود ہے مسیح موعود کا دعوٰی بھی موجود
اور مہدی ہونے کا دعوٰی بھی موجود ہے۔

ماسوا اس کے اس امر کا بیان بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ ایام الصلح کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم جنوری ۱۸۹۹ء کی تاریخ درج کی ہے پس یہ کتاب ۱۸۹۹ء کی ہے۔ مگر مفتی صاحب کا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ اس کتاب کو بھی اپنے مزعوم دورِ اوّل کی کتاب قرار دے کر ختم نبوت کے متعلق اس کی بعض عبارتیں اپنے مسلک کے مطابق سمجھ کر پیش کر رہے ہیں۔ حالانکہ ۱۸۹۹ء سے دوسرا دور قرار دے کر وہ نبی کی تعریف میں تبدیلی ہوجانے کا ذکر کر رہے ہیں۔ گویا مفتی صاحب کے نزدیک ایام الصلح کی اشاعت کے وقت تعریفِ نبوت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی اس سے صاف ظاہر ہے کہ تبدیلی تعریفِ نبوت کا زمانہ ۱۸۹۶ء قرار دینا ان کے مسیح موعود علیہ السلام کے لٹریچر سے صریح ناواقفی کا ثبوت ہے کیونکہ ایام الصلح میں کسی تبدیلیٔ عقیدہ کا ذکر نہیں۔ پس تعریفِ نبوت میں تبدیلی کا زمانہ ۱۸۹۹ء نہیں۔ اس بارہ میں ہماری تحقیق ہی درست ہے کہ تعریفِ نبوت میں تبدیلی ۱۹۰۱ء میں ہوئی ہے۔

پھر مفتی صاحب چونکہ ایام الصلح کی کتاب کو بھی ۱۸۹۹ء سے پہلے کی سمجھتے تھے۔ اس لئے ان کے نزدیک اس میں دعویٰ مجددیت۔ دعویٰ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ موجود نہیں۔ حالانکہ ہم ازالہ اوہام کی طرح جو ۱۸۹۱ء کی کتاب ہے ایام الصلح میں بھی تینوں دعووں کا موجود ہونا دکھا چکے ہیں۔

تیسری کتاب مفتی صاحب نے مزعوم دورِ اوّل کی حمامۃ البشریٰ قرار دی ہے

اور اسے ان کتابوں میں شمار کیا ہے۔ جن میں بقول ان کے مجدد، مسیح موعود اور مہدی کا دعویٰ موجود نہیں۔ مگر اس کتاب میں بھی صاف مسیح موعود کا دعویٰ موجود ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

سَمَّانِیْ رَبِّیْ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ فِیْ اِلْهَامٍ مِّنْ عِنْدِہٖ فَقَالَ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ اِنَّا جَعَلْنَاکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ (حمامۃ البشریٰ ص)

ترجمہ:۔ میرے رب نے میرا نام اپنے الہام میں عیسیٰ ابن مریم رکھا اور کہا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دونگا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤنگا اور تجھے لوگوں کے الزامات سے پاک کرونگا۔ اور تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت کے دن تک غالب رکھونگا۔ ہم نے تمھیں مسیح بن مریم بنا دیا ہے

اس سے ظاہر ہے کہ حمامۃ البشریٰ میں بھی مسیح موعود کا دعویٰ موجود ہے چوتھی کتاب مفتی صاحب نے اپنے مزعوم دور اول کی آئینہ کمالات اسلام قرار دی ہے۔ مگر اس میں بھی مسیح موعود کا دعویٰ بھی موجود۔ مہدی اور مجدد ہونے کا دعویٰ بھی موجود ہے۔ چنانچہ آپؑ آئینہ کمالات اسلام کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ ایک دلیل۔ بلکہ بارہ مستحکم دلیلوں اور قرائن قطعیہ سے ہم کو سمجھا دیا تھا کہ عیسےٰ ابن مریم

علیہ السلام فوت ہو چکا ہے اور آنے والا مسیح موعود اسی اُمت میں سے ہے
لیکن زمانۂ حال کے علماء نے ایک ذرہ اس طرف توجہ نہ کی۔ اور
بہت سی خرابیوں کو اسلام کے لئے قبول کر لیا"
(آئینہ کمالات اسلام ص۲۶)

اسی طرح مجدد کا دعویٰ بھی آئینہ کمالاتِ اسلام میں موجود ہے۔ چنانچہ آپ
تحریر فرماتے ہیں:۔

وَ بَعَثَنِیْ عَلٰی رَأْسِ هٰذِهِ الْمِائَةِ لِأُنْذِرَ قَوْمًا مَّا
اُنْذِرَ اٰبَاؤُهُمْ وَ لِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ۔

یعنی خدا نے مجھے اس صدی کے سر پر بھیجا ہے تاکہ میں اس قوم کو انذار
کروں جن کے باپ دادا انذار نہیں کئے گئے اور تاکہ مجرموں کی راہ ظاہر
ہو جائے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۳۶)

یہ دعویٰ حدیث نبوی کے مطابق ہے جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ یقیناً اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو
مبعوث کرتا رہے گا جو اس اُمت کے لئے اس کے دین کی تجدید کرتا رہے گا۔

(رواہ ابو داؤد)

اسی طرح مہدی کا دعویٰ بھی آئینہ کمالات اسلام میں موجود ہے۔ چنانچہ آپ
تحریر فرماتے ہیں:۔

"حدیث صحیح میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ
لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی

کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ اَوْ رِجَالٌ مِّنْ فَارِسَ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخری زمانہ میں فارسی الاصل لوگوں میں سے ایک آدمی پیدا ہوگا۔ کہ وہ ایمان میں ایسا مضبوط ہوگا کہ اگر ایمان ثریا میں ہوتا تو وہیں سے اس کو لے آتا اور ایک دوسری حدیث میں اسی شخص کو مہدی کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے اور اس کا ظہور آخری زمانہ میں بلاد مشرقیہ سے قرار دیا گیا ہے اور دجّال کا ظہور بھی آخری زمانہ میں بلاد مشرقیہ سے قرار دیا گیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دجّال کے مقابل پر آنے والا ہے وہ یہی شخص ہے۔ اور سنت اللہ بھی اسی بات کو چاہتی ہے کہ جس ملک میں دجّال جیسا خبیث پیدا ہو۔ اسی ملک میں وہ طیب بھی پیدا ہو۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱۵-۲۱۸)

آگے صفحہ ۲۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

اس آیت وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے تمام حروف کے اعداد جو ۱۲۷۵ ہیں۔ اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جو آخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا مصداق جو فارسی الاصل ہے اپنے نشاء ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کر کے صحابہ سے مناسبت پیدا کرے گا سو یہی سن ۱۲۷۵ ہجری جو آیت وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے اس عاجز کی بلوغ

اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے جو آج کے دن تک چونتیس برس ہوتے ہیں۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۱۹۔۲۲۰)

پس آئینہ کمالاتِ اسلام میں بھی تینوں دعوے مسیح موعود، مجدد اور مہدی کے موجود ہیں۔ اپنے مزعوم دورِ اوّل کی ایک کتاب منتی صاحب نے کتاب البریہ قرار دی ہے مگر اس میں بھی یہ تینوں دعوے موجود ہیں چنانچہ صفحہ ۲۰۵ و ۲۵۴ و ۳۰۹ پر مسیح موعود کا دعویٰ موجود ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "میرا یہ دعویٰ کہ میں مسیح موعود ہوں ایک ایسا دعویٰ ہے جس کے ظہور کی طرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں" (ص۲۰۵)

(ب) "یہ سوال کرنا ان کا حق ہے کہ ہم کیونکر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا قبول کریں۔" (ص۲۵۴)

(ج) "وہ مسیح موعود فارسی الاصل ہوگا سو غور کرنے والے کے لئے اس مقام میں نہایت بصیرت حاصل ہوتی ہے۔" (ص۳۰۹)

مہدی کا دعویٰ

(الف) ظاہر ہے کہ اب ایسا کوئی گاؤں زکدعہ نام کا ملک ہند میں آباد نہیں ہے اور نہ اس سرزمین میں کسی نے ایسا دعویٰ کیا۔ مگر قادیان اس وقت موجود ہے۔ اور نیز مسیحیت اور مہدویت کا مدعی بھی موجود ہے۔" (ص۲۴۱)

(ب) "وہ شخص جس کے ہاتھ سے ہر ایک قسم کے ظلم اور فسق زوال پذیر ہوں گے وہی مہدی موعود ہے اور حدیث لا مھدی الا عیسٰی سے

ثابت ہوتا ہے کہ وہی مسیح موعود ہے۔" (ص ۳۰۳)

مجدد کا دعویٰ۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

"چودھویں صدی کے مجدد کا کام کسر صلیب ہے اور چونکہ یہی کام ہے جو مسیح موعود سے مخصوص ہے اس لئے بالضرورت یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود چاہیئے۔" (ص ۳۰۳)

اس سے پہلے ص ۲۰۱ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالٰے نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔"

پس کتاب ابریہ جو ۱۸۹۸ء کی کتاب ہے اس میں بھی تینوں دعوے مسیحیت مہدویت اور مجددیت کے موجود ہیں۔ لہذا مفتی صاحب کا یہ بیان غلط ثابت ہو گیا کہ دوسرا دور ۱۸۹۹ء کے بعد ہے (ختم نبوت کامل ص ۱۱) اور یہ کہ:۔

"دوسرا دور وہ تھا جس میں انہوں نے (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ناقل) کچھ دعوے شروع کئے اور ان میں تدریج سے کام لیا اور مجدد ہوئے۔ مہدی بنے یہاں تک کہ مسیح موعود بنے۔"

(ختم نبوت کامل ص ۱۳-۱۴)

ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ مفتی صاحب کے مزعوم دور اوّل میں مجدد۔ مہدی اور مسیح موعود کے تینوں دعاوی موجود تھے۔ پس نرم سے نرم الفاظ میں مفتی صاحب کے متعلق ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مزعوم دورِ اوّل

کی جن کتابوں کا جو سنہ ۱۸۹۱ء سے لے کر سنہ ۱۸۹۸ء تک کی ہیں خود کبھی مطالعہ نہیں کیا اور محض مباحثہ راولپنڈی سے بعض حوالہ جات اخذ کر کے اِن کے بارہ میں اپنے دل سے یہ بات گھڑ لی ہے کہ سنہ ۱۸۹۱ء سے لے کر سنہ ۱۸۹۸ء تک کی کتابوں میں مجدّد مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ موجود نہیں بلکہ یہ دعاوی آپ نے سنہ ۱۸۹۹ء کے بعد کئے۔ ہم نے ان کی پیش کردہ سنہ ۱۸۹۱ء سے لیکر سنہ ۱۸۹۸ء کی کتابوں سے جن سے ختمِ نبوت کے متعلق حوالہ جات خود مفتی صاحب نے پیش کئے ہیں ثابت کر دکھایا ہے کہ ان کتابوں میں مجدّدیت، مسیحیت اور مہدویت کے تینوں دعاوی موجود ہیں۔

پس یہ مفتی صاحب جیسے مشہور عالم کی کیسی نامناسب کارروائی ہے کہ انہوں نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کے متعلق قلم اٹھاتے ہوئے ایک محقق عالم کا فرض ادا نہیں کیا جو یہ تھا کہ وہ آپ کی اصل کتابوں کو پڑھ لینے کے بعد یہ بحث اٹھاتے جس کے ایک حصہ کی ہم نے شرح و بسط سے پُرزور تردید کر دی ہے اور مفتی صاحب کو ہرگز جرأت نہیں ہو سکے گی کہ وہ ہمارے اس بیان کو رد کر سکیں سنہ ۱۸۹۱ء سے لے کر سنہ ۱۸۹۸ء تک کی مفتی صاحب کی طرف سے پیش کردہ مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں مجدّد کا دعویٰ بھی موجود ہے۔ مسیح موعود کا دعویٰ بھی موجود ہے۔ اور مہدی ہونے کا دعویٰ بھی موجود ہے۔

## ختمِ نبوت کے متعلق حوالہ جات کا مفہوم

اب ہم مفتی صاحب کے مزعوم دورِ اوّل کی کتب سے ختمِ نبوت کے متعلق پیش کردہ حوالوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ زمانہ مفتی صاحب کے نزدیک وہ

جب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ ان کے نزدیک سب مسلمانوں کی
طرح مسلمان تھے ..... اور امّت کے اجماعی عقائد و نظریات
کو بلا کسی جدید تاویل و تحریف کے تسلیم کرتے تھے اور ایک
مبلغِ اسلام کی حیثیت سے کچھ چیزیں لکھتے تھے۔" (ختم نبوت کامل ص۱۲)

مفتی صاحب نے دورِ اوّل کے متعلق ختمِ نبوّت کے جو حوالجات پیش کئے ہیں ان میں سے یہ حوالہ قابلِ غور ہے جس کی طرف میں مفتی صاحب کو توجہ دلاتا ہوں۔ یہ حوالہ مفتی صاحب نے اپنی کتاب کے ص۱۰ پر یوں درج کیا ہے

"قرآن شریف میں ختمِ نبوّت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا
نئے نبی کی تفریق کرنا شرارت ہے۔ حدیث لانبی بعدی میں
نفی عام ہے۔" (ایام الصلح ص۱۴۶)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے نزدیک آیت خاتم النبیّین اور حدیث لانبی بعدی کے رو سے نہ کوئی پرانا نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتا ہے اور نہ نیا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ مفتی صاحب نے اس عبارت کو مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ اور نظریہ کے مطابق درست مان لیا ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ نبی اللہ علیہ السّلام جو پرانے نبی ہیں کی اصالتًا آمد ثانی آیت خاتم النبیّین اور حدیث لانبی بعدی کے رُو سے غلط قرار پاتی ہے۔ اور مفتی صاحب نے گویا نادانستہ اس حوالہ کو تسلیم کر کے قبول کر لیا ہے کہ پرانے نبی کی آمد کے ممتنع ہونے کا عقیدہ بھی درست ہے جس طرح نئے نبی کے پیدا نہ ہونے کا عقیدہ درست ہے۔

اب اگر مفتی صاحب یہ تاویل کریں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام جو پُرانے
نبی ہیں مستقل نبی کی حیثیت میں نہیں آئیں گے بلکہ وہ نبی ہونے کے ساتھ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بھی ہوں گے تو اس طرح انہیں تسلیم
کرنا پڑے گا کہ ایک نبی کی بحیثیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کی
آمد نہ آیت خاتم النبیین کے منافی ہے اور نہ حدیث لانبی بعدی کے
خلاف ہے۔ اور لانبی بعدی میں نفی عام تشریعی یا مستقل نبی کے
لحاظ سے ہے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایک اُمتی بھی اس طرح مقام
نبوت پا سکتا ہے۔ کہ وہ ایک پہلو سے اُمتی ہو اور ایک پہلو سے نبی بھی۔

گو اس جگہ اس بحث کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام
جو مستقل نبی ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کامل اُمتی کیسے بن سکتے
ہیں جبکہ مفتی صاحب کے ریویو بر مباحثہ کے حوالہ اور ازالہ اوہام کی عبارت
میں اُمتی کا مفہوم نبی کے مفہوم سے متناقض اور متباین قرار دیا گیا ہے اور
مفتی صاحب ان عبارتوں کو بھی اسلامی نظریہ اور مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ
قرار دے چکے ہیں۔ یہ ہر دو عبارتیں مفتی صاحب نے "پہلا دور" کے عنوان کے ماتحت
اپنی کتاب کے صفحہ پر یوں درج کی ہیں۔

(۱) "یہ دونوں حقیقتیں (نبوت اور اُمتیت۔ ناقل) متناقض ہیں"۔
(ریویو بر مباحثہ صفحہ)

(۲) رسول اور اُمتی کا مفہوم متباین ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۶) بحوالہ مباحثہ
راولپنڈی صفحہ۔

پس جب نبی اور رسول ہر دو کے مفہوم کو مفتی صاحب نے اُمتی کے مفہوم کے متناقض اور متبائن مان لیا تو پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام مفتی صاحب کے اس عقیدہ کے رو سے نبوت سے معزول ہوئے بغیر اُمتی کیسے ہو سکتے ہیں ؟

غالباً مفتی صاحب کو علم نہ تھا کہ یہ دونوں عبارتیں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اصالتاً آمد ثانی کو محال ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہیں کیونکہ اصل کتابیں تو انہوں نے پڑھی نہ تھیں۔ اس لئے مباحثہ راولپنڈی سے غیر مبائع مناظر کی یہ پیش کردہ سیاق بریدہ عبارتیں انہوں نے اس مطلب کے مفید سمجھ کر تو پیش کر دیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ اس زمانہ میں نبوت کا نہ تھا۔ اور ان عبارتوں کو اسلامی عقائد کے مطابق درست نظریہ قرار دے کر انہوں نے یہ غور نہ فرمایا کہ یہ عبارتیں تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اصالتاً آمد ثانی میں بھی روک ہیں۔

حمامۃ البشریٰ کی عبارتیں مندرجہ ختم نبوت کامل ص۱۳ و ۱۵ اور ازالہ اوہام کی عبارتیں مندرجہ ختم نبوت کامل ص۱۶ و ۱۷ دراصل اسی مقصد کے پیش نظر ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اصالتاً بحیثیت نبی اور رسول کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دوبارہ نہیں آ سکتے۔ یہی مقصد کتاب البریہ کی پیش کردہ عبارت کا ہے۔ چنانچہ آپ کتاب البریہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر ہمارے مخالف حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خاتم الانبیاء ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ

کے نام سے یاد کیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔ اب ظاہر ہے
کہ جب وہ اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئے تو ہمارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں نبی ہونے کی حالت میں حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نبوت کے لوازم سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں"
(کتاب البریہ ملت ۲۰۶ و ۲۰۹ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۲۴ تا ۲۲۵)

**اصطلاحی تعریف نبوت**

جناب مفتی صاحب نے پہلا دور کے عنوان کے تحت سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوب ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء سے ذیل کی تعریف نبوت پیش کی ہے:۔

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل
شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔
یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی
نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں" (خط مسیح موعود ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

اس اصطلاح کے پیش نظر اسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی نبوت کی حیثیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب
بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں۔ اور ہم
اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم
الانبیاء ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے"

اوپر کی اصطلاح کے رو سے نبی اور رسول یا تو کامل شریعت لاتا ہے یا بعض

احکامِ شریعتِ سابقہ منسوخ کرتا ہے گویا وہ بھی تشریعی نبی ہوتا ہے یا نبی اور رسول کے لئے حکم ازکم یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ کسی دوسرے نبی کا اُمتی نہیں ہوتا اور بلا استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ گویا ایسے نبی کے لئے مستقل نبی ہونا ضروری ہے۔ خدا تعالےٰ سے نبی کا نام پاکر ساتھ ہی اُمتی کہلانے والا اس اصطلاح کے رو سے نبی نہیں ہوتا۔

اس تعریف کے رُو سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنے آپ کو نہ مفتی صاحب کے مزعومہ پہلے دور میں کبھی نبی قرار دیا ہے اور نہ ہی اپنی ساری زندگی میں اس کے بعد کبھی اس اصطلاح اور ان معنی میں نبی قرار دیا ہے۔ آپ نے ہمیشہ اپنے تئیں ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہی قرار دیا ہے اور اس اصطلاح کے مقابلہ میں اپنے تئیں مجازی نبی ہی لکھا ہے۔ پس اس تعریفِ نبوت کو درست ماننے کی صورت میں خاتم النبیین کے یہ معنی ہوئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی نبی یا مستقل نبی نہیں آسکتا۔ اور جس کو خدا تعالےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی اور رسول قرار دے وہ اس اصطلاح کے پیشِ نظر حقیقی نبی نہیں ہوگا بلکہ اس پر مجازاً ہی نبی اور رسول کے لفظ کا اطلاق ہو سکے گا۔

لہذا یہ تعریفِ نبوت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے جو مستقل نبی تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے میں روک ہے کیونکہ اس تعریف کے لحاظ سے کوئی نبی اُمتی نہیں کہلاتا۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام چونکہ مستقل نبی ہیں اس لئے اس تعریف کو صحیح سمجھتے ہوئے ان کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل اُمتی ہو کر آنا

محال ہے کیونکہ اُمتی اور نبی کا مفہوم باہم تباین اور تناقض رکھتا ہے اور یہ محال ہے کہ آمد ثانی میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام نبوت سے معزول بھی نہ ہوں اور کامل اُمتی بھی ہوں جیسا کہ مفتی صاحب کا خیال ہے جو ان کی کتاب ختم نبوت کامل کے صفحہ ۲۰۵ سے ظاہر ہے۔ جس کا ذکر قبل ازیں کر کے ہم ان کے اس خیال کی تردید کر چکے ہیں۔ پس حضرت عیسےٰ علیہ السلام تشریعی نبی یا مستقل نبی کی حیثیت میں اس اصطلاحی تعریفِ نبوت کو درست ماننے کی صورت میں نہیں آسکتے۔ لہذا یہ تعریفِ نبوت ان کے نزدیک جامع نہ ہوئی اس صورت میں اگر مفتی صاحب اس تعریفِ نبوت کا استقرائی ہونا مان لیں اور یہ تسلیم کر لیں کہ یہ تعریفِ نبوت الہامی نہیں بلکہ انبیائے سابقین کے افراد کو مدنظر رکھ کر ان میں امورِ مشترکہ کے تتبع سے اختیار کی گئی ہے۔ تو پھر انہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ خاتم النبیین کے امام علی القاری علیہ الرحمۃ کے معنے درست مان لیں کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمت میں سے نہ ہو۔ (موضوعات کبیر ۵۹) اس صورت میں صرف تشریعی یا مستقل نبوت اور اُمتیت میں تناقض اور تباین ہوگا۔ لیکن نبوت مطلقہ اور اُمتیت میں تناقض نہ ہوگا۔ اور اُمتی نبی کی آمد ختم نبوت کے منافی ہو کر ممتنع نہ ہوگی۔ اس صورت میں اگر بالفرض حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہوں تو اس نئی قسمِ نبوت کے ساتھ جس کا کوئی فرد انبیائے سابقین میں نہیں پایا گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتے ہیں۔ مگر اس صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک اُمتی کو بھی یہ حق پہنچ جاتا ہے کہ وہ نبوت

مطلقہ کا امتی ہونے اور امتی رہنے کی صورت میں حاصل ہو سکے۔ اس صورت میں مذکورہ استقرائی تعریف نبوت میں تبدیلی کرنا ضروری ہوگی۔ یہی تبدیلی تعریف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۱ء میں کی ہے اور امتی کا نبی ہونا ممکن قرار دیا ہے اور اپنے آپ کو نفس نبوت میں نبی قرار دینے کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی قرار دیا ہے۔ اور محدثیت سے اپنا مقام بالا قرار دیا ہے چنانچہ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ مطبوعہ ۱۹۰۱ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر بروزی معنوں کے رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنے ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے۔"

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ مطبوعہ صیغہ نشر و اشاعت نظارت اصلاح و ارشاد۔ ربوہ)

۱۹۰۱ء سے پہلے آپ اپنے تئیں ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی تو قرار دیتے تھے لیکن اسے محدثیت تک محدود جانتے تھے۔ اور اپنے اوپر نبی کا

اطلاق مجازی قرار دیتے تھے کیونکہ محدّث نبوت مطلقہ کو کامل طور پر نہیں پاتا بلکہ جزوی طور پر اس کا حامل ہوتا ہے۔ لیکن ۱۹۰۱ء میں فرماتے ہیں:۔

"جس کے ہاتھ پر اخبارِ غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرور اس پر مطابق آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ مکے مطبوعہ ضیغہ نشر و اشاعت ربوہ)

## مفتی صاحب کے مزعوم پہلے دَور میں امتی نبوّت کا دعوٰے

مفتی صاحب نے اپنے مزعوم پہلا دَور کے عنوان کے ماتحت جن کتب کا ذکر کیا ہے۔ وہ کتب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی نبوت کے ذکر سے خالی نہیں بلکہ ان میں صاف طور پر یہ ذکر موجود ہے کہ آپ امتی بھی ہیں اور نبی بھی۔ مگر نبی کا اطلاق آپ کے لئے مجازی ہے۔

چنانچہ آپ ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مسیح موعود جو آنیوالا ہے اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا یعنی خدا تعالےٰ سے وحی پانے والا لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں کیونکہ نبوّت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے۔ بلکہ وہ نبوّت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے۔"

(ازالہ اوہام ص[illegible])

نیز ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اس جگہ بڑے بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم

اپنے نزول کے وقت کامل طور پر اُمتی ہوگا تو پھر باوجود اُمتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اور اُمتی کا مفہوم متباین ہے اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جز کل میں داخل ہوتی ہے۔" (ازالہ اوہام ص۵۷۵، ۵۷۶)

پھر "ایام الصلح" میں جہاں آپ نے یہ لکھا ہے کہ :-

"قرآن شریف میں ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے اور نئے نبی کی تفریق کرنا شرارت ہے۔ حدیث لا نبی بعدی میں نفی عام ہے۔" (ایام الصلح ص۱۴۶ بحوالہ کتاب مفتی صاحب ص۱۵)

اسی کتاب میں اپنے آپ کو مسیح موعود بھی کہا ہے اور مسیح موعود کی نبوت کے پیش نظر یہ بھی لکھا ہے :-

"قرآن شریف میں ہے فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے دوسرے کو یہ مرتبہ عطا نہیں ہوتا۔ رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجے

جانتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث اور مجدد ہوں۔" (ایام الصلح ص۱۵۶)
اسی طرح حمامۃ البشریٰ میں یہ جس کا حوالہ مفتی صاحب نے انقطاع نبوت کے
متعلق دیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:-

وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ اُوْمِنُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاُوْمِنُ بِاَنَّہٗ
خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ نَعَمْ قُلْتُ اِنَّ اَجْزَاءَ النُّبُوَّۃِ
تُوْجَدُ فِی التَّحْدِیْثِ کُلُّھَا وَلٰکِنْ بِالْقُوَّۃِ
لَا بِالْفِعْلِ فَالْمُحَدَّثُ نَبِیٌّ بِالْقُوَّۃِ وَلَوْ لَمْ
یَکُنْ سَدُّ بَابِ النُّبُوَّۃِ لَکَانَ نَبِیًّا بِالْفِعْلِ
وَجَازَ عَلٰی ھٰذَا اَنْ نَقُوْلَ النَّبِیُّ مُحَدَّثٌ عَلٰی
وَجْہِ الْکَمَالِ لِاَنَّہٗ جَامِعٌ لِجَمِیْعِ کَمَالَاتِہٖ
عَلَی الْوَجْہِ الْاَتَمِّ وَالْاَبْلَغِ بِالْفِعْلِ وَکَذٰلِکَ
جَازَ اَنْ نَقُوْلَ اِنَّ الْمُحَدَّثَ نَبِیٌّ بِنَاءً عَلٰی
اِسْتِعْدَادِہِ الْبَاطِنِیِّ اَعْنِیْ اَنَّ الْمُحَدَّثَ نَبِیٌّ
بِالْقُوَّۃِ" (حمامۃ البشریٰ ص۸۲)

ترجمہ: یقیناً میں اللہ کی قسم۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں
اور ایمان رکھتا ہوں کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ ہاں میں نے کہا ہے کہ اجزاء نبوت
تمام کے تمام محدثیت میں پائے جاتے ہیں لیکن بالقوۃ نہ کہ بالفعل اور محدث
بالقوۃ نبی ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بالفعل نبی ہوتا اور
اس بناء پر جائز ہے کہ ہم یہ کہیں کہ نبی علی وجہ الکمال محدث ہوتا ہے

کیونکہ وہ اپنے تمام کمالات کا اتم اور ابلغ طور پر بالفعل جامع ہوتا ہے اور اسی طرح (یہ بھی) جائز ہے کہ ہم کہیں بے شک محدث اپنی استعداد باطنی کے لحاظ سے نبی ہے۔

آگے چل کر اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

وَلَا شَكَّ اَنَّ التَّحْدِيْثَ مَوْهِبَةٌ مُجَرَّدَةٌ لَا تُنَالُ بِكَسْبٍ اَلْبَتَّةَ كَمَا هُوَ شَأْنُ النُّبُوَّةِ وَيُكَلِّمُ اللّٰهُ الْمُحَدِّثِيْنَ كَمَا يُكَلِّمُ النَّبِيِّيْنَ وَيُرْسِلُ الْمُحَدِّثِيْنَ كَمَا يُرْسِلُ الرُّسُلَ وَيَشْرَبُ الْمُحَدَّثُ مِنْ عَيْنٍ يَشْرَبُ مِنْهَا النَّبِيُّ فَلَا شَكَّ اَنَّهٗ نَبِيٌّ لَوْلَا سَدُّ الْبَابِ۔

(حمامۃ البشریٰ ص۸۲)

ترجمہ:۔ اس میں شک نہیں کہ تحدیث محض موہبت ہے وہ کسب سے بالکل حاصل نہیں ہوتی جیسے نبوت کا حال ہے اور اللہ تعالیٰ محدثین سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح نبیوں سے کلام کرتا ہے اور وہ محدثین کو اسی طرح بھیجتا ہے جس طرح رسولوں کو بھیجتا ہے اور محدث بھی اسی چشمہ سے پیتا ہے جس سے نبی پیتا ہے پس بلاشک وہ نبی ہے اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو۔

اصطلاحی تعریفِ نبوّت سے ظاہر ہے کہ صرف تشریعی اور مستقلہ نبوّت کا دروازہ بند ہے۔ غیر تشریعی امتی نبی کے لئے دروازہ بند نہیں۔ گو وہ

اصطلاحی تعریف کے رُو سے حقیقی نبی نہ ہوگا۔ اس زمانہ میں آپ مامور محدّث تھے۔ لیئے اس کی استعداد باطنی کے لحاظ سے نبی کا اطلاق جائز قرار دیتے ہیں۔
کتاب ازالہ اوہام سے پہلے توضیح مرام لکھی گئی۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"اس جگہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہیئے۔ کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اوّل جواب تو یہی ہے کہ آنیوالے مسیح کے لئے ہمارے سیّد و مولیٰ نے نبوت درحقیقت نبوت تامہ۔ نا قل) شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا۔ اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کریگا۔ کہ مَیں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔ ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدّث ہو کر آیا ہے اور محدّث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخلِ شیطان سے منزّہ کیا جاتا ہے۔ اور مغزِ شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے

کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے۔ اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔"

(توضیح مرام صفحہ ۱۸)

اس عبارت سے ظاہر ہے مفتی صاحب کے مزعوم دورِ اوّل میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اپنے آپ کو نبی بمعنی مامور محدّث قرار دیتے تھے اور معنوی طور پر اسے نبوّت ہی قرار دیتے تھے گو اصطلاحی تعریفِ نبوّت کے مطابق اسے حقیقی نبوّت نہیں جانتے تھے۔

مندرجہ بالا عبارت کے آگے لکھتے ہیں:-

"اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مُہر لگ چکی ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ بابِ نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مُہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امّتِ مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ مگر اس بات کو بحضورِ دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا۔ نبوت تامہ نہیں بلکہ جیسا کہ مَیں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدّثیت کے اسم سے موسوم ہے۔ جو انسانِ کامل کے اقتداء سے ملتی ہے جو مجمع جمیع کمالاتِ نبوتِ تامہ ہے یعنی ذاتِ ستودہ صفات حضرت سیدنا

و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم" (توضیح مرام)

اس کے بعد عربی زبان میں تحریر فرماتے ہیں :-

فَاعْلَمْ اَرْشَدَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّ النَّبِيَّ مُحَدَّثٌ وَالْمُحَدَّثُ نَبِيٌّ بِاعْتِبَارِ حُصُوْلِ نَوْعٍ مِّنْ اَنْوَاعِ النُّبُوَّةِ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ اَيْ لَمْ يَبْقَ مِنْ اَنْوَاعِ النُّبُوَّةِ اِلَّا نَوْعٌ وَاحِدٌ وَهِيَ الْمُبَشِّرَاتُ مِنْ اَقْسَامِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةِ وَ الْمُكَاشَفَاتِ الصَّحِيْحَةِ وَالْوَحْيِ الَّذِيْ يَنْزِلُ عَلٰى خَوَاصِّ الْاَوْلِيَاءِ وَالنُّوْرِ الَّذِيْ يَتَجَلّٰى عَلٰى قُلُوْبِ قَوْمٍ مُوْجَعٍ فَانْظُرْ اَيُّهَا النَّاقِدُ الْبَصِيْرُ اَيُفْهَمُ مِنْ هٰذَا سَدُّ بَابِ النُّبُوَّةِ عَلٰى وَجْهٍ كُلِّيٍّ بَلِ الْحَدِيْثُ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ النُّبُوَّةَ التَّامَّةَ الْحَامِلَةَ لِوَحْيِ الشَّرِيْعَةِ قَدِ انْقَطَعَتْ وَلٰكِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ فَهِيَ بَاقِيَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا انْقِطَاعَ لَهَا اَبَدًا ...... وَاَمَّا النُّبُوَّةُ الَّتِيْ تَامَّةٌ كَامِلَةٌ جَامِعَةٌ لِجَمِيْعِ كَمَالَاتِ الْوَحْيِ فَقَدْ اٰمَنَّا بِانْقِطَاعِهَا مِنْ يَوْمِ نَزَلَ فِيْهِ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ
رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

ترجمہ:۔ جان لے خدا تجھے سمجھ عطا کرے کہ بے شک نبی محدث ہوتا ہے اور محدث نبوت کی قسموں میں سے ایک قسم حاصل ہونے کے لحاظ سے نبی ہوتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نبوت میں سے صرف المبشرات باقی ہیں۔ یعنی نبوت کی اقسام میں سے صرف ایک قسم جو المبشرات ہے باقی ہے از قسم رؤیا صادقہ اور مکاشفات صحیحہ اور از روئے وحی جو خاص الخاص اولیاء پر نازل ہوتی ہے اور از قسم نور جو دردمندوں پہ تجلی کرتا ہے۔ اے ناقد بصیر غور کر لے کیا اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہو گیا ہے۔ نہیں بلکہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبوت تامہ کاملہ وحی شریعت والی منقطع ہو گئی ہے۔ اور وہ نبوت جس میں صرف المبشرات ہوتی ہیں۔ وہ قیامت کے دن تک باقی ہے وہ ہرگز منقطع نہیں ....
.... لیکن نبوت تامہ کاملہ جو تمام کمالات وحی کی حامل ہوتی ہے اس کے اس دن سے منقطع ہو جانے کو ہم مانتے ہیں جس دن آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ نازل ہوئی۔

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ مفتی صاحب کے مزعوم دورِ اول میں جس میں وہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان جانتے ہیں آپ اپنے تئیں مسیح موعود قرار دیتے ہوئے جزوی نبی بھی قرار دیتے تھے اور اس طرح

نبوّت کا دروازہ کلّی طور پر بند نہیں جانتے تھے۔ بلکہ حدیث نبوی کے رُو سے نبوّت کی اقسام میں سے ایک قسم کی نبوت کو یعنی نبوّت المبشّرات کو قیامت کے دن تک جاری مانتے تھے۔

**خلاصہ بحث متعلق تبدیلی تعریف نبوّت**

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مفتی صاحب کے مزعوم پہلے دَور میں مجدّد۔ مسیح موعود اور مہدی کے دعویٰ کے علاوہ یہ دعویٰ بھی موجود تھا کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے اپنے الہامات میں نبی اور رسول بھی کہا ہے اور امتی بھی قرار دیا ہے۔ لہذا آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے امتی۔ لیکن آپ معروف اصطلاح کے مطابق نبی نہیں کیونکہ معروف اصطلاح میں نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت یا احکام جدیدہ لائے یا مستقل طور پر نبی ہو یعنی کسی نبی سابق کا امتی نہ کہلاتا ہو۔ چونکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی تھے۔ اور خدا نے آپ کو نبی اور رسول کا نام بھی دیا تھا اس لئے آپ نے اپنی نبوّت کی یہ توجیہہ کی کہ آپ نبوّت تامہ کے حامل نہیں جزئی نبوّت کے حامل ہیں جس کو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہتے ہیں۔ معروف اصطلاح کے مقابل آپ نے اپنی نبوّت کو مجازی بھی قرار دیا۔ چونکہ آپ کا مسیح موعود کا بھی دعویٰ تھا۔ اور مسیح موعود کو حدیث نبوی میں نبی اللہ بھی قرار دیا گیا ہے اور امتی بھی۔ لہذا آپ نے حدیث کے الفاظ نبی اللہ کی بھی یہی توجیہہ کی کہ اس میں نبی اللہ سے مراد اصطلاحی نبی نہیں جو حقیقی نبی ہوتا ہے بلکہ مجازی نبی مراد ہے۔ کیونکہ جب ایک حقیقت محال اور متعذر ہو تو پھر

لفظ کا اطلاق مجازی ہی قرار دیا جا سکتا تھا۔ لیکن مفتی صاحب کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بن کر مسیح موعود ہونگے اور نبوّت سے معزول بھی نہیں ہوں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بن کر اُمّت کے امام بھی ہونگے لیکن مفتی صاحب نے جب اصطلاحی نبوّت کو درست قرار دے دیا ہؤا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نبی سابق کا اُمتی نہ ہو کیونکہ نبی اور اُمتی کے مفہوم میں تناقض اور تباین ہے جو مفتی صاحب کو مسلّم ہے تو اُمتی ہو جانے کی صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نبوّت سے معزول ہونا لازم آتا ہے کیونکہ نبی اور اُمتی کا اجماع بوجہ تناقض محال ہے۔

اب اگر مفتی صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آمد ثانی میں درحقیقت نبی جانیں اور اُمتی بھی قرار دیں تو انہیں اصطلاحی تعریف میں ضرور تبدیلی کرنا پڑے گی اور اس اصطلاحی تعریف کو صرف استقرائی جان کر استقراء ناقص پر مبنی قرار دے کر غیر جامع قرار دینا پڑے گا۔ اور تعریف نبوت میں یہ شق بھی بڑھانا پڑے گی کہ البتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بھی نبی ہو سکتا ہے اس طرح تعریف نبوت جامع مانع ہو جائے گی۔ اور مسیح موعود کا فی الواقع نبی ہونا ممکن ہو جائے گا۔ محال نہ رہے گا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے متواتر وحی کے ذریعہ یہ انکشاف ہوگیا کہ آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا ہے۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی اور

آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بوجہ محمدی مسیح ہونے کے افضل ہیں اس سے آپ یہ سمجھ گئے۔ اصطلاحی تعریفِ نبوت جامع نہیں۔ لہٰذا تعریف میں اس تبدیلی کی ضرورت ہے کہ البتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُمتی نبی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے تعریفِ نبوت میں اس طرح تبدیلی کر لی۔ اور اپنا مقام المبشرات والی نبوت میں آئندہ محدث سے بالا قرار دیا۔ اور اپنے تئیں جزوی نبی کہنا بھی ترک کر دیا۔ نفسِ نبوت یعنی نبوت مطلقہ کے لحاظ سے نبی قرار دیا۔ اور اُمتیت کے پہلو کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان پر دلیل ٹھہرایا۔ اور اپنی نبوت اور دیگر انبیاء کی نبوت میں صرف ذریعہ حصولِ نبوت کا یہ فرق بتایا کہ آپ نے مقامِ نبوت فنا فی الرسول کے دروازہ سے حاصل کیا ہے اور یہ کہ جس وقت سے خدا تعالےٰ نے آپ کو نبی اور رسول کہا ہے اس وقت سے ہی آپ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہیں۔

پس اپنی نبوت کے متعلق اعلان میں سابق اصطلاحی تعریفِ نبوت کی وجہ سے صرف دو دَور قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ اور دوسرے دور میں تعریفِ نبوت میں ۱۹۰۱ء سے تبدیلی فرمائی ہے اور اس تبدیلی کو منشاءِ قرآن مجید کے مطابق قرار دیا ہے۔ چنانچہ اُمتی کے نبی ہو سکنے پر سورۃ نساء رکوع ۹ کی آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ روشن دلیل ہے اور آیت لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ کے رو سے بتایا ہے کہ جس پر امورِ غیبیہ بکثرت ظاہر ہوں جو عظیم الشان ہوں

اس پر مفہوم نبی کا صادق آتا ہے۔ اس وقت سے آپ نے نبوت کی یہ تعریف قرار دی کہ:۔

"میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی و بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۶)

مگر اس امر پر آپ نے پھر بھی ہمیشہ یہ احتیاط کی کہ معروف اصطلاحی تعریف کی وجہ سے کوئی شخص غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ اور آپ کو تشریعی اور مستقل نبی کا مدعی نہ سمجھ لے اس لئے آپ نے یا تو اپنے تئیں ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کہا۔ یا یہ کہا کہ آپ ظلی اور بروزی نبی ہیں۔ تا کہ تشریعی انبیاء اور مستقل انبیاء کی نبوت سے آپ کی نبوت کا التباس نہ ہو اور ذریعہ حصول نبوت کا یہ فرق بھی واضح ہوتا رہے کہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو کر فنا فی الرسول کا مقام حاصل کرنے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ سے مقام نبوت پایا ہے۔ نیز عرفی تعریف نبوت کے پیش نظر اہل عرب کو بھی اس التباس اور غلط فہمی سے بچانے کے لئے آپ نے اپنی کتاب "الاستفتاء" ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں جو عربی زبان میں ہے یہ بھی تحریر فرمایا ہے:۔

سُمِّیْتُ نَبِیًّا مِّنَ اللّٰہِ عَلٰی طَرِیْقِ الْمَجَازِ لَا عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ۔

میں اللہ کی طرف سے نبی کا نام مجاز کے طریق پر دیا گیا ہوں نہ حقیقت کے طریق پر

اور مراد اس سے صرف یہ لی ہے کہ آپ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضہ روحانیہ سے مقام نبوت حاصل کیا ہے نہ کہ براہ راست چنانچہ آگے تحریر فرماتے ہیں :-

فَلَا تَهِيجُ هٰهُنَا غَيْرَةُ اللّٰهِ وَلَا غَيْرَةُ رَسُوْلِهٖ فَاِنِّيْ اُرَبّٰى تَحْتَ جَنَاحِ النَّبِيِّ وَقَدَمِيْ هٰذِهٖ تَحْتَ اَقْدَامِ النَّبَوِيَّةِ ۔ (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۵)

**ترجمہ:-** اس سے اللہ اور رسول کی غیرت جوش میں نہیں آتی کیونکہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بازو کے نیچے تربیت پا رہا ہوں اور میرا یہ قدم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے ہے۔

پس اصطلاحی تعریف نبوت میں تبدیلی کرنے سے مفتی صاحب کو بھی کوئی چارہ نہیں اسلئے تعریف نبوت میں تبدیلی پر مفتی صاحب کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ اس تعریف میں یہ تبدیلی ان کے مزعوم مسیح موعود نبی اللہ کی آمد کے لئے ان کے نزدیک بھی ضروری ہوگی کیونکہ حدیث لا نبی بعدی کی موجودگی میں کوئی مستقل یا تشریعی نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ صرف ایسا نبی ہی آسکتا ہے جو آپ کا اُمتی بھی ہو۔ فقہاء و علمائے اہل سنت میں سے امام ملا علی القاری علیہ الرحمۃ کو یہ تصور رہا کہ امت کے اندر نبی کا ہونا منافی خاتم النبیین نہیں۔ اسی لئے انہوں نے خاتم النبیین کے یہ معنی لکھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنیوالا نبی اور امت سے باہر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ (موضوعات کبیر ص ۵۹) ان ہی

معنی کی روشنی میں امام موصوف نے صاحبزادہ ابراہیمؑ کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث لَوْعَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا کی یہ تشریح کی۔ اگر صاحبزادہ ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہوجاتے تو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابعین میں سے ہوتے۔ اور ان کا نبی ہونا خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا۔

آمدِ ثانی پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نبوت کے پیش نظر بھی انہوں نے تحریر فرمایا ہے:۔

"لَامُنَافَاةَ بَيْنَ اَنْ يَكُوْنَ نَبِيًّا وَّاَنْ يَكُوْنَ مُتَابِعًا لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيَانِ اَحْكَامِ شَرِيْعَتِهٖ وَاِتْقَانِ طَرِيْقَتِهٖ وَلَوْبِالْوَحْيِ اِلَيْهِ" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) جلد ۵ صفحہ ۵۶۴

یعنی حضرت عیسےٰؑ کے نبی ہونے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے میں کوئی منافات نہیں بدیں صورت کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے احکام بیان کریں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طریقہ کو پختہ کریں۔ خواہ وہ یہ کام اپنی وحی سے کریں۔

اسی طرح علمائے اہل السنت میں سے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی اپنی کتاب "دافع الوسواس فی اثر ابن عباس" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یا زمانے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا آنا محال نہیں بلکہ نئی شریعت والا

البتہ ممتنع ہے۔" (دافع الوسواس فی اثر ابن عباس نیا ایڈیشن صفحہ)

حکیم صوفی محمد حسین صاحب مصنف غایۃ البرہان لکھتے ہیں:-

"الغرض اصطلاح میں نبوت بخصوصیت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے دو قسم پر ہے ایک نبوت تشریعی ہے جو ختم ہو گئی۔ دوسری نبوت بمعنی خبر دادن وہ غیر منقطع ہے۔ پس اس کو مبشرات کہتے ہیں اپنے اقسام کے ساتھ اس میں رؤیا بھی ہیں۔"

پس جو نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد متبع شرع محمدی ہو یا بالفاظ دیگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی ہو اس کا آنا ممتنع نہیں۔ لہذا ایک قسم کی نبوت ایسی ثابت ہوئی جو نہ تشریعی ہے نہ مستقل بلکہ وہ امتی کی نبوت ہے لہذا تعریف نبوت میں تبدیلی از بس ضروری ثابت ہوئی اور نبوت اور امتیت میں علی الاطلاق منافات نہ پائی گئی۔ البتہ تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوت اور امتیت میں منافات اور تناقض پایا جاتا ہے۔ لہذا اہل السنت کے علماء کا اتفاق اس بات پر ثابت ہوا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی شریعت جدیدہ کے ساتھ یا بالاستقلال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا۔ امتی نبی ہونے کا بوجہ متبع شریعت محمدیہ ہونے کے امکان ہے۔ پس تعریف مذکور کے جامع ہونے پر اجماع امت ثابت نہیں اور نہ ہی امتی کا نبی ہو سکنا اس صورت میں علمائے اہل السنت کے اجماع کے خلاف ہے۔ پس مفتی صاحب کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اس دعویٰ کی بناء پر کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں۔ اور ایک پہلو سے امتی غیر تشریعی نبی ہونے

اور مستقل نبوت کا دعویٰ نہ کرنے کی وجہ سے ہرگز تکفیر کا حق نہیں پہنچتا۔

## ایک استفتاء کا جواب

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی سے ایک فتویٰ پوچھا گیا۔ استفتاء کا مضمون یہ ہے:۔

ماتقولکم حضرات علمائے حنفیہ سے صورت مسئلہ کی پوچھی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص مرد حنفی ناخواندہ قوم افغان دعویٰ نبوت کا اس پردے میں کرے کہ میں وکیل پیغمبر آخرالزمان کا ہوں اور واسطے تردید نصاریٰ کے پیغمبر خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ ایک مطبع محمدی قائم کر کے کتب تردید دین نصاریٰ تصنیف کر کے چھپوا دوں۔ تا دین نصاریٰ باطل اور رد ہو جاوے۔ پس اس قول کو زبان مرد حنفی ناخواندہ سے باور کرنا اور اس پر اعتقاد لانا کہ بے شبہ یہ وکیل مختار و فرستادہ نبی آخرالزمان کا ہے۔ اس کی مدد خرچ کرنا بنام مطبع دینا روا ہے یا نہیں۔

**ھوالمصوّب** اگر وہ شخص اپنی وکالت پر اس امر کو شد گردانتا ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے پس بعد تحقیق و تفتیش اس کے خواب سے تصدیق اس کی ہو سکتی ہے ورنہ قول اس کا پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد عبدالحی عفا عنہ

(مجموعہ فتاویٰ حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد عبدالحی لکھنوی۔ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۲۱ھ صفحہ ۱۱۶، ۱۲۷ جلد اوّل)

یہ فتویٰ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب ہمارے نبی کی زمین پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضور کے طفیل نبی ہو سکنے کو ممتنع نہیں جانتے تھے تبھی انہوں نے مندرجہ بالا فتویٰ دیا۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان کے وفات پا جانے کے بعد مجموعہ فتاویٰ مولوی عبد الحی صاحب کے کئی ایڈیشن شائع کئے گئے ہیں ان میں سے یہ فتویٰ نکال دیا گیا ہے۔ غالباً احمدیت کی مخالفت میں ایسا کیا گیا ہے۔ پس بعد والوں کا یہ فعل قابلِ شرم بات ہے۔ ہمارے پاس یہ مجموعہ فتاویٰ موجود ہے۔ اگر مفتی محمد شفیع صاحب دیکھنا چاہیں تو انہیں دکھایا جا سکتا ہے۔

## تمام مراتب کے حصول میں ظلیت کا دعویٰ

مفتی محمد شفیع صاحب کے بیان کردہ دورِ اوّل میں مجدد۔ مسیح موعود اور ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کے دعاوی کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ یہ تمام مراتب آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ظلی اور طفیلی طور پر ملے ہیں نہ کہ براہِ راست۔ چنانچہ آپ ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں :-

"ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراطِ مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ راہِ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتدا اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں۔ کوئی مرتبہ شرف کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت

اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے
ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔"

(ازالہ اوہام ص۱۳۸)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک ظلی مراتب جو اتباع نبوی سے حاصل ہوتے ہیں ان کے حصول میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے غیریت نہیں ہوتی لہذا ظلی نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جو اصلی نبی ہیں ظلیت کے پہلو میں غیر نہیں کہ اس سے کسی نئے نبی کا پیدا ہونا لازم آئے بلکہ ظلی نبی کی حیثیت اصل کی فرع اور شاخ کی ہوتی ہے جو اصل کے تابع اور اس کے حکم میں ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام "کشتی نوح" مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھکر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے۔ پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے

سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۴ مطبوعہ نظارت اصلاح و ارشاد)

**مفتی صاحب کا مزعوم دوسرا دَور اور تیسرا دَور**

مفتی صاحب نے اپنے مزعوم دوسرے دَور کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ۱۸۹۹ء کے بعد شروع ہوا لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کی آخری حد کونسی تاریخ ہے اس دوسرے دَور کے متعلق انہوں نے لکھا ہے:۔

"دوسرا دَور وہ تھا جس میں انہوں نے کچھ دعوے شروع کئے اور ان میں تدریج سے کام لیا۔ مجدد ہوئے۔ مہدی بنے یہاں تک کہ مسیح موعود بنے۔" (ختم نبوت کامل صفحہ ۱۳۵،۱۴)

پہلے دَور کا آغاز مفتی صاحب نے ۱۸۹۱ء سے قرار دیا ہے۔

ہم نے مفتی صاحب کے اس خیالی دَور کی تردید میں ثابت کر دیا ہے کہ مجدد۔ مہدی اور مسیح موعود کے تینوں دعاوی ۱۸۹۱ء کی کتابوں سے لیکر ۱۸۹۹ء کی کتابوں تک موجود ہیں۔

مفتی صاحب نے دوسرے دَور کے ذکر میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق لکھا ہے:

"نبوّت کی خود ساختہ چند قسمیں تشریعی و غیر تشریعی۔ ظلی و بروزی لغوی اور مجازی بتلا کر ختم نبوّت کے عموم و اطلاق کو توڑنا چاہا۔"

اس کے برخلاف ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ غیر تشریعی اور ظلی مجازی نبوّت کا دعویٰ بھی پہلے دور میں موجود تھا۔ البتہ اس وقت آپ اپنی نبوّت کو خفیف

تک محدود قرار دیتے تھے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ دوسری تعریف نبوت آپ کی ۱۹۰۱ء کی ہے اور تا زندگی بیان فرماتے رہے ہیں۔ اس دوسری تعریف کی موجودگی میں بھی آپ کا دعویٰ اپنی کیفیت اور معنویت کے لحاظ سے پہلے دور کے دعویٰ سے مختلف نہ تھا۔ البتہ آپ نے اس کی شان اس زمانہ میں محدثیت سے بالا قرار دی اور محدثیت کی تاویل ترک فرما دی ہے۔ مفتی صاحب نبی کی تعریف کی تبدیلی کا نقلی عنوان بڑے عنوان "دوسرا دور ۱۸۹۹ء کے بعد" درج کر کے تعریف نبوت میں تبدیلی کے ثبوت میں کوئی عبارت ۱۹۰۱ء کی پیش نہیں کر سکے۔ بلکہ اس بارہ میں جو عبارت انہوں نے سب سے پہلے پیش کی ہے وہ تجلیات الٰہیہ کی ہے جو ۱۹۰۶ء کی کتاب ہے۔ ہاں اپنے اس مزعوم دوسرے دور کے ذکر کے خاتمہ پر مفتی صاحب نے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" مطبوعہ ۱۹۰۱ء سے ایک عبارت پیش کی ہے۔ پس ہماری تحقیق ہی اس بارہ میں درست ہے کہ تعریفِ نبوت میں تبدیلی کا زمانہ ۱۹۰۱ء ہے۔

**مفتی صاحب کی تلبیس** اب مفتی صاحب کی تلبیس ملاحظہ ہو۔ وہ دوسرے مزعوم دور کے ذکر میں اپنی کتاب "ختم نبوت کامل" کے صفحہ ۲۴۲ پر بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو یہ ہے:۔

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں اور دراصل یہ نزاع لفظی ہے۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں۔ اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف

ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں "

یہ عبارت ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کی ہے اس سے ظاہر ہوا کہ مفتی صاحب کے نزدیک گویا دوسرے دور کا زمانہ مارچ ۱۹۰۸ء تک ممتد ہے۔ اس کے بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفات پائی اس لحاظ سے مفتی صاحب کا مزعوم تیسرا دور ۵ مارچ ۱۹۰۸ء سے صرف ۷۲ دن یعنی دو ماہ ۱۲ یوم کا بنتا ہے۔ اب تیسرے دور کے ذکر کے تحت چاہیئے تو یہ تھا اگر کوئی واقعی تیسرا دور ہوتا تو مفتی صاحب ان ۷۲ ایام کی عبارتیں پیش کرتے جو دوسرے دور کی عبارتوں سے مختلف ہوتیں لیکن ان کی تلبیس ملاحظہ ہو کہ دوسرے دور کے ذکر میں انہوں نے جن کتابوں یعنی حقیقۃ الوحی تتمہ حقیقۃ الوحی - براہین احمدیہ حصہ پنجم اور نزول المسیح کی عبارتیں پیش کی ہیں جو ۱۹۰۸ء تک کی ہیں - انہی کتابوں کی عبارتیں پھر تیسرے دور میں بھی پیش کر دی ہیں اور انہی کتابوں کی بعض عبارتوں سے جو ان کے نزدیک دوسرے دور کی کتابیں تھیں۔ تیسرے دور میں پیش کر کے آپ کے دعویٰ کی حیثیت کو دوسرے دور سے بڑی دکھانے کی کوشش کی ہے چنانچہ دوسرے دور کے ذکر کے تحت انہوں نے نزول المسیح کی ذیل کی دو عبارتیں پیش کی تھیں :-

(۱) " میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے "

(نزول المسیح صفحہ ۳ حاشیہ)

(۲) "میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا۔" (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

اور تیسرے دَور میں اسی کتاب نزول المسیح کے بعض اشعار ان کی ترتیب بدل کر یوں پیش کیے ہیں:۔

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا
بخدا پاک دانمش ز خطا

ہمچو قرآں منزّہ اش دانم
از خطاہا ہمیں است ایمانم

(نزول المسیح صفحہ ۹۹)

ان اشعار میں کوئی بات قابلِ اعتراض نہیں اور نہ یہ دوسرے دور کی کسی عبارت سے اختلاف رکھتی ہے اور نہ دوسرے دور کے دعاوی سے کسی بڑے دعویٰ پر مشتمل ہے۔ ان اشعار میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ اپنی وحی کو یقینی طور پر خدا کی طرف سے ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کی وحی کی طرح خطا سے پاک جانتے ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی وحی کو جو کسی نبی پر اُترے خطا سے پاک ہی ہونا چاہیئے۔

مفتی صاحب آگے نزول المسیح سے ذیل کے اشعار لکھتے ہیں:۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

ان اشعار کی ترتیب مفتی صاحب نے بدل دی ہے اس حوالہ کا دوسرا شعر پہلے حوالہ کے شعروں سے متعلق تھا جس میں یہ مضمون بیان ہو رہا ہے کہ آپ پر انبیاء کی

طرح یقینی وحی نازل ہوئی ہے۔ اس دوسرے شعر میں آپ یہ بیان کر رہے ہیں۔ کہ آپ اپنی وحی پر یقین رکھنے میں انبیاء سے کم نہیں جو جھوٹ کے وہ لعین ہوتا ہے۔ دوسرے حوالہ کے پہلے شعر میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ انبیاء اگرچہ بہت ہوئے ہیں لیکن آپ معرفت الٰہی کے حصول میں کسی سے کم نہیں اور مسیح موعود کو ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ وہ حسب بیان حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد صدی دوازدہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم محمد کی شرح اور اس کا دوسرا نسخہ ہے۔

تیسرے شعر میں بھی جامِ معرفت کا ذکر ہے اس کے آگے چل کر آپ اسی نظم میں فرماتے ہیں

یک آئینہ ام زربِ غنی      از پئے صورتِ مہِ مدنی

کہ میں ربِ غنی کی طرف سے اُو مدنی یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے صرف ایک آئینہ کی حیثیت رکھتا ہوں۔ یعنی مجھ میں جو تجلیات ہیں وہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے۔ میرا کوئی ذاتی کمال نہیں پس ان اشعار سے آپ کا اپنی وحی پر انبیاء کی طرح یقین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظلیت میں عرفانِ الٰہی کا انبیاء کی طرح پانے کا دعویٰ ہے اور یہ دعویٰ مفتی صاحب کے مزعومہ دوسرے دور کی عبارتوں سے کوئی تضاد نہیں رکھتا۔

پس حق بات یہ ہے کہ دَور صرف دوؔ ہی ہیں اور دوسرے اور تیسرے دَور کے عنوان کے تحت مفتی صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات میں کوئی

اختلاف نہیں۔ اور نہ دعویٰ میں مفتی صاحب کے مزعومہ دوسرے دور کے مضمون سے کچھ زیادتی ہے۔ بلکہ جس طرح دوسرے دور کے مفتی صاحب کے پیش کردہ حوالہ تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔"

اسی طرح سب سے آخری بڑی کتاب "چشمۂ معرفت" میں بھی لکھا ہے:۔

"ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے۔ اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلا شبہ وہ بے دین و مردود ہے۔" (حاشیہ چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۴)

پھر آگے فرماتے ہیں:۔

"خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۴ و ۳۲۵)

پس تجلیات الٰہیہ کی عبارت جسے مفتی صاحب نے "دوسرے دور" کے بیان کے آغاز میں درج کیا ہے اور چشمۂ معرفت کی مندرجہ بالا عبارتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری زمانہ کی کتاب کی ہیں اس ایک ہی مضمون پر

مشتمل ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آسکتا ۔ اور نہ مستقل نبی آسکتا ہے یعنی ایسا نبی جو براہ راست مقام نبوت حاصل کرے ۔

چشمہ معرفت ص۳۲۵ پر آپ یہ بھی لکھتے ہیں :-

" لعنت ہے اس شخص پر جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعوٰی کرے مگر یہ نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے نہ کوئی نئی نبوت اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کی جائے ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی دکھلائی جائے ۔"

یہی مضمون اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں مذکور ہے جو ۱۹۰۱ء کا ہے ۔

پس مفتی صاحب کے مزعومہ دوسرے دَور اور تیسرے دَور کی عبارتیں ایک ہی قسم کی نبوت کے ذکر پر مشتمل ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ملتی ہے ۔ اس نبوت کا حامل نہ تشریعی نبی ہوتا ہے نہ مستقل نبی ۔ بلکہ وہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بھی ہوتا ہے اور اس کی نبوت نئی نہیں ہوتی بلکہ آنحضرت کا ظل ہوتی ہے ۔

پس مفتی صاحب کی یہ غلط بیانی ہے کہ وہ اپنے مزعوم تیسرے دَور کے بارہ میں لکھتے ہیں :-

" تیسرا دَور وہ تھا جس میں تاویل و تحریف سے بے نیاز ہو کر کھلے

طور پر ہر قسم کی نبوت کا بلا تفریق تشریعی و غیر تشریعی کے سلسلے
جاری قرار دیئے۔ اور خود کو صاحب شریعت نبی بتلایا۔"

(ختم نبوت کامل صفحہ ۱۳ مقدمہ)

مفتی صاحب نے اس عبارت میں دو باتیں بیان کی ہیں۔ اوّل یہ کہ نبوت کے بلا تفریق تشریعی و غیر تشریعی سلسلے جاری قرار دیئے۔ حالانکہ چشمۂ معرفت میں جو آخری زمانہ کی کتاب ہے آپ نے صاف تحریر فرما دیا ہوا ہے کہ تشریعی نبوت کا مدعی مردود اور بے دین ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد نہ مستقل طور پر کوئی نبوت ہے اور نہ کوئی شریعت ہے۔ جیسا کہ اوپر کی پیش کردہ عبارتوں سے ظاہر ہے۔ مگر مفتی صاحب یہ لکھتے ہیں:۔

"انہوں (مرزا صاحب۔ ناقل) نے بہت سی تصانیف میں نبوت
تشریعی اور صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔"

(ختم نبوت کامل صفحہ ۱۵۹ حاشیہ)

**مفتی صاحب کو ایک ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج**

اگر جناب مفتی صاحب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام کی سن ۱۹۰۱ء سے لے کر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے یوم وفات تک کی کوئی عبارت اس مضمون کی پیش کر دیں جس میں یہ لکھا ہو کہ ہر قسم کی نبوت کا بلا تفریق تشریعی و غیر تشریعی سلسلہ جاری ہے تو انہیں ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ پھر اگر وہ یہ بھی دکھا دیں کہ آپ نے کہا ہو کہ میں

تشریعی نبی ہوں تب بھی انہیں ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اور اگر وہ یہ بھی دکھا دیں کہ آپ نے لکھا ہو میں مستقل نبی ہوں۔ یا میں مستقل صاحب شریعت ہوں تو اس صورت میں بھی انہیں ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی میں اپنی اس کتاب کے تمام نسخے جلا دوں گا لیکن اگر وہ ایسا نہ دکھا سکیں اور وہ ہرگز نہ دکھا سکیں گے تو پھر انہیں اس بات کا نیک علماء کی طرح اقرار کرنا چاہیئے۔ کہ آپ سے اس بیان میں غلطی ہوگئی ہے۔ اور پھر اللہ تعالےٰ کے حضور اس وجہ سے استغفار کریں کیونکہ آپ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی پر یہ اتہام باندھا ہے کہ آپ نے تشریعی نبی کا دعویٰ کیا ہے۔ اور آپ نے ہر قسم کی نبوت کو بلا تفریق تشریعی و غیر تشریعی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری قرار دیا ہے

## مفتی صاحب کی ایک اور غلطی

جناب مفتی صاحب کی ایک اور غلطی ملاحظہ ہو جو اس بات پر روشن دلیل ہے کہ مفتی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے ناواقف ہیں اور آپ نے آپ کی کتب کا خود مطالعہ نہیں کیا۔ وہ غلطی یہ ہے کہ آپ کھلے طور پر نبوت و رسالت کا دعویٰ" کے ذیلی عنوان کے ماتحت مزعوم تیسرے دور کے ضمن میں براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ کا یہ حوالہ پیش کرتے ہیں کہ:۔

"حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ۔"

اس کے آگے مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

"نیز یہی مضمون اربعین ۳ صفحہ ۷ اور نزول المسیح صفحہ ۹۹ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۲ صفحہ ۱۰۱ اور انجام آتھم صفحہ ۶۲ و حقیقۃ النبوۃ مرزا محمود صفحہ ۲۰۹ و صفحہ ۲۱۴ وغیرہ وغیرہ کتابوں میں بکثرت موجود ہے۔"

(ختم نبوت کامل صفحہ ۲۷)

واضح ہو کہ اربعین سنہ ۱۹۰۰ء کی کتاب ہے نزول المسیح سنہ ۱۹۰۳ء کی حقیقۃ الوحی سنہ ۱۹۰۶ء کی اور انجام آتھم سنہ ۱۸۹۶ء کی کتاب ہے۔ مگر انجام آتھم کو مفتی صاحب نے تیسرے دور کی کتاب قرار دیا ہے اور دوسرے دور کو سنہ ۱۸۹۹ء کے بعد قرار دیا ہے۔ گویا انجام آتھم کی کتاب کو مفتی صاحب کو بجائے تیسرے دور کی کتاب کے پہلے دور کی کتاب قرار دینا چاہیئے تھا کیونکہ دوسرا دور انکے بیان کے مطابق سنہ ۱۸۹۹ء کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور انجام آتھم سنہ ۱۸۹۷ء کی کتاب ہے اس سے معلوم ہوا کہ مفتی صاحب کو نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے زمانہ کا کوئی علم ہے نہ ان کے مضمون سے صحیح واقفیت ہے اس لئے وہ پہلے دور کی کتاب انجام آتھم میں ہی نبوت کا ذکر کھلے طور پر قرار دے رہے ہیں۔ انجام آتھم کے صفحہ ۶۲ کا صرف انہوں نے حوالہ اپنی کتاب ختم نبوت کامل صفحہ ۲۷ پر دیا ہے اور اس صفحہ کی کوئی ایسی عبارت وہ درج نہیں کرسکے جس میں کھلے طور پر نبوت کے دعویٰ کا ذکر موجود ہو بلکہ انجام آتھم صفحہ ۲۷ کے حاشیہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام معروف تعریف نبوت کے پیش نظر جس میں نبی کے لئے شریعت کا لانا یا مستقل نبی ہونا بیان کیا گیا تھا

صاف لکھتے ہیں:-

"اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا وَمَنْ قَالَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا وَ سَیِّدِنَا اِنِّیْ نَبِیٌّ اَوْ رَسُوْلٌ عَلٰی وَجْهِ الْحَقِیْقَةِ وَالْاِفْتِرَاءِ وَتَرْكِ الْقُرْاٰنِ وَاَحْكَامِ الشَّرِیْعَةِ الْغَرَّاءِ فَهُوَ كَافِرٌ كَذَّابٌ۔ غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس

پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد و بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادت میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا۔ اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں ایسے خبیث کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کو مانتا ہے۔"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اصطلاحی تعریف نبوت میں آپکے نزدیک نبی کے لئے تشریعی یا براہِ راست یعنی مستقل نبی ہونا ضروری تھا اس قسم کی نبوت کو آپ نے اس وقت حقیقی نبوت قرار دیا تھا اور اس قسم نبوت کا آپ کو انجام آتھم میں ہرگز دعویٰ نہ تھا۔ اور نہ ہی اپنی عمر کی آخری تحریر تک جو آپ نے اپنی نبوت کے متعلق لکھی کبھی آپ نے تشریعی یا مستقل نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کے دعویٰ کے ساتھ نیا کلمہ یا دین میں کچھ تغیر و تبدل لازم آتا ہے اور قرآن شریعت کی پیروی کی حاجت نہیں رہتی۔ ایسے دعویٰ نبوت کو آپ نے ہمیشہ کفر قرار دیا ہے۔ البتہ انجام آتھم دورِ اوّل کی کتاب ہے نہ تیسرے دور کی کیونکہ یہ ۱۸۹۶ء میں طبع ہوئی اور مفتی صاحب ۱۸۹۹ء تک پہلا دور قرار دے چکے ہیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ مفتی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دیگر کتب کے علاوہ کبھی انجام آتھم کا بھی خود ملاحظہ نہیں کیا۔ ورنہ وہ اسے تیسرے دور کی کتاب قرار نہ دیتے۔

## مفتی صاحب کا تشریعی نبی ہونے کے دعویٰ کا بہتان

پھر تیسرے دور کے بیان

کے ذیل میں مفتی صاحب نے "تشریعی نبوت اور صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ" کے عنوان کے ذیل میں سن ۱۹۰۰ء کی کتاب اربعین کی ایک عبارت پیش کر دی ہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں تعریف نبوت میں تبدیلی کا کوئی ثبوت اس کتاب میں موجود نہیں۔ بلکہ اس کتاب میں آپ نے معروف تعریف نبوت کے بالمقابل اپنے تئیں محض مجازی نبی ہی قرار دیا ہے۔

مفتی صاحب نے اربعین کی عبارت اس لئے پیش کی ہے کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اوپر اوامر و نواہی کے نزول کا ذکر براہین احمدیہ کے زمانہ سے کیا ہے جو ۱۸۸۰ء کی کتاب ہے۔ پس اگر اوامر و نواہی کے نزول کی وجہ سے مفتی صاحب کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو تشریعی نبی کا مدعی قرار دینے کا حق پہنچتا ہے تو پھر تو انہیں چاہیئے تھا کہ ۱۸۸۰ء سے آپ کو تشریعی نبوت کا مدعی قرار دیتے نہ کہ ۱۸۹۹ء کے بعد اپنے مزعوم تیر سے دور ہیں۔

بہرحال مفتی صاحب کی اربعین سے پیش کردہ عبارت یہ ہے۔

"اگر کہو صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ . . . . پس اس تعریف کی رو سے ہمارے مخالف ملزم ہیں

..... کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی ..... مثلاً قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گذر گئی۔ اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ الخ

افسوس ہے کہ مفتی صاحب نے کسی مخالف کی کتاب سے حوالہ لے کر یہ عبارت تو درج کردی ہے اور اصل کتاب اربعین ملاحظہ نہیں کی جس میں آگے صاف لکھا ہے:۔

ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیانِ شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔" (اربعین ۴ ص۶/۷)

اس سے ظاہر ہے کہ آپ پر جو امر و نواہی نازل ہوئے وہ بطور تجدید دین اور بیانِ شریعت کے ہیں نہ اس لئے کہ آپ مستقل طور پر صاحب الشریعت نبی ہیں۔

عجیب بات ہے کہ ذیل کی عبارت مفتی صاحب خود اپنی کتاب میں درج کرتے ہیں کہ:۔

"چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فُلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔" (حاشیہ اربعین ص۶)

اس عبارت سے ہی مفتی صاحب کو آسانی سے سمجھ آجانا چاہیئے تھا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا اربعین میں صاحب شریعت مستقلہ کا کوئی دعویٰ نہیں۔ اور آپ پر جو اوامر و نواہی نازل ہوئے۔ وہ آپ کے بیان کے مطابق تجدید دین کے طور پر ہیں نہ اصل دین اور اصل شریعت کے طور پر۔ اگر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مستقل صاحب الشریعت نبی کا دعویٰ ہوتا تو پھر سنہ ۱۹۰۰ء کی اس کتاب کے بعد سنہ ۱۹۰۱ء کے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں آپ کبھی یہ نہ لکھتے :-

جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں

ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔"

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

یہ عبارت ۱۹۰۱ء کی مفتی صاحب کی نظر سے گزری ہے کیونکہ خود انہوں نے اس عبارت کو اپنی کتاب "ختم نبوت کامل" کے صفحہ ۲۴ پر دوسرے مزعومہ دَور کے بیان کے ذیل میں درج کیا ہے۔ پس جب ۱۹۰۱ء کی یہ عبارت مفتی صاحب کے نزدیک دوسرے دَور کی ہے تو پھر کتاب اربعین کی سن ۱۹۰۰ء کی عبارت کو آپ کو تیسرے دَور کی عبارت قرار دینے کا کیا حق رہا۔ اور اس سے آپ یہ نتیجہ اخذ کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

**مفتی صاحب کی بناوٹ**

بات دراصل یہ ہے کہ مفتی صاحب بناوٹ سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو مستقل صاحب شریعت نبی ہونے کے مدعی ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کی عبارت تو انہوں نے دوسرے دَور میں یہ ظاہر کرنے کے لئے درج کی ہے کہ گویا پہلے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اپنے آپ کو صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں قرار دیتے تھے۔ لیکن تیسرے دَور میں اپنے آپ کو تشریعی نبی قرار دینے لگ گئے۔ اس لئے تیسرے دَور کے ذکر میں انہوں نے کتاب اربعین کی طباعت کے سن کو ملحوظ رکھے بغیر اس میں صاحب شریعت کا لفظ پا کر بناوٹ کی راہ اختیار کی اور اسے تیسرے دَور کی کتاب قرار دے دیا۔ حالانکہ یہ کتاب ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہے اور ۱۹۰۱ء میں اشتہار

"ایک غلطی کا ازالہ" میں آپ صاف فرما چکے ہیں کہ آپ کا نہ مستقل طور پہ کسی شریعت کے لانے کا دعویٰ ہے اور نہ شریعت جدیدہ لانے کا دعویٰ ہے میں مفتی صاحب کو چیلنج کر چکا ہوں کہ وہ سنہ ۱۹۰۱ء سے لے کر ۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۸ء تک جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کا دن ہے آپ کی کوئی تحریر اس مضمون کی پیش کریں کہ آپ کو شریعت جدیدہ یا مستقل شریعت لانے کا دعویٰ ہے تو میں انہیں ایک ہزار روپیہ نقد انعام دُوں گا اور اپنی یہ کتاب جلا دوں گا۔ اور اپنی تحقیق کو اس طرح غلط قرار دیدونگا۔ مگر میرا دعویٰ ہے کہ مفتی صاحب سنہ ۱۹۰۰ء کی کتاب اربعین سے بعد کی کسی کتاب میں ہرگز یہ مضمون نہیں دکھا سکتے۔ رہا اربعین کا حوالہ سو اس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ سنہ ۱۹۰۰ء کی اسی کتاب میں خود وضاحت فرما چکے ہیں کہ آپ پر اوامر و نواہی پر مشتمل الہامات تو تیئیس سال سے نازل ہو رہے ہیں مگر یہ سب الہامات بطور تجدید دین اور بیانِ شریعت کے ہیں۔ اور آپ دراصل قرآن مجید کو ربّانی کتابوں کی خاتم یقین کرتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں۔ اپنی آخری بڑی کتاب چشمۂ معرفت میں آپ فرماتے ہیں :-

"ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پہ تو یہ امر ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوّت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے" (حاشیہ چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۴)

پھر فرماتے ہیں :-

"خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔" (چشمۂ معرفت ص۳۲۴ و ۳۲۵)

اور اربعین کے بعد کے رسالہ الوصیۃ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالکل مسدود ہے۔ اور قرآن مجید کے بعد کوئی اور کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطل کرے بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔" (ضمیمہ الوصیت ص۱۲)

پھر اپنے آخری خط میں جو اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کی وفات سے تین دن پہلے شائع ہوا تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے

بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر اور نہ آج سے بلکہ
اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم
کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں۔" (اخبار عام ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

یہ تحریر ۲۳ رمئی ۱۹۰۸ء کو لکھی گئی تھی اور ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے دن "اخبار عام" میں شائع ہوگئی۔ پس
مفتی صاحب کا آپ پر تشریعی نبی ہونے کے دعویٰ کا الزام سراسر افتراء ہے۔

## انبیاء سے افضلیت کے دعویٰ کا الزام

مفتی صاحب بحوالہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۲ و نزول المسیح صفحہ ۱۰۰
ایک عبارت درج کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام
پر تمام انبیاء سے افضل ہونے کے دعویٰ کا الزام
لگاتے ٹھہرا۔ وہ عبارت یہ ہے:-

"میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں میں اسحٰق ہوں میں اسمٰعیل ہوں
میں یعقوب ہوں میں یوسف ہوں اور میں موسیٰ ہوں۔ میں داؤد ہوں۔
میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر
اتم ہوں یعنی ظلی طور پر میں محمدؐ اور احمدؐ ہوں۔"

واضح ہو کہ یہ عبارت دراصل بہت ابتدائی زمانہ کی ہے اور حقیقۃ الوحی
و نزول المسیح میں اس کا صرف تکرار ہوا ہے۔ یہ انبیاء سے افضل ہونے
کے دعویٰ پر مشتمل نہیں۔ کیونکہ جس زمانہ میں پہلے یہ عبارت آپ نے لکھی۔
اس میں آپ نے اپنی نبوت کو محدثیت کے مترادف قرار دیا تھا۔ اس عبارت
کا مقصد صرف یہ بیان کرنا ہے۔ کہ آپ ان انبیاء کی صفاتِ خاصہ کے مظہر ہیں۔

چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے کمالات کے جامع تھے اس لئے مسیح موعود کے لئے بھی جو ظلی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم ہے ظلی طور پر ان انبیاء کا مظہر ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد صدی دوازدہم مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں تحریر فرماتے ہیں:۔

هُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِيِّ وَنُسْخَةٌ مُنْتَسِخَةٌ مِنْهُ" (الخیر الکثیر صلہ مطبوعہ بجنور)

یعنی مسیح موعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے محمد جامع نام کی شرح ہے۔ اور اسی کا دوسرا نسخہ ہے۔

پس جب مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظل کامل ہے تو اُسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض کے واسطہ سے ضرور تمام انبیاء کا مظہر بھی ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں۔

مفتی صاحب نے اس جگہ یہ عبارت بھی درج کی ہے:۔

"خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۴۸)

اس بارہ میں واضح ہو کہ اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ دعویٰ ضرور ہے کہ آپ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ محمدی سلسلہ کے مسیح موعود ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو مثیل موسیٰ ہیں۔ موسےٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔

اس لئے ضروری تھا کہ مثیلِ مسیح جو امّتِ محمدیہ کا مسیح موعود ہے مسیح ناصری علیہ السلام سے افضل ہوتا۔ اس سے سلسلہ محمدی کی سلسلہ موسوی پر فوقیت ثابت ہوتی ہے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جامع نام محمدی شرح اور اس کا دوسرا نسخہ قرار دیتے ہیں۔ افضلیت کے دعویٰ سے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی توہین مقصود نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ کہ ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور مسیح موعود کو جو درحقیقت مہدی معہود بھی ہے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مریم سے افضل قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث نبوی میں امام مہدی کی شان میں وارد ہے۔ هُوَ الَّذِيْ يَتَقَدَّمُ عِيْسٰى ابْنَ مَرْيَمَ۔ (حجج الکرامہ مؤلفہ نواب صدیق حسن خان صاحب ص۲۸۶) کہ وہ عیسےٰ ابن مریم سے تقدّم رکھے گا۔ غالباً اسی حدیث کی بناء پر ابنِ سیرین نے فرمایا ہے۔ قَدْ كَادَ يُفَضَّلُ عَلٰى بَعْضِ الْاَنْبِيَاءِ۔ (حجج الکرامہ ص۲۸۶) کہ قریب ہے کہ وہ بعض انبیاء سے افضل ہو۔

علامہ عبدالرزاق کاشانی شرح فصوص الحکم میں لکھتے ہیں:۔

اَلْمَهْدِيُّ الَّذِيْ يَجِيْءُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ فِي الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ تَابِعًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْمَعَارِفِ وَالْعُلُوْمِ وَالْحَقِيْقَةِ تَكُوْنُ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ وَالْاَوْلِيَآءِ

تَابِعِيْنَ لَهُ كُلُّهُمْ وَلَا يُنَاقِضُ مَا ذَكَرْنَاهُ لِاَنَّ
بَاطِنَهُ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر ۱۳۰۹ھ صفحہ ۵۲)

ترجمہ :- مہدی جو آخری زمانہ میں آئے گا سو وہ احکام شرعیہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہوگا۔ اور معارف اور علم اور حقیقت کے لحاظ سے تمام انبیاء اور اولیاء سب کے سب اس کے تابع ہوں گے اور یہ بات ہمارے پہلے مذکور بیان کے خلاف نہیں کیونکہ اس کا باطن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا باطن ہوگا (یعنی وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل ہوگا)

## توہینِ انبیاء کا الزام

مفتی صاحب نے اس کے بعد حاشیہ انجام آتھم کے رُو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگایا ہے کہ آپ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دادیوں نانیوں کو زنا کار قرار دیا ہے اور آپ کا نام نادان اسرائیلی رکھا ہے اور آپ کی جھوٹ بولنے کی عادت قرار دی ہے۔

اس کے بارہ میں واضح ہو کہ یہ سب عبارتیں بطور الزام خصم کے عیسائیوں کے اس مسلّمہ یسوع کے متعلق عیسائیوں کے مسلّمات کی رو سے بیان ہوئی ہیں جس میں یسوع کے متعلق وہ مانتے ہیں کہ وہ خدائی کا دعویدار تھا اور جس نے تمام پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار رکھا۔ اس یسوع کا قرآن مجید میں کوئی ذکر نہیں - قرآن مجید کے حضرت عیسےٰ ابنِ مریم ایسے دعاوی سے پاک ہیں - اس امر کی وضاحت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے خود اپنی کتاب

انجام آتھم میں کردی ہوئی ہے۔

اگر مفتی صاحب نے خود یہ کتاب پڑھی ہوتی اور اِدھر اُدھر سے حوالہ جات نہ لئے ہوتے تو شاید وہ ایسا اعتراض نہ اٹھاتے۔ کیونکہ انجام آتھم میں آپ نے صاف لکھ دیا ہوا ہے:۔

یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار کہا۔ اور خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہ کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں ....... اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالےٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ الخ"

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

"جس حالت میں مجھے دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اور حضرت

عیسیٰ علیہ السلام سے مجھے مشابہت ہے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ میں اگر نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برا کہتا تو اپنی مشابہت ان سے کیوں بتلاتا۔ کیونکہ اس سے تو خود میرا برا ہونا لازم آتا۔"

(اشتہار ۲۷ دسمبر حاشیہ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۷ حاشیہ ۵)

پھر آپ "کشتی نوح" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کے رو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں۔ سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔"

(کشتی نوح ص ۱۶ شائع کردہ نظارت اصلاح وارشاد)

پھر تریاق القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا یہ سب مخالفوں کا افترا ہے۔ ہاں چونکہ درحقیقت کوئی ایسا یسوع مسیح نہیں گزرا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور

آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا ہو۔ اور حضرت موسےٰ کو ڈاکو کہا ہو اسلئے میں نے فرضِ محال کے طور پر اس کی نسبت ضرور بیان کیا ہے کہ ایسا مسیح جس کے یہ کلمات ہوں راستباز نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن ہمارا مسیح بن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہلاتا ہے۔ اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے۔ اس پر ہم ایمان لاتے ہیں " (تریاق القلوب حاشیہ صٓ)

واضح ہو کہ پادری فتح مسیح نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے آباء و اجداد کے خلاف گند اُچھالا تھا۔ اور آپؐ کے خاندان پر ناپاک حملے کئے تھے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الزامی جواب کے طور پر ازروئے بائیبل لکھا تھا کہ یسوع کے خاندان میں تین ایسی عورتیں تھیں جو آپ کی دادیاں نانیاں قرار پاتی ہیں زناکار اور کسبی تھیں اس طرح آپ نے ہمیشہ کے لئے عیسائیوں کا منہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کے خلاف بند کر دیا۔ آپ نے تمر، راحاب اور بنت سبع کو جو یسوع کی ایک لحاظ سے دادیاں اور ایک لحاظ سے نانیاں تھیں۔ بدکار ثابت کر دیا۔ چنانچہ راحاب کی نسبت بائیبل سے بتایا کہ وہ کسبی تھی۔ (یشوع ۲/۱) تمر کے متعلق بتایا۔ کہ حرامکار تھی (پیدائش ۳۸/۱۶ تا ۳۰) بنت سبع کے متعلق بتایا کہ بدکار تھی۔ (۲ سموایل باب ۱۱)

پادری عمادالدین انجیل متی کی تفسیر میں انہی بدکار عورتوں کے نام مسیح کے شجرۂ نسب میں پاکر لکھتے ہیں:۔

"یہاں سے ظاہر ہے کہ مسیح خداوند نے گنہگاروں کے سلسلہ میں آنے سے نفرت نہیں کی۔" (تفسیر متی پادری عماد الدین صاحب صفحہ ۳۰)

### علماء اسلام میں الزامی جواب کا طریق

الزامی جواب کا یہ طریق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے علاوہ دیگر علماء اسلام نے بھی اختیار کیا ہے۔ مولوی ابوالمحمود صاحب سوہدروی اپنی کتاب "اسلام اور عیسائیت" کے صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں:۔

"حضرت مسیح علیہ السلام کی تین نانیاں۔ دادیاں کسبی زانی اور بدکار تھیں اور چار نانے دادے بھی بد تھے۔"

پھر لکھتے ہیں:۔

"زانی اور زانیہ کے اتنے طویل سلسلہ میں آنے والے شخص کا اپنا کیریکٹر یا اپنی پوزیشن کیا رہے گی۔" (اسلام اور عیسائیت صفحہ ۴۴)

اسی طرح مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے اپنی کتاب اظہار الحق میں عیسائیت کے رد میں اسی قسم کے بہت سے الزامی جوابات دیئے ہیں اخبار اہلحدیث بھی جس کے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ایڈیٹر تھے۔ عیسائیت کے بالمقابل الزامی جوابات سے بھرا پڑا ہے۔ نمونہ کے لئے ملاحظہ ہو پرچہ اہلحدیث ۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء۔

### آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر افضلیت کے دعویٰ کے متعلق مفتی صاحب کا بہتان

مفتی صاحب نے اپنی تمہید کے صفحہ ۳۳ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ بہتان عظیم بھی باندھا ہے کہ آپ نے خاتم النبیین

صلے اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا دعویٰ کیا ہے۔

مفتی صاحب نہایت غیر ذمہ دارانہ طور پر سوچ اور فکر کو بالائے طاق رکھکر بزعم خود اپنے بہتان کے ثبوت میں یہ پیش کرتے ہیں کہ:۔

"ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد صرف تین ہزار لکھی ہے (تحفہ گولڑویہ) اور اپنے معجزات کی تعداد براہین احمدیہ ص۵۶ دس لاکھ بتائی ہے۔ لَہٗ خَسَفَ الْقَمَرُ الْمُنِیْرُ وَ اِنَّ لِیْ خَسَفَا الْقَمَرَانِ الْمُشْرِقَانِ اَتُنْکِرُ۔ اس کے لئے (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے) چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا۔ اور میرے لئے چاند اور سورج دو دو (ں کا اب کیا تو انکار کرے گا۔" (اعجاز احمدی ص۷۱)

**الجواب** اس بہتان کے جواب میں واضح ہو کہ تحفہ گولڑویہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد اس لحاظ سے بیان کی گئی ہے کہ اتنے معجزات احادیث نبویہ سے ثابت ہیں۔ ورنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نشانات کی تعداد تو آپ کے نزدیک حد و شمار سے باہر ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو چاروں طرف سے چمک رہے ہیں وہ کیونکر چھپ سکتے ہیں۔ صرف وہ معجزات جو صحابہؓ کی شہادتوں سے ثابت ہیں وہ تین ہزار معجزہ ہے۔ اور پیشگوئیاں تو دس ہزار سے بھی زیادہ ہوں گی جو اپنے وقتوں پر

پوری ہوگئیں اور ہوتی جاتی ہیں۔ ماسوا اس کے بعض معجزات اور پیشگوئیاں قرآن شریف کی ایسی ہیں کہ ہمارے لئے بھی اس زمانہ میں محسوس و مشہود کا حکم رکھتی ہیں۔ اور کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا"۔ (تصدیق النبی صلا)

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

"کسی نبی سے اس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے جس قدر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ۔۔۔۔۔۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات اب تک ظہور میں آرہے ہیں۔ اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔ جو کچھ ہماری تائید میں ظاہر ہوتا ہے دراصل وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں"۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۳۵)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات اگر دس لاکھ سے بھی زیادہ ہوں تو وہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی معجزات ہیں۔

داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

"کرامات اولیاء سب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں"۔ (کشف المحجوب مترجم اردو شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز علمی پریس ص۲۶۰)

کسی نے سچ کہا ہے ؎

شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے۔

باقی رہا مسیح موعود کے زمانہ میں چاند و سورج کے گرہن کے دو نشان۔

سو یہ نشان ہی امام مہدی کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ ہیں۔ لہذا یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نشان بدرجہ اولیٰ ہوئے۔ کیونکہ ان سے استاد اور شاگرد دونوں کی صداقت ظاہر ہوتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔ كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ تمام برکت جو آپ کو حاصل ہے وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ پس اصل مرجع ان تمام نشانات کا دراصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور افضلیت انہی کو حاصل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورج چاند گرہن کے ذکر والے شعر کے آگے تحریر فرماتے ہیں :-

وَإِنِّي وَرِثْتُ الْمَالَ مَالَ مُحَمَّدٍ　　فَمَا أَنَا إِلَّا آلُهُ الْمُتَخَيَّرُ

پس خلفائے اسلام اور مجددین عظام اور اولیاء کرام اور مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جو لکھو کھا نشانات اسلام و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ثبوت میں ظاہر ہوئے حقیقت میں ان کرامات و معجزات و نشانات و فتوحات کا مرجع سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ اور ان بزرگوں کے ہاتھ پر جو کچھ ظاہر ہوا۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ظاہر ہوا ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں مفتوح نہیں ہوئی تھیں مگر ان کی فتح بھی دراصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اعجازی قوت کا اثر ہے۔ اسی لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ

کے خزانوں کی چابیاں اپنے ہاتھ میں دیکھی تھیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتوحات کا آغاز ہوا لیکن خلفائے راشدین کے ذریعہ یہ فتوحات کمال کو پہنچیں۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ خلفائے کرام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے۔ کیونکہ انہیں جو کچھ ملا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا تھا۔ پس مسیح موعود کے زمانہ میں شمس و قمر کا کسوف و خسوف بھی دراصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی نشانات ہیں۔

مفتی صاحب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر افضلیت کے دعویٰ کا الزام تراشنے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کر لینا چاہیئے تھا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ لکھا پاتے۔

"مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے۔ اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔

وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی۔ وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس

---

کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مراد

اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریّتِ شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے اور جو اس کے ذریعہ نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافرِ نعمت ہوں گے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ہی ملی۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۱۵ و ۱۱۶)

یہ تو ہے آخری زمانہ کی تحریر۔ اب پڑھیئے پہلے زمانہ کی ایک تحریر جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں وارد آیت کریمہ دَنٰی فَتَدَلّٰی۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی تفسیر ہے (یہ آیت دراصل آیت خاتم النبیّن کی قرآنی تفسیر ہے) حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سب سے پہلے قَابَ قَوْسَیْن کو ایک دائرہ قرار دے کر اس کا مرکزی نقطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

"بجز ایک نقطہ مرکز کے اورجس قدر نقاط وتر ہیں اُن میں دوسرے
انبیاء و رسل وارباب صدق وصفا بھی شریک ہیں۔ اور نقطۂ
مرکز اس کمال کی صورت ہے جو صاحب وتر کو بہ نسبت جمیع دوسرے
کمالات کے اعلیٰ وارفع واخص وممتاز طور پر حاصل ہے جس
میں حقیقی طور پر مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک نہیں۔ ہاں اتباع و
پیروی سے ظلّی طور پر شریک ہو سکتا ہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ
دراصل اسی نقطۂ وسطی کا نام حقیقت محمدیہ ہے۔ جو اجمالی طور پر
جمیع حقائق عالم کا منبع ومحاصل ہے۔ اور درحقیقت اسی ایک
نقطہ سے خطِ وتر انبساط وامتداد پذیر ہوا ہے۔ اور اسی نقطہ
کی روحانیت تمام خط وتر میں ایک ہویّت ساریہ ہے جس کا فیض
اقدس اس سارے خط کو تعیّن بخش ہو گیا ہے۔ ......
غرض سرچشمہ رموزِ غیبی اور مفتاحِ کنوزِ لاریبی اور انسانِ کامل
دکھلانے کا آئینہ یہی نقطہ ہے اور تمام اسرارِ مبداء ومعاد کی
علّت غائی اور ہر ایک زیر و بالا کی پیدائش کی لمیّت یہی ہے
جس کے تصور بالکنہ وتصوّر بکنہٖ سے تمام عقول وافہامِ بشریہ
عاجز ہیں۔ اور جس طرح ہر ایک حیات خدا تعالےٰ کی حیات سے
مستفاض اور ہر ایک وجود اس کے وجود سے ظہور پذیر اور
ہر ایک تعیّن اس کی تعیّن سے خلعت پوش ہے۔ ایسا ہی
نقطۂ محمدیہ جمیع مراتب اکوان اور خطائر امکان میں باذنہٖ تعالےٰ

حسب استعدادات مختلفہ و طبائع متفاوتہ مؤثر ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۸۵ تا صفحہ ۱۸۸ ایڈیشن جدید و صفحہ ۲۲۰ تا صفحہ ۲۲۳ ایڈیشن قدیم)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات میں ایسا ارفع، بلند اور ممتاز مقام حاصل ہے جس میں حقیقی طور پر آپ کا کوئی شریک نہیں آپ کا وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک تمام انبیاء اور صدق و صفا رکھنے والے لوگوں بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں باذنہٖ بطور علتِ غائی کے حسب استعداداتِ مختلفہ و متفاوتہ مؤثر ہے۔

یہ ہے خاتم النبیّین کی آیت کی قرآن مجید کی روشنی میں تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں جس سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ارفع اور بلند اور ممتاز مقام دیا گیا ہے جو حقیقی لحاظ سے مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ پس جس شخص کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ امتیازی شان ہو اس کی نسبت یہ کہنا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے بہتانِ عظیم اور افتراء اور انصاف کا خون نہیں تو اور کیا ہے؟

مفتی صاحب الزام تراشی کے لئے ذیل کا شعر بھی پیش کرتے ہیں جو قاضی اکمل صاحبؓ کا ہے

محمدؐ پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
وہ آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

اس شعر میں اکمل صاحب کی مراد دراصل محمدؐ سے اظلالِ محمدؐ یعنی مجدّدین امتِ محمدیہ ہیں۔ ان مجدّدین میں سے وہ مسیح موعود کو شانِ محمدیت میں بڑھکر قرار دیتے ہیں۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:۔

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزّمان ہے

اس لئے جماعت احمدیہ کا عقیدہ یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان انسان کے وہم وگمان سے بھی بالا ہے۔ اور مسیح موعود علیہ السلام آپؐ کے ایک خادم اور غلام کی حیثیّت رکھتے ہیں۔

اکمل صاحب کے شعر سے چونکہ وہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی جو مفتی صاحب نے پیدا کرنا چاہی ہے۔ اس لئے اگست ۱۹۳۴ء کو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں یہ شعر پیش کیا۔ چونکہ بظاہر یہ شعر بے ادبی پر مشتمل نظر آتا تھا۔ اس لئے حضور نے اسے ناپسند کیا اور بے ادبی قرار دیا۔ ملاحظہ ہو الفضل ۱۹؍ اگست ۱۹۳۴ء۔

اس کے بعد مفتی صاحب نے نزول المسیح صفحہ ۹۶ کا حوالہ دے کر ذیل کی عبارت بھی پیش کی ہے:۔

"محمد میں اور ہمارے میں بڑا فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے" (ختم نبوت کامل نیا ایڈیشن صفحہ ۲۷)

"ختم نبوت کامل" کے نئے ایڈیشن سے پہلے ایڈیشن کے صفحہ ۲۳ میں اس عبارت کا پہلا فقرہ یوں درج ہے:۔

"محمد میں اور تمہارے بڑا فرق ہے":

مفتی صاحب نے اس کے لئے حوالہ مودودی صاحب کے بیان کا دیا ہے۔ مگر یہ عبارت سراسر افتراء ہے۔ یہ عبارت نزول المسیح (قصیدہ اعجازیہ) کے صفحہ ۹۶ پر موجود نہیں البتہ صفحہ ۶۹ پر ایک شعر یوں درج ہے:۔

وشتان ما بینی و بین حسینکم
فانی اؤید کل آن و انصر

ترجمہ اس کا یہ درج ہے کہ مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔

مفتی صاحب نے یا مودودی صاحب نے "مجھ" کے لفظ کو "محمد" بنا دیا ہے۔ اور "تمہارے" کو ہمارے بنا دیا ہے اور "حسین" کا لفظ درمیان سے حذف کر دیا ہے۔ اور عبارت میں تحریف و تصرف کر کے وہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر معترض ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے افضل ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کیا اس تحقیق پر مفتی صاحب کو فخر ہے۔

**توہین حدیث کا الزام** مفتی صاحب نے یہ بہتان بھی باندھا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے حدیث نبوی کی توہین کی ہے اس سلسلہ میں وہ ذیل کی عبارت پیش کرتے ہیں:۔

ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے

پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔"

(اعجاز احمدی صفحہ ۳۰ و ۳۱ و صفحہ ۲۹ و تحفہ گولڑویہ صفحہ ۷)

**الجواب** امتِ محمدیہ میں جو شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے اصلاحِ خلق کے لئے مامور ہو اس کے دعویٰ کی بنیاد قرآن مجید اور اپنی وحی پر ہونی چاہیئے۔ اور اپنے دعویٰ کے متعلق وہ انہیں حدیثوں کو قبول کرسکتا ہے جو قرآن مجید کی وحی کے مطابق اس کے دعویٰ کی مؤید ہوں اور جو حدیثیں قرآن و وحی کی مؤید نہ ہوں بلکہ مخالف ہوں انہیں وہ احادیث صحیحہ نبویہ قرار نہیں دے سکتا۔ انہیں وہ مردود ہی قرار دے سکتا ہے۔

احادیث کا علم ظنّی ہے جیسا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے حدیث دلیل سے یقین کا مرتبہ حاصل کرتی ہے۔ چنانچہ حدیث کی بہت سی اقسام ہیں۔ حدیث کی ایک تقسیم مقبول اور مردود بھی کی گئی ہے۔ اس تقسیم سے احادیث نبویّہ کی توہین نہیں ہوتی۔ بلکہ جو حدیثیں مردود قرار پاتی ہیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہی نہیں سمجھی جاتیں موضوع احادیث کا یہی حال ہے جو ہزاروں کی تعداد میں مذکور ہوتی ہیں۔ لہذا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اس قول میں احادیث صحیحہ نبویہ کی کوئی توہین نہیں کی گئی۔ توہین کا الزام مفتی صاحب کا بہتان اور افتراء ہے حضور خود اعجاز احمدی صفحہ ۲۸ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"ہم یہ نہیں کہتے کہ تمام حدیثوں کو ردی کی طرح پھینک دو بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ان میں سے وہ قبول کرو جو قرآن کے منافی اور معارض نہ ہوں تا ہلاک نہ ہو جاؤ۔ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ عیسیٰ کی عمر دو ہزار برس یا تین ہزار برس ہو گی۔ بلکہ ایک سو بیس برس کی عمر لکھی ہے۔ اب بتلاؤ کیا ایک سو بیس برس اب تک ختم ہوئے یا نہیں"

پھر صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں:-

"پھر وہ حکم کا لفظ جو مسیح موعود کی نسبت صحیح بخاری میں آیا ہے اس کے ذرا معنی تو کریں۔ ہم تو اب تک یہی سمجھتے تھے کہ حکم اس کو کہتے ہیں کہ اختلاف رفع کرنے کے لئے اس کا حکم قبول کیا جائے اور اس کا فیصلہ گو وہ ہزار حدیث کو بھی موضوع قرار دے ناطق سمجھا جائے۔ . . . . . جس شخص کو خدا نے کشف اور الہام عطا کیا اور بڑے بڑے نشان اس کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے اور قرآن کے مطابق ایک راہ اس کو دکھلا دی تو پھر وہ بعض ظنی حدیثوں کے لئے اس روشن اور یقینی راہ کو کیوں چھوڑ دیگا کیا اس پر واجب نہیں ہے کہ جو کچھ خدا نے اس کو دیا ہے اس پر عمل کرے اور اگر خدا کی پاک وحی سے حدیثوں کا کوئی مضمون مخالف پاوے اور اپنی وحی کو قرآن سے مطابق پاوے۔ اور بعض حدیثوں کو بھی اس کی مؤید دیکھے تو ایسی حدیثوں کو چھوڑ دے

اور ان حدیثوں کو قبول کرے جو قرآن کے مطابق ہیں اور اسکی وحی
کی مخالف نہیں۔

اس محولہ اقتباس کے آگے وہ عبارت ہے جسے مفتی صاحب نے بحوالہ اعجاز احمدی صفحہ ۳۰
پیش کیا ہے اب اسے اس عبارت سے ملا کر پڑھیں تو اس میں کوئی بات ایسی
نہیں جو احادیث صحیحہ نبویہ کی توہین پر مشتمل ہو۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ کمال درجہ کی بے نصیبی اور بھاری غلطی ہے کہ یکلخت تمام حدیثوں
کو ساقط الاعتبار سمجھ لیں ...... یہ بات پوشیدہ نہیں
کہ مسیح بن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اوّل درجہ کی پیشگوئی
ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے۔" (ازالہ اوہام جلد ۲ صفحہ ۵۵۵)

**احادیث کے بارہ میں اصولی بیان**

احادیث نبویہ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کا اصولی بیان جس کی جماعت کو تلقین کرتے ہیں یہ ہے کہ:۔

"تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے کیونکہ بہت
سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر
بیان کرتی ہیں۔ نیز بڑا فائدہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم
اور سنّت کی خادم ہے ......... سنت اس عملی نمونہ کا
نام ہے جو نیک مسلمانوں کی عملی حالت میں ابتداء سے چلا آیا ہے
جس پر ہزارہا مسلمانوں کو لگایا گیا۔ ہاں حدیث بھی اگرچہ اکثر
حصہ اس کا ظن کے مرتبہ پر ہے مگر بشرط عدم تعارض قرآن و

اور ان حدیثوں کو قبول کرے جو قرآن کے مطابق ہیں اور اسکی وحی
کی مخالف نہیں۔

اس محولہ اقتباس کے آگے وہ عبارت ہے جسے مفتی صاحب نے بحوالہ اعجاز احمدی ص۳۰
پیش کیا ہے اب اسے اس عبارت سے ملا کر پڑھیں تو اس میں کوئی بات ایسی
نہیں جو احادیث صحیحہ نبویہ کی توہین پر مشتمل ہو۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

" یہ کمال درجہ کی بے نصیبی اور بھاری غلطی ہے کہ یکلخت تمام حدیثوں
کو ساقط الاعتبار سمجھ لیں ...... یہ بات پوشیدہ نہیں
کہ مسیح بن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اوّل درجہ کی پیشگوئی
ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے۔" (ازالہ اوہام جلد ۲ ص۵۵۵)

**احادیث کے بارہ میں اصولی بیان**

احادیث نبویہ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کا اصولی بیان جس کی جماعت کو تلقین کرتے ہیں یہ ہے کہ:۔

" تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے کیونکہ بہت
سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر
بیان کرتی ہیں۔ نیز بڑا فائدہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم
اور سنت کی خادم ہے ........ سنت اس عملی نمونہ کا
نام ہے جو نیک مسلمانوں کی عملی حالت میں ابتداء سے چلا آیا ہے
جس پر ہزارہا مسلمانوں کو لگایا گیا۔ ہاں حدیث بھی اگرچہ اکثر
حصہ اس کا ظن کے مرتبہ پر ہے مگر بشرط عدم تعارض قرآن و

سنت تک کے لائق ہے۔ اور مؤید قرآن و سنت ہے۔ اور
بہت سے اسلامی مسائل کا ذخیرہ اس کے اندر موجود ہے۔
پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا
ہے۔ ہاں اگر ایک ایسی حدیث جو قرآن اور سنت کے نقیض ہو۔ اور
نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے۔ یا مثلاً ایک
ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے
لائق نہیں ہو گی۔ کیونکہ اس کے قبول کرنے سے قرآن کو اور ان
تمام احادیث کو جو قرآن کے موافق ہیں ردّ کرنا پڑتا ہے۔ اور
مَیں جانتا ہوں کہ کوئی پرہیزگار اس پر جرأت نہیں کرے گا۔
کہ ایسی حدیث پر عقیدہ رکھے کہ وہ قرآن اور سنت کے برخلاف
اور ایسی حدیثوں کے مخالف ہے۔ جو قرآن کے مطابق ہیں۔
بہرحال احادیث کا قدر کرو۔ اور ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ کہ وہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔ اور جب
تک قرآن اور سنت ان کی تکذیب نہ کرے تم بھی ان کی تکذیب
نہ کرو۔ بلکہ چاہیئے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی
حرکت نہ کرو اور نہ سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترکِ
فعل مگر اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو۔ لیکن
اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے
صریح مخالف ہے تو اس کی تطبیق کے لئے فکر کرو۔ شاید

وہ تعارض تمہارا ہی فعل ہو اور اگر کسی طرح وہ تعارض دُور نہ ہو۔
تو ایسی حدیث کو پھینک دو۔ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے نہیں ہے۔ اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہے مگر قرآن
سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کرلو کیونکہ قرآن
اس کا مصدق ہے۔ اور اگر کوئی ایسی حدیث ہے جو کسی پیشگوئی
پر مشتمل ہے۔ مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے۔ اور
تمہارے زمانہ میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی
ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے محدثوں اور راویوں کو
مخطی اور کاذب خیال کرو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور
موضوع قرار دیا ہو۔" (کشتی نوح صفحہ ۵۸)

احادیث نبویہ کی قدر عظمت اور تائید کے بارہ میں اس سے بہتر بیان کیا ہو سکتا ہے۔ پس مفتی صاحب کا یہ بہتان ہے کہ آپ نے احادیث کی توہین کی ہے۔ مفتی صاحب کا یہ اعتراض عالمانہ نہیں محض طفلانہ ہے۔

**گالیوں کا الزام** گالی دینے کا الزام قائم کرنے کے لئے جناب مفتی صاحب نے مودودی صاحب کے بیان صفحہ سے تین عبارتیں پیش کی ہیں۔ جنہیں مفتی صاحب نے اصل کتابوں سے دیکھے بغیر تحقیق کا فرض ادا کرتے ہوئے مودودی صاحب کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں درج کر دیا ہے۔

پہلی عبارت یہ ہے:۔
"کل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا ہے۔ اور میری دعوت کی تصدیق

کر لی ہے مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا"۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۸ د بیان مودودی ص۹)

واضح ہو کہ آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۸ پر جو عربی عبارت درج ہے مودودی صاحب نے اس کا صحیح ترجمہ درج نہیں کیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"کُلُّ مُسلم ... یُقبلنی ویُصدّق دعوتی الّا ذریۃ البغایا الّذین ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم"۔

کہ ہر مسلمان مجھے قبول کرے گا اور میری دعوت (دعوتِ اسلام) کی تصدیق کرے گا بجز رشد و ہدایت سے دور اور سرکش لوگوں کے جن کے دلوں پر اللہ نے مُہر کر دی ہے۔

یہ عبارت آریوں اور عیسائیوں کے مقابل پر ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس عبارت میں پیشگوئی فرمائی ہے کہ وہ زمانہ آ رہا ہے کہ جب سب مسلمان مجھے قبول کر لیں گے اور میری دعوتِ اسلام کے مصدق ہوں گے اور اس وقت آریوں اور عیسائیوں سے بھی صرف سرکش لوگ جن کے دلوں پر مُہر کر دی گئی ہے مجھے قبول نہیں کریں گے۔

ذریۃ البغایا کے معنی کنجریوں کی اولاد نہیں اور نہ بدکاروں کی اولاد کے ہیں۔

"تاج العروس میں جو عربی لغت کی مشہور کتاب ہے لکھا ہے:۔

البغیۃ فی الولد نقیض الرشد یقال ھو ابن بغیۃ۔

یعنی البغیۃ کا لفظ اولاد کے تعلق میں رشد یعنی سمجھ و ہدایت کی نقیض ہے

انہی معنوں میں ابن بغیہ کہا جاتا ہے۔ پس اس جگہ کنجریوں کی اولاد ترجمہ کرنا محض مودودی صاحب کی زیادتی ہے اور بدکاروں کی اولاد ترجمہ میں لکھنا تلبیس در تلبیس ہے۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک سرکش کو اپنے ایک عربی شعر میں ابن بغا لکھ کر اس کا ترجمہ اے سرکش انسان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اخبار الحکم جلد ۱۱ بابت ۲۴ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۲ کالم ۲۔

اس امر کا ثبوت کہ یہ الفاظ سرکش آریوں اور عیسائیوں کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی کتاب "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں میں شامل کیا ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"مولوی لوگ اپنے نفسانی جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور دعوتِ اسلام کی نہ لیاقت رکھتے ہیں نہ اس کا کچھ جوش نہ اس کی کچھ پرواہ۔ اگر ان سے کچھ ہو سکتا ہے تو صرف اسی قدر کہ اپنی ہی قوم اور اپنے ہی بھائیوں اور اپنے جیسے مسلمانوں اور اپنے جیسے کلمہ گویوں اور اپنے جیسے اہل قبلہ (یعنی بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور آپ کی جماعت۔ ناقل) کو کافر قرار دیں۔ دجّال کہیں اور بے ایمان نام رکھیں اور فتوٰی لکھیں کہ ان سے ملنا جائز نہیں اور ان کا جنازہ پڑھنا روا نہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶ حاشیہ)

مفتی صاحب مودودی صاحب کے بیان کے مطابق سے نجم الہدیٰ صنا
کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں :-

"بلاشبہ ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی
عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئیں۔

چونکہ یہ ایک عربی شعر کا ترجمہ ہے اور مفتی صاحب نے اصل کتاب کو نہیں
دیکھا اس لئے انہوں نے مودودی صاحب کے بیان پر اعتماد کر لیا کہ
اس شعر کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ ہم پُر زور الفاظ میں اس خیال کی تردید
کرتے ہیں۔ کیونکہ اس شعر سے اگلا شعر اس خیال کی تردید کر رہا ہے۔ یہ
دونوں شعر اس طرح ہیں :-

إِنَّ الْعِدٰى صَارُوْا خَنَازِيْرَ الْفَلَا
وَنِسَاءَهُمْ مِنْ دُوْنِهِنَّ الْأَكْلُبُ
سَبُّوْا وَمَا أَدْرِيْ لِأَيِّ جَرِيْمَةٍ
سَبُّوْا أَنَعْصِي الْحَبَّ أَوْ نَتَجَنَّبُ

یہ شعر ان عیسائی مناد مردوں اور عورتوں سے متعلق ہیں جو اسلام دشمنی میں
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے اور آپ پر گند اچھالتے
تھے اور ناپاک حملے کرتے تھے۔ ان دشمنان اسلام کے متعلق ان شعروں
میں کہا گیا ہے۔ کہ دشمن جنگل کے خنزیر بن گئے ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے
بھی بڑھ گئی ہیں۔ (یعنی بکواس کرنے میں اور گند اچھالتے ہیں) انہوں نے گالیاں
دی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کس جرم کی

بنا پر گالیاں دی ہیں۔ انہوں نے گالیاں تو دی ہیں لیکن کیا ہم اس کی وجہ سے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کریں گے اور ان سے کنارہ کش ہو جائیں گے؟ (یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا)

پس ان شعروں کا تعلق تو مسلمانوں سے ہرگز نہیں۔ ان مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے آپ کے خلاف عناد کی راہ سے گند اچھالا ہے ان کے خلاف آپ نے مظلوم ہونے کے بعد سخت الفاظ میں بعض تلخ حقائق کا انکشاف کیا ہے۔ اور مامورین اس کے لئے عند اللہ معذور ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات انہیں جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا کے ماتحت بھی حقائق کو تلخ الفاظ میں بیان کرنا پڑتا ہے۔ مگر ان کے یہ الفاظ صرف معاندین کے متعلق ہوتے ہیں اور شرفاء اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے صاف طور پر اپنی کتاب "لجۃ النور" میں تحریر فرمایا ہے کہ "ہم علماء کی ہتک اور شرفاء کی مذمت سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا آریہ یا عیسائیوں میں سے" (صہ۴۳)

قرآن کریم کو بھی بعض معاند یہود و مشرکین کے متعلق سخت الفاظ استعمال کرنا پڑے ہیں۔ چنانچہ ایک آیت کریمہ میں وارد ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ۔ (سورۃ البیّنہ)

کہ بے شک جن لوگوں نے اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے انکار کیا ہے

وہ جہنم کی آگ میں پڑنے والے ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں۔ اور یہود کے متعلق جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ (المائدہ آیت ۶۱) کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ کہ انہیں بندر اور سؤر بنادیا ہے اور وہ شیطان کے پجاری ہیں۔ اور ان کے متعلق یہ بھی کہا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (الجمعہ)

کہ ان لوگوں کی مثال جو حاملین تورات تھے مگر اس پر عامل نہیں یعنی یہود گدھے کی مثال ہیں جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔

یہودیوں کے لئے سؤر۔ بندر اور گدھے کے الفاظ مجازاً ان کی معاندانہ حالت کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ خواہ وہ اس سے خوش نہ ہوں۔ مگر مجازی طور پر سخت الفاظ کا استعمال کرنا مامورین کے لئے بعض حالات میں ناگزیر ہو جاتا ہے۔

چونکہ بعض مسلمانوں نے از راہِ عناد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیں اور اپنے انتہائی عناد کا عیسائیوں اور یہود کی طرح اظہار کیا۔ اس لئے قرآن و حدیث کی پیشگوئیوں کے مطابق آپ کو ایسے لوگوں کے لئے مشرک۔ عیسائی اور یہود کے الفاظ استعمال کرنا پڑے۔ اور ایک معاند شخص کے متعلق جو آپ کے خلاف عیسائیوں کی تائید میں کمربستہ تھا۔ اور آپ کی پیشگوئی کو جھٹلانے میں عیسائیوں کی مدد کر رہا تھا ولد الحرام بننے کا

شوق رکھنے والا قرار دیا۔

ان الفاظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا۔ کہ وہ اسلام کا فرزند نہیں۔ اس کے نسب پر کوئی طعن مقصود نہ تھا۔

**تکفیر المسلمین کا الزام** اسی مضمون میں مفتی صاحب نے بعض عبارتیں اس بات کے ثبوت میں پیش کی ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی تکفیر کی ہے۔

اس کے جواب میں واضح ہو کہ تکفیر کی ابتداء حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ کی طرف سے نہیں ہوئی۔ بلکہ تکفیر میں ابتداء آپ کے مخالف علماء نے کی ہے اور ان کے مقابلہ میں ردّ عمل کے طور پر بموجب حدیث نبوی اَیُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ اَکْفَرَ رَجُلًا مُسْلِمًا فَاِنْ کَانَ کَافِرًا وَاِلَّا کَانَ هُوَ الْکَافِرُ۔ (ابو داؤد جلد ۲ کتاب السنۃ باب الدلیل علی الزیادہ والنقصان وکنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

جَزَاءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُهَا کے مطابق کفر کا فتویٰ ان پر واپس لوٹایا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو کافر قرار دے اگر وہ کافر ہے تو خیر ورنہ وہ خود کافر ہو جائے گا۔

تاہم حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے خلفاء نے تکفیر میں ایسی تشدد کی راہ اختیار نہیں کی جو معاند علماء اسلام نے آپ کے خلاف اختیار کی تھی۔ معاندین نے تو آپ کو مرتد۔ زندیق۔ ضال مضل۔ دجال وسواس خناس بھی قرار دیا (ملاحظہ ہو فتویٰ مولوی عبد الحق غزنوی ۱۸۹۲ء مطبوعہ رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۳)

ان حالات میں اگر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ بھی ان لوگوں کے متعلق صرف یہ کہیں کہ وہ کافر ہیں تو بموجب حدیث نبوی یہ امر قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مسلمان ہیں اور ارکانِ اسلام کے پابند ہیں اور اسلام کے اوامر کو اوامر اور منہیات کو منہیات سمجھ کر ان پر عامل ہیں۔ اور اسی امر کی آپ نے اپنی جماعت کو ہدایت فرمائی ہے۔ لیکن اس کے باوجود معاند علماء نے آپ کے خلاف نہ صرف کفر کا فتویٰ دیا بلکہ آپ کو مرتد اور زندیق تک قرار دیا۔ مگر آپ کے ماننے والوں نے کبھی غیر احمدی مسلمانوں کو مرتد اور زندیق قرار نہیں دیا۔ اور نہ غیر مسلم ٹھہرایا ہے۔ آپ کے فتویٰ میں مسلمان نہ ہونے کے الفاظ نفیٔ کمال کے لئے آئے ہیں یعنی ان سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وہ کامل مسلمان نہیں نہ یہ کہ وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں۔ چنانچہ آپ کا ایک الہام "مسلماں را مسلماں باز کردند" اس بات پر نصِ صریح ہے کہ آپ نے اپنے مخالفین و معاندین کے کامل الایمان ہونے کی نفی کی ہے۔ نہ علی الاطلاق ایمان و اسلام کی نفی۔

مفتی صاحب نے خود لکھا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے نزدیک کفر کی دو قسمیں ہیں۔

اوّل یہ کفر کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔

دوئم:۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمامِ حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کو ماننے اور سچا

جاننے کی خدا اور اس کے رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں اس کی تاکید ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے فرمان کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۷۹ ختم نبوت کامل ص ۳۴ و ۳۵)[1]

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ پہلی قسم کا کفر ہی اگر کوئی مسلمان اختیار کرے تو مرتد اور غیر مسلم قرار پاتا ہے۔ لیکن دوسری قسم کا کفر جو بیان ہوا ہے اس سے کوئی مسلمان مرتد اور غیر مسلم قرار نہیں پاتا۔

پس دوسری قسم کا کفر اختیار کرنے سے کوئی شخص ملت اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ اگر ایسے شخص کے لئے خارج از اسلام کے الفاظ استعمال بھی کئے جائیں تو وہ تغلیظاً ہوں گے نہ کہ ملت اسلام سے خارج اور غیر مسلم اور مرتد ہو جانے کے معنوں میں۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ مَشٰی مَعَ ظَالِمٍ لِیُقَوِّیَہٗ وَھُوَ یَعْلَمُ اِنَّہٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ (مشکوٰۃ) یعنی جو

---

[1] مفتی صاحب نے اپنی کتاب ختم نبوت کامل کے ص ۱۵۹ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:۔ حقیقۃ الوحی کی عبارت ص ۱۷۹ اور تریاق القلوب کی عبارت ص ۱۳۰ کا مجموعہ آپ کی تشریعی نبوت کا صاف شاہد ہے۔ ہمارے اس بیان سے ان کے اس شبہ کا ازالہ بھی ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ تریاق القلوب میں حضورؑ نے لکھا ہے کہ کافر قرار دینا ان نبیوں کا کام ہے جو احکام جدیدہ لانے والے

شخص ظالم کے ساتھ اسے قوت دینے کے لئے اسے ظالم جانتا ہوا چل پڑا تو وہ اسلام سے نکل گیا۔ مراد یہ ہے کہ اس کا یہ فعل نہایت گھناؤنا ہے۔ اور ایسے شخص نے حقیقتِ اسلام کو نہیں سمجھا۔

واضح ہو تکفیر المسلمین ایک بہت بڑا جرم ہے جس کا ارتکاب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کی جماعت کے خلاف بعض معاندین علماء نے کیا۔ حالانکہ فقہ اسلامی کی رو سے انہیں تکفیر کا حق نہیں پہنچتا تھا۔ کیونکہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَ ذِمَّۃُ رَسُوْلِہٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰہَ فِیْ ذِمَّتِہٖ۔

(رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاوّل ص۱۲)

یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول کریم

---

بقیہ حاشیہ:۔ صاحب شریعت ہوں۔ اور آپ نے مسیح موعود کے انکار کو شریعت محمدیہ کے رو سے ادونا کفر قرار دیا ہے نہ کہ اپنی کسی شریعت کے رُو سے۔ لہٰذا آپ کی طرف تشریعی نبوت کا دعویٰ منسوب کرنا محض افتراء ہے۔ آپ نے ہمیشہ تشریعی نبی ہونے کے دعویٰ سے انکار کیا ہے۔ مفتی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی کتاب سے یہ نہیں دکھا سکتے کہ آپ نے یہ کہا ہو کہ میں تشریعی نبی ہوں۔ میں نے ایسا دکھا نے پر مفتی صاحب کو ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ منہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ہماری نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھالے تو وہ مسلمان ہے۔ جس کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول پر ہے۔ پس تم لوگ اللہ کے عہد کی خلاف ورزی نہ کرنا۔

پس یہ امر سخت قابلِ افسوس ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کو مکفّر علماء نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور آپ کی جماعت کو کافر اور غیر مسلم قرار دے کر توڑا ہے۔ اور ایک نئی شریعت بنانے کی کوشش کی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

"ثَلَاثٌ مِّنْ اَصْلِ الْاِیْمَانِ اَلْکَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ لَانُکَفِّرُہٗ بِذَنْبٍ وَّلَا نُخْرِجُہٗ مِنَ الْاِسْلَامِ" (حجۃ اللہ البالغہ جلد ۱ ص ۱۶۱)

اس حدیث میں ہدایت کی گئی ہے کہ جو شخص کلمہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اس کو دُکھ دینے سے رُک جانا چاہیئے۔ اس کی کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اسے اسلام سے خارج نہیں قرار دینا چاہیئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور آپ کی جماعت کلمہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی دل سے قائل اور ارکانِ اسلام کی پابند ہے لیکن معاند علماء نے آپ کو کافر قرار دینے میں ظلم کی راہ اختیار کی ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ صاف لکھتے ہیں :۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ

وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاٰمَنْتُ بِكِتَابِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الْقُرْاٰنِ الْكَرِيْمِ وَاتَّبَعْتُ اَفْضَلَ رُسُلِ اللّٰهِ وَخَاتَمَ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ مُحَمَّدًا الْمُصْطَفٰى وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَبِّ اَحْيِنِيْ مُسْلِمًا وَتَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ عِبَادِكَ الْمُسْلِمِيْنَ اَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا يَعْلَمُ غَيْرُكَ وَاَنْتَ خَيْرُ الشَّاهِدِيْنَ"

(تبلیغ رسالت الجزء الثانی ص۲)

ترجمہ:- میں ایمان لایا اللہ پر اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور بعث بعد الموت پر اور میں ایمان لایا ہوں اللہ عظیم کی کتاب قرآن کریم پر اور میں نے اتباع کیا ہے تمام رسولوں میں سے افضل اور خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا جو یگانہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اے رب! مجھے مسلمان کی حالت میں زندہ رکھیو اور مسلمان کی حالت میں وفات دیجیو۔

اور اپنے مسلمان بندوں میں میرا حشر کیجیو۔ جو کچھ میرے نفس میں ہے تو جانتا ہے اور تیرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور تو بہتر گواہوں میں سے ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب کا یہ شکوہ بیجا ہے کہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ یا آپ کے کسی خلیفہ نے مسلمانوں کی تکفیر کی ہے۔ جن عبارتوں کے متعلق انہیں شکایت ہے وہ صرف مخالف علماء کے فتاوی کا ردِ عمل ہیں۔ جناب مفتی صاحب کے نزدیک حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ مفتی صاحب کی اصطلاح کے مطابق مدعیٔ نبوّت ہی نہیں۔ جیسا کہ انہوں نے تحریر فرمایا ہے:۔

"مرزا صاحب نے جس کا نام غیر تشریعی رکھا ہے وہ نبوّت کی کوئی قسم نہیں" (ختم نبوت کامل ص۹۵ حاشیہ)

پس جب مفتی صاحب کے نزدیک ان کی مسلّمہ نبوّت کی اصطلاح میں دعویٰ نبوّت ہی موجود نہیں تو وہ علماءِ اُمّت پر احسان کریں گے کہ ان میں تحریک کریں کہ احمدیوں پر سے فتویٰ کفر واپس لے لیا جائے۔ جناب مفتی صاحب حنفی المذہب ہیں اور احناف کا یہ فتویٰ ہے کہ کوئی شخص ایمان سے نہیں نکل سکتا جب تک کہ وہ اس چیز کا انکار نہ کرے جس نے اسے اسلام میں داخل کیا ہے۔ چنانچہ کتاب "معین الحکّام" مؤلفہ الشیخ الامام علاؤالدین بن ابی الحسن علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی قاضی القدس الشریف نے اپنی کتاب مطبوعہ مصر کے ص۲۰۲ پر لکھا ہے:۔

رَوَى الطَّحَاوِيُّ عَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ وَ اَصْحَابُنَا لَا يُخْرِجُ الرَّجُلَ مِنَ الْاِيْمَانِ اِلَّا جُحُوْدُ مَا اَدْخَلَهُ فِيْهِ۔

ترجمہ:۔ امام طحاوی اور ہمارے اصحاب نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ کسی آدمی کو ایمان سے صرف اس چیز کا انکار ہی خارج کر سکتا ہے جس نے اسے اسلام میں داخل کیا تھا۔

واضح ہو کہ اسلام میں داخل کرنیوالا امر کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ہی ہے۔ جس کا خلاصہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ اسی کلمہ کے پڑھنے سے ایک غیر مسلم مثلاً یہودی۔ عیسائی یا ہندو اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ لہذا امام ابو حنیفہؒ کے فتویٰ کے مطابق اس کلمہ کے اقرار کے بعد اس کے صریح انکار سے ہی کوئی شخص کافر یعنی غیر مسلم یا مرتد یا خارج از ملّتِ اسلامیہ قرار پا سکتا ہے۔

پس جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کی جماعت کلمۂ شہادت اور کلمۂ طیّبہ پر نہ صرف صدق دل سے ایمان رکھتی ہے بلکہ تمام ارکان اسلام کی پابند ہے جو کلمہ شہادت کے علاوہ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ ہیں تو علماء کی طرف سے آپ کی اور آپ کی جماعت کی تکفیر ظلم عظیم ہے۔ اور انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

فقہ حنفیہ جس کے ماننے والے پاکستان میں سب سے زیادہ ہیں۔ تو ایسی محتاط فقہ ہے کہ اس میں یہ بھی مسلّم ہے:۔

اِذَا كَانَتْ فِي الْمَسْئَلَةِ وُجُوْهٌ تُوْجِبُ التَّكْفِيْرَ وَوَجْهٌ وَاحِدٌ يَمْنَعُ فَعَلَى الْمُفْتِيْ اَنْ يَّمِيْلَ

اِلیٰ ذَالِکَ الْوَجْہِ۔ (لسان الحکام برحاشیہ معین الحکام ص۲۰۵
مؤلفہ الشیخ الامام ابی الولید ابراہیم الحنفی علیہ الرحمۃ)

ترجمہ:۔ جب ایک مسئلہ میں کئی ایک وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی بھی ہو جو مانع کفر ہے تو مفتی کا میلان اس اسلام کی وجہ کی طرف ہونا چاہیئے۔ (یعنی اسے کفر کا فتویٰ نہیں دینا چاہیئے)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ میں تمام وجوہاتِ اسلام موجود ہیں اور کوئی وجہ کفر موجود نہیں اور یہی حال آپ کی جماعت کا ہے لہذا علماءِ احناف کو اپنے مذہب کی پابندی میں احمدیوں سے فتویٰ تکفیر کو واپس لینا چاہیئے۔ اور خواہ مخواہ وجوہِ کفر احمدیوں کے سر تھوپنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

مولوی محمد منظور صاحب دیوبندی علماء بریلی کے دیوبندیوں پر فتویٰ کفر کی تردید میں لکھتے ہیں:۔

"خواہ مخواہ کسی کے سر توہین کا الزام تھوپنا گناہ کبیرہ ہے ہمارے فقہاء کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی عبارت میں ہزارہا احتمالات ایسے ہوں جو مفضی الی الکفر ہوں اور ایک ضعیف سا احتمال ایسا ہو جس کی وجہ سے اس کے قائل کو مسلمان کہا جاسکے تو اس کو کافر مت کہو چہ جائیکہ کسی کی عبارت میں کوسوں تک توہین کا شائبہ نہ ہو"

(صاعقۂ آسمانی بر فرقہ رضاخانی ص۱۵)

جناب مفتی صاحب نے اپنی کتاب کے صـ۳۷ پر حقیقۃ الوحی سے یہ حوالہ بھی درج کیا ہے جو ہمارے نزدیک اصولی ہے۔ حوالہ کی عبارت یوں ہے:۔

"بہر حال کسی کے کفر اور اس پر اتمامِ حجت کے بارے میں فرد فرد کا حال دریافت کرنا ہمارا کام نہیں یہ اس کا کام ہے جو عالم الغیب ہے۔ ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے اس لئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہے" (حقیقۃ الوحی صـ۱۷۹)

پس جماعت احمدیہ مسیح موعود کے انکار کی بناء پر کسی فرد کے جنتی جہنمی ہونے کا فتویٰ نہیں دیتی۔ کیونکہ اس عبارت کی روشنی میں کسی کے کفر اور اس پر مواخذہ کے بارے میں فرد فرد کا حال دریافت کرنا ہمارا کام نہیں۔ یہ کام عالم الغیب خدا کا ہے۔ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ جو کلمہ طیبہ کا اقرار کرتا ہے۔ وہ مسلمان کہلائے گا خواہ اس کے ایمان میں کتنا بڑا نقص ہو۔ یہی جماعت احمدیہ کا مذہب ہے اور جو اس کے خلاف الزام دیتا ہے۔ اس نے حقیقت کو نہیں سمجھا۔

**خلاصۂ کلام** یہ ہوا کہ تکفیر کی ابتداء حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد علیہ السلام کی طرف سے نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ کے بعض معاند اور مخالف علماء نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اور آپ کے خلاف سخت تشدد کی راہ اختیار کی اور آپ کو مرتد اور زندیق تک قرار دیا۔ اور آپ نے اس پر بھی صبر کیا اور مسلمانوں سے مصالحت چاہی۔ جسے ٹھکرا یا گیا تو آپ

بھی مجبور ہوئے کہ احادیث نبویہ کی روشنی میں ان لوگوں کا فتویٰ انہی لوگوں پر اُلٹا دیں۔ لیکن پھر بھی آپ نے تشدد کی راہ اختیار نہیں کی۔ اور کبھی مسلمانوں کو کافر قسم اوّل قرار نہیں دیا۔ کوئی شخص آپ کے اشتہارات اور کتابوں میں سے نہیں دکھا سکتا۔ کہ آپ نے مسلمانوں کی تکفیر میں ابتداء کی۔ پس وجہ تکفیر خود علماء کی پیدا کردہ ہے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اپنا فتویٰ واپس لے لیں۔ کیونکہ ان کا فتویٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور فقہ حنفیہ کے خلاف ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علماء کے فتویٰ کے ذکر میں تحریر فرماتے ہیں:

"دراصل یہ بیچارے ہمیشہ اسی تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی سبب ایسا پیدا ہو جاوے جس سے میری ذلت و اہانت ہو مگر اپنی بدقسمتی سے آخر نامراد ہی رہتے ہیں۔ پہلے ان لوگوں نے میرے پر کفر کا فتویٰ تیار کیا اور قریباً دو سو مولوی نے اس پر مہریں لگائیں اور ہمیں کافر ٹھہرایا گیا۔ اور ان فتووں میں یہاں تک تشدد کیا گیا کہ بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ اور عام طور پر یہ بھی فتوے دیئے کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنا چاہیئے اور ان لوگوں کے ساتھ سلام اور مصافحہ نہیں کرنا چاہیئے۔ ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ کافر جو ہوئے۔ بلکہ چاہیئے کہ یہ لوگ مساجد میں داخل نہ ہونے پاویں۔ کیونکہ کافر ہیں۔ مسجدیں ان سے

پلید ہو جاتی ہیں۔ اگر داخل ہو جائیں تو مسجد کو دھو ڈالنا چاہیئے
اور ان کا مال چرانا درست ہے۔ اور یہ لوگ واجب القتل ہیں،
کیونکہ مہدی خونی کے آنے سے انکاری اور جہاد کے منکر ہیں۔
مگر باوجود ان فتووں کے ہمارا کیا بگاڑا۔ جن دنوں یہ فتوی
ملک میں شائع کیا گیا۔ ان دنوں میں دس آدمی بھی میری بیعت
میں نہ تھے۔ مگر آج خدا کے فضل سے تین لاکھ سے بھی زیادہ
ہیں اور حق کے طالب بڑے زور سے اس جماعت میں داخل
ہو رہے ہیں۔ کیا مومنوں کے مقابل پر کافروں کی مدد خدا ایسی
ہی کیا کرتا ہے۔ پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام
لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر
ٹھہرایا حالانکہ ہماری طرف سے کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود
ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب
اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اور نادان
لوگ ان فتووں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے
منہ کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی
مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے
سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی
ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے
فتوی کفر سے پہلے شائع ہوا ہو جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں

کو کافر ٹھہرایا ہو۔ تو وہ پیش کریں۔ ورنہ وہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہرادیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگادیں۔ کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے۔ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعہ سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہوگئے۔ کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر اُلٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا۔ کہ بموجب انہیں کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے"۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱)

## مفتی صاحب سے اپیل

جناب مفتی صاحب! الحمد للہ کہ مسئلہ ختم نبوت طے ہو چکا۔ اور آپ اپنی کتاب ختم نبوت کامل میں اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ آپ کی تعریف نبوت یا اصطلاحِ نبوت میں مدعی نبوت نہیں کیونکہ آپ کے نزدیک جس امر کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ غیر تشریعی نبوت قرار دیتے ہیں وہ نبوت کی کوئی قسم ہی نہیں۔ چنانچہ آپ صاف لکھتے ہیں:۔

"انبیاء علیہم السلام سب کے سب تشریعی ہیں اور شریعت لازمۂ نبوت ہے مرزا صاحب نے جس کا نام غیر تشریعی رکھا ہے وہ نبوت کی کوئی قسم نہیں"۔

(ختم نبوت کامل صفحہ ۹ حاشیہ)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بحیثیت تشریعی نبی یا مستقل شریعت لانے کے دعویٰ سے انکار کیا ہے۔ وہ صرف غیر تشریعی نبی ہونے کے مدعی ہیں وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی ہیں۔ اور آپ نے یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کے واسطہ سے حاصل کیا ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام قرآن کریم کے رُو سے وفات پاچکے ہوتے ہیں اور احادیث نبویہ کے رو سے واضح ہے۔ کہ آپ نے صرف ۱۲۰ سال عمر پائی اور کوئی حدیث اس مضمون کی موجود نہیں کہ وہ دو اڑھائی ہزار سال یا اس سے زیادہ عمر پائینگے اس لئے اے مفتی صاحب آپ کو اب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اصالتاً آمد ثانی کا انتظار ترک کر دینا چاہیئے۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اس دعویٰ کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ کہ نزول مسیح کی پیشگوئی کے مثیل مسیح ہو کر آپ ہی مصداق ہیں۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی نزول مسیح کی احادیث کے متعلق یہ تشریح قبول کر لینی چاہیئے۔ کہ امت میں سے آنے والے مہدی آخر الزمان کو ہی احادیث نبویہ میں استعارہ کے طور پر عیسےٰ یا ابن مریم کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ نزول مسیح کی احادیث مندرجہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نازل ہونے والے ابن مریم کو اما مکم منکم اور فامّکم منکم قرار دے کر امت محمدیہ میں سے امت کا امام قرار دیا گیا ہے اور مسند احمد بن حنبل کی حدیث میں آئندہ آنے والے عیسیٰ کو صاف طور پر امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے حق میں اماماً مھدیا حکماً عدلاً کے الفاظ استعمال

فرمائے گئے ہیں۔

جناب مفتی صاحب! آپ نہیں کہہ سکتے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نازل ہونگے کیونکہ ایسا اجماع ہرگز ثابت نہیں بلکہ ایک گروہ مسلمانوں کا بموجب حدیث لا مھدی الا عیسیٰ ابن مریم (ابن ماجہ) یہ مانتا چلا آیا ہے کہ نزول مسیح سے یہ مراد ہے کہ امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بروز ہوگا۔ ملاحظہ ہو اقتباس الانوار ص۵۲ اور مسلّم الثبوت مع شرح ص۲۴۲ میں شیخ محب اللہ بن عبد الشکور لکھتے ہیں:۔

اَمَّا فِی الْمُسْتَقْبِلَاتِ کَاَشْرَاطِ السَّاعَۃِ وَاُمُوْرِ الْاٰخِرَۃِ فَلَا (اجماع۔ ناقل) عِنْدَ الْحَنَفِیَّۃِ لِاَنَّ الْغَیْبَ لَا مَدْخَلَ فِیْہِ لِلْاِجْتِہَادِ۔

یعنی جو باتیں مستقبل سے تعلق رکھتی ہیں جیسے علامات قیامت (جن میں نزول ابن مریم بھی شامل ہے۔ ناقل) اور امور آخرت میں حنفیوں کے نزدیک اجماع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امور غیبیہ میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی فرمائی ہے:۔

"مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اَب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ ابن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا پھر ان کی اولاد جو باقی رہیگی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے کوئی آدمی عیسےٰ ابن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا۔ کہ زمانہ صلیب کا بھی گذر گیا

اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسٰے آسمان سے اب تک نہ اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسٰے کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵)

اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے آثار شروع ہو گئے ہیں چنانچہ علماء مصر میں سے علامہ رشید رضا۔ علامہ مفتی محمد عبدہٗ۔ علامہ محمود شلتوت مفتیان صاف الفاظ میں وفات مسیح کا اقرار کر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ الاستاذ احمد العجوز۔ الاستاذ مصطفٰے المراغی۔ الاستاذ عبدالکریم الشریف الاستاذ عبدالوہاب النجار۔ علامہ ڈاکٹر احمد زکی ابوشادی بھی کھلے لفظوں میں وفات مسیح کا اقرار کر چکے ہیں۔ نیز ہزارہا عیسائی حیات مسیح کے عقیدہ سے انکار کر کے اور ان کی اصالتاً آمد ثانی کے عقیدہ سے بیزار ہو کر جماعت احمدیہ کی تبلیغ کے ذریعہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

پس اے مفتی صاحب! آپ کو بھی اپنی ضد چھوڑ کر سچائی کو قبول کر لینا چاہیئے۔

مراد ما نصیحت بود کردیم      حوالت با خدا کردیم و رفتیم

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قاضی محمد نذیر لائلپوری از ربوہ

# صحت نامہ

| صفحہ | سطر | صحیح عبارت | صفحہ | سطر | صحیح عبارت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲ | ۶ | رحمت میں کمی | ۱۵۷ | ۲ | تو آپ کی سیادت |
| ۱۶ | ۱۳ | بجسدہ الی السماء وانہ الی الآن | | ۴ | روحانی بادشاہ بنے |
| ۱۸ | ۱۸ | علی الاطلاق آخری تشریعی نبی | ۱۶۱ | ۳ | انبیاء کے کمالات سے حصہ وافر |
| ۲۱ | ۳ | اس بیان سے ظاہر ہے | ۱۷۶ | ۳ | صدیقین۔ شہداء |
| ۲۴ | ۲ | قرآن وحدیث میں یہ مضمون | ۱۷۷ | ۵ | نفس مطہرہ لے کر |
| | | | ۱۸۸ | ۱۷ | صحیح طور پر |
| ۲۷ | ۱۰ | ایک دوسرے سے تباین کلی | ۱۹۰ | ۱۴ | بطریق الہام آپ نے |
| ۴۰ | ۵ | (خاتم بفتح تاء کی قرأت میں) | ۱۹۳ | ۶ | فَلَا یُکَذِّبُ |
| ۴۶ | ۱۶ | پیدا ہونا ان کی | ۱۹۴ | ۱۱ | دی جو یقینی وحی تھی |
| ۶۰ | ۱۶ | یا بالف لام | ۲۲۳ | ۵ | اس اصطلاح کی رُو سے نبی نہیں ہوتا |
| ۶۱ | ۱۵ | کے معنوں میں ان معنی کا | ۲۳۲ | ۱۴ | اِنَّ النُّبُوَّۃَ |
| ۸۶ | ۱۸ | یَنْسَخُہٗ | ۲۳۵ | ۴ | اصطلاحی تعریف نبوت |
| ۹۳ | ۱۸ | مگر انہوں نے اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ | | ۹ | اجتماع بوجہ تناقض |
| ۱۱۸ | ۷ | فَالْمَنْزِلَۃُ | ۲۳۶ | ۱۲ | پس آپ کی نبوت کے متعلق اعلان |
| ۱۲۱ | ۱ | (تحذیر الناس ص۳) | | ۱۳ | دوسرے دور میں آپ نے |
| ۱۲۲ | ۵ | جن کو نبوت ملی ہے آپ کی مہر | ۲۴۲ | ۱۵ | کا دعویٰ بھی پہلے دور میں۔ |
| ۱۵۱ | ۸ | چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم | ۲۷۰ | ۷ | غسیا القمران |
| | ۱۰ | اور مفتی محمد شفیع صاحب | ۲۷۵ | ۸ | منبع و اصل |
| ۱۵۴ | ۱۸ | بیان ہوئے پائے جانے چاہئیں | ۲۹۲ | ۹ | فذالک المسلم لہ ذمۃ اللہ |